(نوجوان تحریک کے سرفروشوں کی جدوجہد سے
متعلق انگریزوں کا خفیہ ریکارڈ)

مرتب:
ڈاکٹر عبدالجلیل پوپلزئی

نوجوان بھارت سبھا
اور
علامہ عبدالرحیم پوپلزئیؒ

(نوجوان تحریک کے سرفروشوں کی جدوجہد سے
متعلق انگریزوں کا خفیہ ریکارڈ)

مرتب:
ڈاکٹر عبدالجلیل پوپلزئی
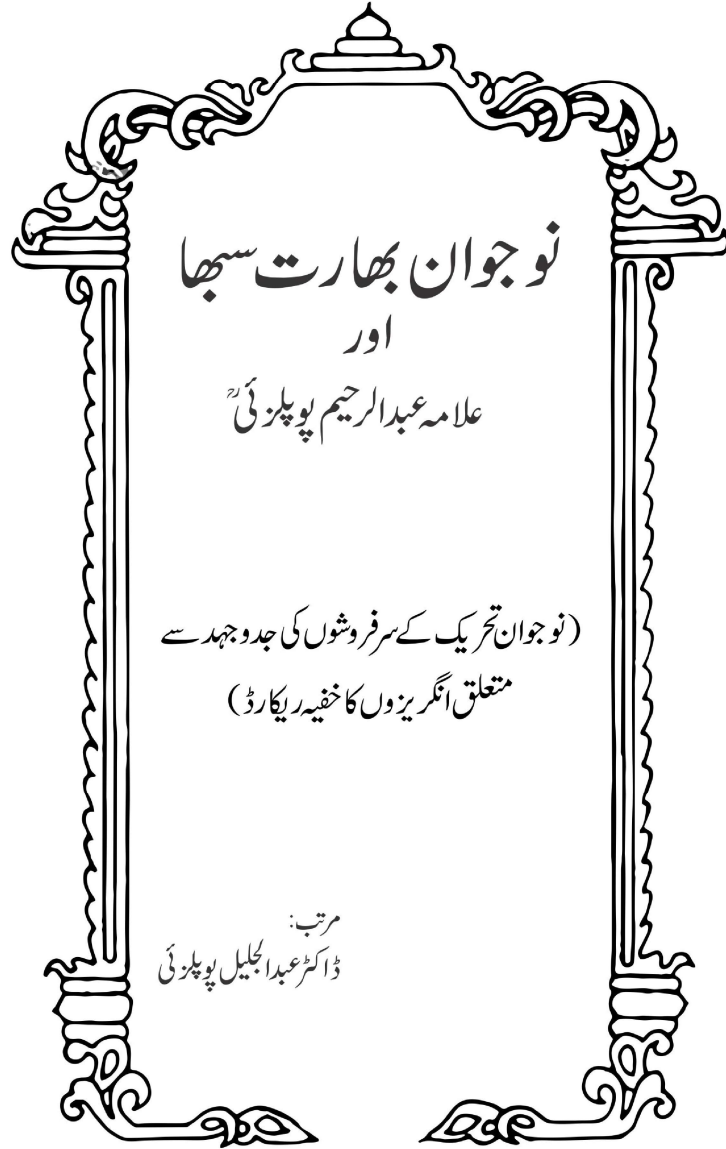
نوجوان بھارت سبھا

اور

مولانا عبدالرّحیم پوپلزئیؒ

(نوجوان تحریک کے سرفروشوں کی جدوجہد سے
متعلق انگریزوں کا خفیہ ریکارڈ)

ڈاکٹر عبدالجلیل پوپلزئی

اِنتساب !

ہری کشن، حبیب نور اور غازی عبدالرشید صدیقی سمیت نوجوان تحریک کے اُن سرفروش حریت پسندوں کے نام جنہیں ہندوستان کے سرمایہ داروں اور پاکستان کے جاگیرداروں نے تاریخ حریت کے صفحات سے حذف کر دیا اور تحریکِ آزادی کی تاریخ کو ایک ایسے ڈرامے کے طور پر پیش کیا جس میں چند شخصیات کے آزادی کے حق میں دلائل سے متأثر ہو کر انگریز برصغیر پاک و ہند پر اپنے اِقتدار سے دستبردار ہو گئے۔ بلکہ ان کے بحث و مباحثے کے نتیجے میں غاصب اپنی شکست فاش تسلیم کرتے ہوئے اگست ۱۹۴۷ء کی بجائے جون ۱۹۴۷ء ہی میں ڈیڑھ صدی کے اِقتدار پر شرمندہ ہو کر بھاگنے لگے۔

فہرست مضامین

باب نمبر۱ باعث تحریر

جنگ عظیم اوّل کی ہولناکیاں ہر سو چھا گئیں تو انگریزوں نے جنگ جیتنے کے لئے اپنی نو آبادیات سے جنگ میں اِمداد کی اپیل کی۔ ہندوستان کے لوگوں سے بھی کہا گیا کہ اگر ان کی امداد کے نتیجے میں انگریزوں کو جنگِ عظیم اوّل میں فتح نصیب ہوئی تو ہندوستان کو درجہ نوآبادیات یعنی ڈومینین سٹیٹس Dominion Status یا داخلی خودمختاری کا درجہ دے دیا جائے گا۔ اِس طرح ہندوستان نیم آزاد ہو جائے گا۔ اس وقت ملک کے تمام طبقوں اور سیاسی جماعتوں نے دِل کھول کر اور جان پر کھیل کر انگریز حکمرانوں کی مدد کی۔ فوج میں بھرتی دھڑا دھڑ ہونے لگی اور کسی نے لوگوں کو بھرتی ہونے سے نہیں روکا۔ لیکن جیسا کہ سامراج کا پرانا وطیرہ رہا ہے کہ جب اپنی غرض ہو تو پا کباز اور پارسا بن کر ہر ایک سے راہ ورسم پیدا کرتا ہے اور دُنیا کی ہمدردیاں سمیٹتا ہے۔ لیکن تاریخ نے ہمیشہ دیکھا کہ اپنی مطلب براری کے بعد سامراج اپنے کئے ہوئے وعدوں کو ایفا کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ بلکہ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ جبر و استبداد کے ذریعے محکوموں کو مزید طابع بنا دیا جائے۔ چنانچہ جب جنگ ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی تو انگریزوں کو یہ مسلہ درپیش ہوا کہ ہندوستان کے لوگ داخلی خودمختاری کا وعدہ اسے یاد دلانے کی کوشش کریں گے اور اِسطرح اس کی غلامی کے بندھن کمزور کر دیں گے۔ چنانچہ انگریز نے داخلی مختاری کی بجائے ہندوستان میں ایک ظالمانہ قانون رولٹ ایکٹ کے نام سے نافذ کر دیا۔ اِس قانون کا منشا یہ تھا کہ ملک کے اندر کسی سیاسی جماعت کو تحریر و تقریر کے لئے اِجتماع کی اجازت نہ دی جائے۔ اِس لئے اُنہوں نے ملک میں ہر قسم کے جلسے جلوسوں اور تحریر و تقریر پر پابندی لگا دی اور تمام سیاسی جماعتوں کو خلافِ قانون قرار دے دیا۔

رولٹ ایکٹ کے نفاذ سے پورے ملک کے طول و عرض میں اِشتعال پیدا ہو گیا۔ خیبر سے آسام تک عوام اِس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور رولٹ ایکٹ کی خلاف ورزی کے عملی مظاہرے ہونے لگے۔ اِس کے ساتھ ہی ملک بھر میں ہندو مسلم اِتحاد کی ایک لہر دوڑ گئی۔ تمام مذاہب اور اقوام کے لوگوں نے مِل جُل کر رولٹ ایکٹ کے خلاف مظاہروں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ انگریزوں نے ایکٹ کے خلاف بڑھتی ہوئی تحریک کو دبانے کے لئے تمام سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کو گرفتار کر لیا اور ملک کے گوشے گوشے میں انگریزوں کے خلاف مخالفانہ سیلاب اُمڈ آیا۔ حکمرانوں کو اپنا مستقبل تاریک نظر

آنے لگا۔لیکن وہ ملک میں عوام کی پُر امن تحریک کو اپنے جبر سے دبانے میں ناکام ہو گئے۔آخرکار انگریزوں نے پُر امن مذاحمتی تحریک کو دبانے کے لئے جگہ جگہ فوج اِستعمال کرنا شروع کردی۔امرتسر کے جلیانوالہ باغ میں عوام پر فوج نے گولیاں برسا کر سینکڑوں اِنسانوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔اِس کے بعد ملک کے دوسرے حصوں میں بھی گولی چلانے کے واقعات ہوئے۔اِس سے انگریز کے خلاف نفرت مزید بڑھ گئی۔

ملک کے دیگر حصوں کی طرح صوبہ سرحد بھی اس ہلچل سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔چنانچہ پشاور میں بھی ہندو مسلمان سکھ اِکٹھے ہو کر جلوس نکالنے اور جلسے کرنے لگے۔لوگ اُس زمانے میں یہ نعرہ لگاتے تھے:

ہندو مسلمان کی جے محمد علی شوکت علی کی جے

مہا بکو چھٹیرے کی جے (ابوالکلام آزاد زندہ باد)

رولٹ ایکٹ ہائے ہائے

اِس طرح ہندوستان کے اندر برطانیہ مخالف جذبات ہر طرف سے بھڑک اُٹھے تھے۔ مسلمانانِ ہند کے علاوہ دُنیا بھر کے مسلمان بھی انگریزوں کی مسلم دُشمن کارروائیوں سے انگریز کے خلاف ہو گئے تھے۔کیونکہ جنگِ عظیم کے آغاز میں انگریزوں اور اُن کے اِتحادیوں نے واضح الفاظ میں اِعلان کیا تھا کہ جنگ کے دوران ہر قوم کے مقدس مقامات کا خیال رکھا جائے گا۔لیکن جنگ میں مسلمانوں کی ایک محبوب سلطنت ''ترکی'' کے خلاف بھی محاذ کھول دیا گیا۔اُس وقت ترکی کے بادشاہ کو خلیفۃ المسلمین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔مسلمان خلیفہ کے احکام ماننا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے تھے۔لیکن مسلمانوں کے قبلہ اوّل قبلہ دوم اور ترکی کے مقدس مقامات پر قبضہ کرلیا گیا۔ترک مجاہدین پر خانہ خدا کے اندر سنگین مظالم ڈھائے گئے۔چنانچہ ہندوستان میں ترکی کی خلافتِ اِسلامیہ کی حمایت اور مسلمانوں کے اتحاد کے لئے ایک جماعت خلافت کمیٹی کے نام سے قائم کی گئی جس کے سربراہ مولانا محمد علی جوہر تھے۔ یہ کمیٹی خلافت اور دیگر مسلم سلطنتوں کی بقاء کے لئے ہندوستان کے اندر کام کرتی تھی۔صوبہ سرحد میں اِس تحریک کے رہنما صدر مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے والد مفتی عبدالحکیم پوپلزئی بھی تھے۔اِس جماعت نے ہندوستان بھر میں بہت زیادہ مقبولیت حاصل کر لی اور اس کے رہنماؤں نے عدم تشدد پر عمل کرتے ہوئے ملک کے اندر وقتاً فوقتاً بہت سی تحریکیں چلائیں۔تحریک کے ذریعے چندہ جمع کر کے روپیہ اور ڈاکٹروں کی

جماعتیں ڈاکٹر انصاری کی قیادت میں بلادِ اسلامیہ یاتر کی بھیجی گئیں۔ دوسری تحریک کانگریس کی شمولیت سے تحریکِ ترکِ موالات بھی شروع کی گئی۔ اِس کے تحت انگریز کی ملازمت کو شرعاً اور ہندوستانی ہونے کے ناطے ناجائز قرار دے دیا گیا۔ اِسکے زیر اثر کئی مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں نے انگریزی ملازمتیں چھوڑ دیں۔

ایک تحریک مالیہ اور آبیانہ وغیرہ ادا نہ کرنے کی تھی۔ یہ تحریک ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ ایک اور تحریک شروع ہوئی۔ اِس میں مسلمان شامل تھے۔ ملک کے متعدد علماء (مولانا عبدالباری فرنگی محلی وغیرہ) نے فتویٰ صادر فرمایا کہ چونکہ ملکِ ہند ''دارالحرب'' ہے اِس لئے اِس ملک کو خیر باد کہہ کر دوسرے ممالک میں جا کر جنگ کی تیاری کی جائے۔ اِس تحریک کا نام ''ہجرت'' تھا۔ یہ تحریک جب شروع ہوئی تو اُس زمانہ میں افغانستان میں ایک ترقی پسند مجاہد امیر امان اللہ خان کی حکومت تھی۔ امان اللہ خان نے اعلان کیا کہ اگر کوئی اہلِ علم و ہنر مسلمان افغانستان آنا چاہے تو امیر اُن کو خوش آمدید کہے گا۔ بلکہ اُن کے تجربہ اور مہارت سے فائدہ حاصل کیا جائے گا۔ اِس اعلان کو کافی سمجھتے ہوئے ملک کے عام لوگ دھڑا دھڑ اونے پونے گھر بار اور کاروبار فروخت کر کے افغانستان جانا شروع ہو گئے۔ افغانستان ایک پس ماندہ اور چھوٹا ملک تھا۔ جب ایک لاکھ کے قریب مہاجرین وہاں جا پہنچے تو اُس ملک کے وسائل جواب دے گئے۔ چنانچہ یہ تحریک بند کر دی گئی۔ لوگ بوریاں بستر باندھ کر ملک واپس آنا شروع ہو گئے۔ جب یہ لوگ پاک افغان سرحد کے راستے وطن واپس آتے تو سرحد پر موجود انگریز طنزیہ اُن سے کہتے کہ ''غازیو! خوش آمدید''۔ اِس کے بعد انگریز حکمرانوں نے ملک کے مختلف اہلِ مذاہب میں تفرقہ و فساد پیدا کرنے کی غرض سے اپنے نامی گرامی ایجنٹوں کو ذمہ داریاں تفویض کر دیں۔ چنانچہ اِس سلسلے میں ہندو آریہ سماج کے ایک لیڈر شردھانند نامی نے رسولِ کریمؐ کی شان کے خلاف کتابیں چھاپ کر تقسیم کیں اور شدھی کی تحریک شروع کی گئی جس کا مقصد مسلمانوں کو ہندو بنانا تھا۔

صوبہ سرحد سے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی عبدالرحمٰن ریا وغیرہ کو ساتھ لے کر اِس تحریک کو ناکام بنانے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔

اِدھر احمدیوں کے ذریعے ہندوؤں کے خلاف لٹریچر شائع کروا کر تقسیم کرایا جاتا اور شیعہ حضرات کی طرف سے تبرّا تحریک شروع کروا کر مسلمانوں کی ملت کو پارہ پارہ کرنے اور ملک کے دیگر اہلِ مذاہب سے لڑانے کے لئے انگریزی حکمتِ عملی کامیابی سے چلتی رہی۔ ملک میں ہر طرف نفرت

کے بیج بوئے گئے۔ جگہ جگہ ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے مقابل فساد کی آگ میں کود پڑے۔ اِس کے علاوہ شیعہ اور سنی آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ جس سے انگریزوں کا گرا ہوا وقار عارضی طور پر بحال ہو گیا۔ لیکن ملک کے وطن دوست عوام نے بہت جلد انگریزوں کی شاطرانہ چالوں کو بھانپ کر اِتحاد کی دعوت عام کرنی شروع کر دی۔ اور لوگوں کی نفرت کا رُخ ایک دوسرے کی بجائے انگریزوں کی طرف موڑنا شروع کیا۔ اِس دوران اِنفرادی قربانیوں کے کئی واقعات نے آزادی کی تحریک کو پھر سے زندہ کر دیا۔ ان واقعات میں کئی انگریز قتل ہو گئے اور کئی نوجوان پھانسی چڑھا دیئے گئے۔ کئی ایک کو عمر قید کی سزائیں دے دی گئیں۔

اِن واقعات کے نتیجے میں عارضی سکوت ٹوٹ گیا اور ملک کے عوام جوق در جوق سیاسی جماعتوں میں شامل ہونے لگے۔ کئی ایک سیاسی تنظیمیں اور جماعتیں وجود میں آ گئیں۔ اِن میں نوجوان بھارت سبھا، مجلسِ احرار اسلام، خاکسار تحریک اور کئی دیگر جماعتیں شامل تھیں۔ اِس کے ساتھ ساتھ آل انڈیا کانگریس کمیٹی بھی خواص سے نکل کر عوام میں جڑیں پکڑنے لگی۔ چنانچہ جس کانگریس نے ۱۹۲۴ء میں مولانا حسرت موہانی کی مکمل آزادی کی قرارداد مسترد کر دی تھی اُسی کانگریس نے دسمبر ۱۹۲۹ء میں لاہور میں دریائے راوی کے کنارے مکمل آزادی کے مطالبے کا اِعلان کر دیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اب کانگریس صرف خواص کی بجائے عوام کی جماعت بن جائے گی۔

لیکن کانگریس اور مسلم لیگ دونوں عملاً عدم تشدد پر کاربند تھیں اور حکومت کی توجہ حاصل کرنے کے لئے اُنہیں بھی کسی پر تشدد پارٹی کی صورت میں ایک کندھے کی ضرورت تھی۔ جو پر تشدد کارروائیاں کر کے اور سنگین سزائیں اور پھانسیاں پا کر اپنی قربانیوں کا پھل اُن کی جھولی میں ڈال دے۔

نوجوان بھارت سبھا کے سرفروشوں نے آگے بڑھ کر یہ ضرورت پوری کر دی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ نوجوان بھارت سبھا کے اکثر ارکان کانگریس کے بھی رکن تھے۔ چنانچہ 1930ء کی تحریک آزادی میں اصل جوش و خروش ان عناصر کے بغیر ممکن نہیں تھا۔

اسی طرح جب کانگرس کے عدم تشدد پر کاربند زعماء محض عدم تشدد کے بل بوتے پر کچھ حاصل نہ کر سکے تو 1942ء میں انہوں نے ''ہندوستان چھوڑ دو'' (Quit-India) تحریک شروع کی۔ اگر کانگرس کی رکنیت رکھنے والے گرم خو نوجوان اس وقت آگے بڑھ کر ریلوے کی پٹریاں نہ اکھاڑ دیتے، تھانوں پر حملے شروع نہ کرتے، ڈاک، تار اور مواصلات کا نظام درہم برہم نہ کر دیتے تو اس تحریک کے

نتیجے میں انگریز ہندوستان چھوڑنے پر رضامند نہ ہوتے۔اسی طرح مسلم لیگ نے جب زور پکڑا تو صوبہ سرحد میں نوجوان بھارت سبھا اور کانگرس کے تجربہ کار لوگوں کی وجہ سے اس کا اثر ونفوذ بڑھا۔ درحقیقت اس کتاب میں نوجوان بھارت سبھا کے جن سرگرم لوگوں کا ذکر ہوا ہے ان میں سے کئی مسلم لیگ میں شامل ہوگئے تھے اور کچھ شامل کر دیئے گئے۔

باب نمبر۲ نوجوان تحریک

بیسویں صدی کے دوسری دہائی میں جس طرح ملک کے دیگر حصوں میں سیاسی تحریکیں پروان چڑھ رہی تھیں اسی طرح صوبہ سرحد میں بھی آزادی کے شعلے بھڑک اٹھے۔ کیونکہ یہ صوبہ انگریزوں کا سب سے مظلوم محکوم صوبہ تھا۔ اس صوبے کو سیاست دان سرزمین بے آئین کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اس صوبے کے لوگوں کو ووٹ کا حق نہیں تھا۔ یہاں تک کہ سیلف گورنمنٹ (Self Government) منصوبے میں بھی یہاں کے لوگوں کو ووٹ کے حق سے محروم رکھا گیا تھا۔ یہاں میونسپل کمیٹیوں کے ارکان نامزد کئے جاتے تھے۔ صوبے کی کوئی اسمبلی موجود نہ تھی۔ یہاں ملک کے دوسرے حصوں کی نسبت زیادہ مظالم ڈھائے جاتے تھے۔ یہاں علاقے کے خان خوانین کے ساتھ مل کر عوام کو تختہ مشق بنایا جاتا تھا۔ بہت سے خان خوانین کو آنریری مجسٹریٹ بنا کر عوام کے جان و مال کا مالک بنادیا گیا تھا۔ اس لئے اس صوبے میں ظلم وتشدد کے سب سے زیادہ ردعمل کا ظاہر ہونا ناگزیر ٹھہر چکا تھا۔

۱۹۲۶ء میں یہاں ایک نوجوانوں کی ایک انجمن بنائی گئی جس کا نام ''جمعیت نوجوانان سرحد'' رکھا گیا تھا۔ یہ جماعت کافی عرصہ تک انگریزی حکومت کی نظر سے بچ کر اپنا کام کرتی رہی۔ کیونکہ عبدالغفور آتش سمیت دوسرے ارکان نے اس کا زمانہ تاسیس ۲۷-۱۹۲۶ء بتایا ہے۔ جبکہ سرکاری ریکارڈ میں اس کا ذکر ۱۹۲۹ء میں ملتا ہے۔

نوجوان تحریک کے قیام کا پس منظر سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس زمانے میں غیر ملکی تسلط کے خلاف ممکنہ طریقوں پر غور کیا جائے۔ اس وقت صرف تین ذرائع مزاحمت ہی ممکن تھے۔ باقی طریقوں میں الجھنا آپس میں لڑ کر انگریزوں کو حکومت کرنے کا مسلسل موقع فراہم کرنے کے مترادف تھا۔ وہ تین ذرائع یہ تھے:

(۱) بے ضرر عدم تشدد پر عمل کرتے ہوئے اجتماعات کرتے رہنا۔ یہ طریق کار کانگرس اور خدائی خدمت گار تحریک نے اپنایا۔

(۲) وقتاً فوقتاً جان پر کھیل کر پر تشدد کاروائیاں کرنا۔ یہ کام نوجوان سبھارت سبھا کا تھا۔

(۳) خفیہ اجلاس اور خفیہ رابطے کر کے سیاسی شعور پیدا کرنا اور سیاسی سوجھ بوجھ کو فروغ دینا۔ اس

کے ساتھ قانونی اور آئینی انداز میں جدوجہد کرنا۔ یہ طریقہ کم از کم ابتدا میں ہر سیاسی تنظیم کا ہوتا تھا۔

''جمعیت نوجوانان سرحد'' مختلف ادوار میں ان تینوں طریقوں کو بروئے کار لاتی رہی۔

(ا) بطور جمعیت نوجوانان سرحد اس نے نوجوان سرحد اخبار کے ذریعے عوامی بیداری کا کام کیا اور سیاسی سرگرمیوں کا رواج عام کیا۔

(ب) نوجوان بھارت سبھا کے نام سے نوجوان تحریک نے پشاور کا مشہور معرکہ قصہ خوانی لڑا جو ایک پرتشدد معرکہ بنا۔ اس میں اس وقت کسی عدم تشدد کے پیروکار کی پرتشدد سرگرمی کی کوئی وجہ نہ تھی۔

(ج) فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ یا سوشلسٹ پارٹی کے نام سے نوجوان تحریک نے خفیہ سیاسی کام اور آئینی و قانون جدوجہد کی جس کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۳۴ء میں پہلی دفعہ مرکزی مجلس قانون ساز کیلئے سرحد کے لوگوں کو اپنا منتخب نمائندہ بھیجنے کا حق حاصل ہوا اور ڈاکٹر خان صاحب پہلی دفعہ مرکزی قانون ساز اسمبلی کے رکن بنے۔

(د) بطور کانگرس سوشلسٹ پارٹی اس جماعت نے غلہ ڈھیر تحریک، ہزارہ کسان تحریک، خاکروب تحریک اور یادگار شہیدان قصہ خوانی کی تعمیر کی تحریک کی کامیابیاں حاصل کیں اور بعد میں مکمل سیاسی آزادی حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی۔ ان سب تحریکوں میں عبدالغفور آتش پیش پیش تھے۔ اس لئے آتش کی سیاسی زندگی کا مطالعہ ان تحریکوں کے ذکر کے بغیر ادھورا رہ جاتا ہے۔ آتش کی اصل آرزو آخر تک پوری نہیں ہوسکی کہ تمام انسان ہر قسم کے استحصال سے آزاد اور خوشحال ہو جائیں۔ دیکھئے آتش کا یہ سہانا خواب کب اور کہاں پورا ہوتا ہے۔

صوبہ سرحد میں جمعیت نوجوانان سرحد پہلی انقلابی جماعت تھی۔ اس جماعت کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ ۱۹۲۶ء میں وجود میں آئی تھی۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا پہلا اجلاس عبدالعزیز حلوائی کے مکان پر منعقد ہوا تھا۔ عبدالعزیز حلوائی بعد میں عبدالعزیز خوش باش کے نام سے مشہور ہوئے۔ پرنس آف ویلز کی آمد اور سائمن کمیشن کے دورہ پشاور کے موقع پر بھی احتجاج میں شریک رہے۔ جب سائمن کمیشن کے اراکین کے پشاور آنے کا اعلان ہوا تو عبدالعزیز خوش باش نے گھنٹہ گھر کے قریب محلّہ خویشکی کی گلی میں واقع ایک ویران مکان میں کئی کتوں اور کتے کے پلوں کو لا کر جمع کرنا شروع کیا۔ ان کے گلے میں سائمن گو بیک کی تختیاں لٹکا دیں۔ دو تین دن تک انہیں بھوکا رکھا اور جونہی سائمن کمیشن کے اراکین پشاور چوک یادگار پہنچے تو عبدالعزیز خوش باش نے اس ویران مکان کا دروازہ کھول دیا۔ کتے

بھونکتے ہوئے تیزی سے مکان سے باہر نکلے اور ہر سامنے آنے والی چیز کو کاٹ کھانے کو دوڑے۔ سائمن کمیشن کے ارکان کے ساتھ آنے والے لوگ ادھر ادھر بھاگتے اور کتے ان کے پیچھے بھاگتے تھے۔ پولیس والوں کی دوڑیں لگ گئی تھیں۔

اس زمانے میں سیاسی کام بہت مشکل تھا اور سیاسی کارکنوں کو شدید سزاؤں اور انتہائی درجے کی صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ان کے پاس جو طریقہ باقی رہ گیا تھا وہ انفرادی نوعیت کی کاروائیاں یا پھر دو چار افراد کا کسی جگہ خفیہ طور پر جمع ہو کر سیاسی تبادلہ خیال کرنا تھا۔ اس کے نتیجے میں وہ انفرادی کاروائیوں کو مربوط بناتے اور ایک دوسرے کے وسائل سے استفادہ کرتے تھے۔ یہ سب لوگ غریب تھے لیکن اپنے مالی وسائل کو یکجا کر کے خفیہ سیاسی کام کے لئے استعمال کرتے تھے۔

سائمن کمیشن کے خلاف جمعیت نوجوانان سرحد والے خفیہ طریقوں سے رائے عامہ بیدار کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ جبکہ ان دنوں مسجد قاسم علی خان میں خلافت کمیٹی صوبہ سرحد کے صدر مفتی عبدالحکیم پوپل زئی کی صدارت میں اعلانیہ جلسے بھی منعقد ہونے لگے۔ اس قسم کے ایک بڑے اجتماع کا تفصیلی ذکر اخبار سرحد مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۸ء میں بھی ملتا ہے۔ اس میں سرگرمی سے حصہ لینے اور تقاریر کرنے والوں میں مفتی سرحد مولانا عبدالحکیم پوپلزئی، اللہ بخش یوسفی، مولانا عبدالرحیم پوپلزئی، حکیم عبدالجلیل ندوی، سردار اورنگزیب خان اور حبیب اللہ خان وغیرہ شامل تھے۔

انگریزی حکام کو جمعیت نوجوانان سرحد کا اس وقت پتہ چلا جب جمعیت نے خود ۱۹۲۹ء میں قومی پریس میں اپنے بیانات اور رپورٹیں ارسال کرنا شروع کر دیں۔

ایک رپورٹ ۳۰ جون ۱۹۲۹ء کو جمعیت نوجوانان سرحد کی طرف سے اخبار زمیندار کو بھیجی گئی۔ سرکاری ریکارڈ میں عبدالغفور آتش کا نام کم وبیش پہلی بار اس رپورٹ کے ذریعے ہی آتا ہے۔

سال ۱۹۲۹ء کے خلاصہ خفیہ پولیس Abstract of Intelligence کے پیرا نمبر ۵۶۵ میں جمعیت نوجوانان سرحد کے اس اجلاس کا حال بیان ہوا ہے۔ اس کے مطابق اجلاس میں ایک قرارداد پیش کی گئی جس میں بھگت سنگھ اور دت کی گرفتاری پر ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا گیا تھا۔ رپورٹ میں لکھا تھا کہ قرارداد کامریڈ رحیم گل ایم اے نے پیش کی۔ اس کی تائید ترلوک چند بی اے نے کی۔ حالانکہ یہ دونوں نام فرضی تھے۔ قیاس ہے کہ کامریڈ رحیم گل ایم اے سے مراد عبدالرحیم مولانا تھے۔ سرکاری ریکارڈ میں درج ہے کہ ان دنوں اخبار نوجوان سرحد پشاور کے پرنٹر پبلشر عبدالرحمٰن ریا تھے اور محمد

حسین رضا عبدالغفور آتش اور عبدالعزیز خوش باش اس کے لکھنے والوں میں شامل تھے۔عبدالعزیز خوش باش نے ملکی پریس کو بھی بیان ارسال کر دیئے تھے جن میں کہا گیا تھا کہ سی آئی ڈی والے عبدالرحمٰن ریا کو ہراساں کررہے ہیں اوران کی کوشش ہے کہ کسی طریقے سے وہ جمعیت کے اندرونی راز آشکارا کریں۔

۲۰ جولائی ۱۹۲۹ء کے ''ترجمان سرحد'' راولپنڈی میں بھی جمعیت نوجوانان سرحد نے ایک پریس ریلیز بھیجا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ صوبہ سرحد کے مزدوروں نے اپنی جتھہ بندی کے جذبے سے سرشار ہوکر ایک انجمن قائم کی ہے جو جمعیت نوجوانان سرحد کی ذیلی تنظیم ہے۔اس قسم کی انجمنیں کل ہند سطح پر طویل عرصے سے ہر جگہ موجود ہیں۔صوبہ سرحد کے مزدوروں کو بھی چاہئے کہ وہ ہر شہر اور گاؤں میں ''انجمن مزدوراں'' کی شاخیں قائم کریں۔اس طرح آہستہ آہستہ جمعیت نوجوانان سرحد اپنی خفیہ سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اعلانیہ سرگرمیوں کے لئے بھی راہ ہموار کرنے لگی۔انہوں نے ۲۹ جولائی ۱۹۲۹ء کو نوجوان بھارت سبھا پنجاب کی استقبالیہ کمیٹی کے پروپیگنڈہ سیکرٹری کی طرف سے جاری کردہ اشتہار گھنٹہ گھر اور چوک یادگار میں چسپاں کر دیئے۔ان اشتہارات میں "انقلاب زندہ باد" کا نعرہ درج تھا اور بھگت سنگھ اور بی۔کے دت کی تصاویر چھپی ہوئی تھیں۔ان اشتہارات میں اعلان کیا گیا تھا کہ نوجوان بھارت سبھا کی سالانہ کانفرنس امرتسر میں ۹ اگست ۱۰ اگست اور ۱۱ اگست کو منعقد ہوگی۔اس کی صدارت مسٹر ایف۔کے ناریمن آف بمبئی کریں گے۔لوگوں سے کثیر تعداد میں شرکت کی اپیل بھی کی گئی تھی۔

اس اشتہار کی خفیہ رپورٹ ڈپٹی کمشنر آفس کے بستہ نمبر ا کی فائل نمبر ۱۳ صفحہ نمبر ۲۴۳ بابت ۲۹ جولائی ۱۹۲۹ء میں پیش کی گئی ہے۔اسی فائل کے صفحہ نمبر ۲۵۳ پر مورخہ ۳۱ جولائی کو روزنامہ زمیندار لاہور کی ۲۶ جولائی ۱۹۲۹ء کی ایک رپورٹ بھی درج ہے جس میں کہا گیا تھا کہ جمعیت نوجوانان سرحد کا ایک غیر معمولی اجلاس ۱۹ جولائی کو عبدالعزیز سائل (خوش باش مراد ہیں) کی صدارت میں منعقد ہوا۔اس میں ذیل کی قراردادیں منظور کی گئیں۔

۱۔ بچہ سقہ کی حکومت کے سردار علی احمد جان کو پھانسی دینے کے اقدام پر اظہار افسوس

۲۔ پشاور میونسپلٹی کے موجودہ ارکان پر عدم اعتماد کا اظہار

۳۔ صوبہ سرحد میں زہریلی نشہ آور ادویات کے استعمال کو روکنے کے لئے آل صوبہ سرحد رواداری انجمن بنائی جائے۔

بیان میں کہا گیا تھا کہ یہ قراردادیں عبدالحکیم، بی آر انند اور اے ایچ ایم آئل نے پیش کیں اور ان کی تائید عبدالغفور (آتش) عبدالحئی اور بی۔آر انند نے کی۔

ڈی سی بستہ نمبر ۱ کی فائل نمبر ۱۴ کے صفحہ نمبر ۱۷ پر بیان شدہ ۱۹ اگست ۱۹۲۹ء کی ایک رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پولیس نے عبدالرحمٰن ریا کے ایک ذاتی دوست کی مخبری کی خدمات حاصل کر لی تھیں۔اس دوست نے عبدالرحمٰن ریا سے باتوں باتوں میں پوچھا کہ جمعیت نوجوانان سرحد کے کھلے اجلاس کیوں منعقد نہیں کئے جاتے۔اس پر عبدالرحمٰن ریا نے بتایا کہ پولیس ان کے راستے میں رکاوٹیں ڈال رہی ہے۔اس دوست نے عبدالرحمٰن ریا کو مشورہ دیا کہ کھلے عام جلسے منعقد کریں تاکہ لوگوں کی وسیع حمایت حاصل ہو سکے۔

اس دوست نے عبدالرحمٰن ریا کو یہ مشورہ بھی دیا کہ اس انجمن کا پنجاب کی جماعت کے ساتھ الحاق کر دیں۔عبدالرحمٰن ریا نے ان کی یہ تجاویز ماننے سے معذوری ظاہر کی اور کہا کہ وہ بدستور خفیہ اجلاس کرتے رہیں گے۔انہوں نے اپنی انجمن کے پنجاب کے ساتھ الحاق کی بھی مخالفت کی۔انہوں نے کہا کہ صوبہ سرحد اور پنجاب کی صورت حال ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہے۔پہلے ہمیں اپنی اصلاح کرنی ہوگی تاکہ ہم اپنے آپ کو دوسروں کی مدد کرنے کے قابل بنا سکیں۔انہوں نے کہا کہ مجھے تو ایک بھی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جو جمعیت ہی کے مفاد کے مطابق سوچتا اور عمل کرتا ہو۔انہوں نے کہا کہ مجھے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ جمعیت کا وجود ہی میری شخصیت کا مرہون منت ہے۔

اسی رپورٹ میں ایک جگہ درج ہے کہ جمعیت نوجوانان سرحد کے سیکرٹری عبدالرحمان ریا شہر بھر میں اس بات کا ڈھنڈورہ پیٹ رہے ہیں کہ میں نوشہرہ اور چارسدہ کے بہت سے لوگوں کو جمعیت میں شامل کرنے میں کامیاب رہا ہوں اور پشاور شہر کے باشندے بھی جوق در جوق جمعیت میں شامل ہو رہے ہیں۔اب تک ۱۰۵ ارکان اس جماعت کی رکنیت حاصل کر چکے ہیں اور اب وہ اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ عام جلسے منعقد کئے جائیں۔اب تک ارکان کی کم تعداد اور رقم کی قلت عام جلسے منعقد کرنے کی راہ میں حائل تھی۔انہوں نے کہا کہ اب میں کچھ رقم جمع کر چکا ہوں۔تاہم جب کسی مخبر نے عبدالعزیز حلوائی سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس کی صحت سے انکار کیا۔

اسی صفحے پر درج ہے کہ عبدالرحمٰن ریا کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ جمعیت نوجوانان سرحد نے فیصلہ کیا ہے کہ ایجنڈے میں ملک میں انصاف کے حصول اور عدالتوں میں قانون کی اصلاحات کی

جدوجہد بھی شامل کی جائے گی۔

ان مندرجات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جمعیت نوجوانان سرحد نے سرحد میں رائج ظالمانہ قوانین کی اصلاح اور پختون عوام پر نافذ کردہ امتیازی قوانین کے خلاف جدوجہد کا پہلے ہی نہ صرف احساس کرلیا تھا بلکہ یہاں انسانی حقوق کی جدوجہد عملاً شروع بھی کردی تھی۔ قانون کی بالادستی کی یہ جدوجہد ''معرکہ قصہ خوانی'' کا پیش خیمہ بنی۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ معرکہ قصہ خوانی کی اصل وجہ صوبہ سرحد میں نافذ العمل امتیازی قوانین کے خلاف سرحدی باشندوں کی طرف سے جدوجہد تھی جس کی تصدیق کے لئے سرحدی باشندوں کی دعوت پر ۲۱ اپریل ۱۹۳۰ء کو مولانا ابوالکلام آزاد لالہ دونی چند اور پاکستان کے سابق وزیراعظم معین قریشی کے دادا مولانا عبدالقادر قصوری آئے اور اٹک میں گرفتار کرلئے گئے۔ ان کی گرفتاری پر ہونے والے شاہی باغ کے جلسہ عام میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی احتجاجی قرارداد ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء کے سانحے کا باعث بنی۔ عبدالغفور آتش نے بھی اس جلسے میں تقریر کی تھی اور وہ اس معرکہ کی بارہ رکنی وارکونسل کے رکن تھے۔

ڈپٹی کمشنر ریکارڈ کے بستہ نمبرا کی فائل نمبر۱۴ ہی میں صفحہ نمبر ۳۹ پر جمعیت نوجوانان سرحد کے ایک غیر معمولی اجلاس کی کاروائی بیان ہوئی ہے۔ یہ رپورٹ اخبار ترجمان سرحد راولپنڈی مورخہ ۸ اگست ۱۹۲۹ء میں بھی شائع ہوئی۔

یہ اجلاس کامریڈ شیر علی (درزی) کی صدارت میں منعقد ہوا۔ ذیل کی قراردادیں منظور کی گئیں:

۱) حکومت سے درخواست کی گئی کہ وہ صوبہ سرحد کے سکولوں اور کالجوں میں ٹیکنیکل تعلیم جاری کرے۔

۲) حکومت سے درخواست ہے کہ وہ کسانوں کو قرضے فراہم کرے۔

۳) حکومت سے درخواست کہ وہ ایک کمیٹی مقرر کرے جو کہ صوبہ سرحد کی عدالتوں میں جاری بدعنوانی کی تحقیق کرے اور یہ بدعنوانی ختم کروائے۔

۴) حکومت سے اپیل کہ وہ جیل میں قید نوجوان قیدیوں کو قید کے دوران تعلیم دلوائے۔

۵) سرحد کی صوبائی ہسپتال میں بجلی کے پنکھے لگوانے پر حکام کا شکریہ

یہ قراردادیں چیلا رام شوق، وحدت خان، محمد حسن، رحیم بخش غزنوی اور محمد حسین نے پیش

کیس اوران کی تائید قطب الدین، محمد حسین، عبدالعزیز حلوائی، عبدالحئی، عبداللہ جان خنجر اور عبدالغفور آتش نے کی۔

ڈپٹی کمشنر ریکارڈ کے بستہ نمبرا کی فائل نمبر۱۴ صفحہ نمبر۱۶۳ پر۱۶ ستمبر۱۹۲۹ء کی ڈائری بیان ہوئی ہے۔اس میں کہا گیا ہے کہ ۱۵ ستمبر کی شام کو لاہور سازش کیس کے قیدی کی جتندر ناتھ داس کی بھوک ہڑتال کے۶۳ ویں دن انتقال پر احتجاج کیلئے ایک جلوس نکالا گیا۔اس میں خلافت، کانگرس اور جمعیت نوجوان سرحد کے ارکان شامل تھے۔ان میں درجہ ذیل لوگ نمایاں تھے:

کانگرس

۱۔ ڈاکٹر سی سی گھوش

۲۔ مسٹر ایم کرشن

۳۔ ماسٹر امیر چند

۴۔ بدری ناتھ لامبا

۵۔ ڈاکٹر شم سندر

خلافت

۶۔ محمد عثمان

۷۔ غلام ربانی

۸۔ فضل محمود

۹۔ طلا محمد

جمعیت نوجوان سرحد

۱۰۔ صنوبر حسین مہمند

۱۱۔ عبدالعزیز خوش باش

۱۲۔ ماسٹر شیر علی

۱۳۔ عبدالرحمٰن ریا

رضا کار قومی پرچم اور سرخ اور سفید جھنڈیاں اٹھائے ہوئے تھے۔ان پر سفید رنگ سے ذیل کے نعرے درج تھے:

ا۔ آزادی ہمارا مذہب ہے۔

۲۔ آزادی یا موت

۳۔ سواراج ہمارا پیدائشی حق ہے۔

۴۔ انقلاب زندہ باد

۵۔ غلامی سے بدتر کوئی عذاب نہیں۔

جلوس میں سب سے آگے جمعیت نو جوانان سرحد والوں نے ایک بانس پر جتندر ناتھ داس کی تصویر آویزاں کر رکھی تھی جس پر جلی حروف میں جمعیت نو جوان سرحد اور انقلاب زندہ باد درج تھا۔

جلوس کے شرکاء نے بائیں بازو پر سیاہ ماتمی بیج لگا رکھے تھے۔ اکثر لوگ ننگے سر جا رہے تھے۔ جلوس شہر کے بڑے بازاروں سے گزرا۔ ایک ڈھنڈورچی ڈھول بجا کر اعلان کر رہا تھا کہ آج ۱۵ ستمبر شام ۶ بجے جتندر ناتھ داس کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے شاہی باغ پشاور میں ایک جلسہ عام منعقد ہوگا۔ وہ ایک اردو شعر پڑھ رہے تھے جو کچھ یوں تھا کہ:

ے سر پروشی کی تمنا اب ہمارے دل ہے۔
دیکھنا کہ کتنا زور بازو قاتل میں ہے۔

شعر کے ساتھ ساتھ لوگ انقلاب زندہ باد، سامراج برباد، سرمایہ داری برباد، داس بھگت سنگھ دت زندہ باد، پنجاب حکومت برباد، جیل کمیٹی مردہ باد اور ہائے ہائے کے نعرے لگا رہے تھے۔ شام ۶ بجے جلوس شاہی باغ پہنچا جہاں خان عبدالغفار خان کی صدارت میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ حاضرین کی تعداد سرکاری ریکارڈ کے مطابق دس ہزار تھی۔ ہندو سکھ بھی شامل تھے۔ ذیل کی قراردادیں منظور کر لی گئیں۔

ا) حکیم عبدالجلیل ندوی کی قرارداد جس کی تائید صنوبر حسین مہمند اور ایک سکھ اور مہاشہ کرشن نے کی۔

''اہل پشاور کا یہ عظیم جلسہ عام سیاسی قیدیوں کی حالت بہتر بنانے کے لئے بھوک ہڑتال کرنے والوں کے مطالبات نظر انداز کرنے پر حکومت کی پالیسی کی پرزور مذمت کرتا ہے جس نے جیل کمیٹی کی مسٹر داس کو غیر مشروط رہا کرنے کی سفارش نظر انداز کی جس کی وجہ سے وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ مسٹر داس کی موت حکومت کے لئے موت کا پیغام ثابت ہوگی۔ یہ جلسہ عام بیگم داس، دت، بھگت

سنگھ اور دوسرے بھوک ہڑتالیوں کو مبارک باد پیش کرتا ہے اور قرار دیتا ہے کہ ان کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی''۔

۲) عبدالرحمٰن ندوی کی قرارداد جس کی تائید حکیم عبدالجلیل ندوی نے کی:

''یہ جلسہ حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ بھوک ہڑتال بل واپس لیا جائے اور اس کے ساتھ محبِّ وطن ارکان قومی اسمبلی سے درخواست کرتا ہے کہ اس بل کی حمایت نہ کریں کیونکہ یہ ایک ظالمانہ اور استبدادی بل ہے''۔

غلامی صمدانی درزی نے اردو میں نظم پڑھی جو انہوں نے خود لکھی تھی۔ اس میں لوگوں سے کہا گیا تھا کہ وہ فرقہ وارانہ اختلافات بھلا کر اتفاق واتحاد پیدا کریں۔ اس میں محبِّ وطن لوگوں کو جیل بھیجنے کے سرکاری اقدامات کی مذمت کی گئی تھی اور عوام سے اپیل کی گئی تھی کہ جنرل نادر خان کو مالی امداد بہم پہنچائیں۔ مزید براں جن افغانوں نے بچہ سقہ کو تختِ حکومت پر بٹھایا تھا ان کی مذمت کی گئی تھی۔

ملاپ سنگھ نے کہا کہ داس کی موت نے مجھے دوبارہ میدان میں گھسیٹ لیا ہے۔ انہوں نے ایک پنجابی نظم پڑھی جس میں حاضرین سے ملک کی آزادی کے لئے جان کی بازی لگانے کو کہا گیا تھا۔ انہوں نے حاضرین سے کہا کہ میرے ساتھ مل کر ترانہ گائیں۔ سب نے ایسا ہی کیا۔

خان عبدالغفار خان نے اس جلسہ کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے ہندوستان میں سیاسی تحریکوں کی تاریخ پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان ہمارا ہے اور انگریزوں کا اس پر کوئی حق نہیں۔ نوجوان چاہتے ہیں کہ انگریز یہاں سے بوریا بستر گول کر کے چلے جائیں، ہم خود اس ملک کو سنبھال لیں گے۔ نوجوانوں کا اور کوئی قصور نہیں۔ انہوں نے جیلوں میں قید انگریزوں اور دیسی لوگوں کے ساتھ سلوک کا تقابلی جائزہ پیش کیا کہ ان کو مختلف قسم کی خوراک دی جاتی ہے۔ نوجوان قوم کی خدمت کر رہے ہیں اسی لئے انہیں گرفتار کر کے جیلوں میں ڈالا جا رہا ہے۔ سیاسی قیدیوں کے مطالبات معقول ہیں لیکن ظالم حکومت ان پر کان نہیں دھرتی۔ جس مقصد کیلئے داس اور ان کے ساتھیوں نے جدوجہد کی وہ ہندوستان کے سب قیدیوں کے لئے سہولتیں حاصل کرنا ہے۔ خان عبدالغفار خان نے کہا کہ میں جتندر ناتھ داس کو ایک قومی شہید کہوں گا۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے داس اور ان کے ساتھیوں کو ہر قسم کی لالچ دی اور دوستوں کے ذریعے انہیں مجبور بھی کیا کہ وہ بھوک ہڑتال ترک کر دیں۔ لیکن انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ آخر کار یہ نوجوان ۱۳ ستمبر ۱۹۲۹ء کو جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ خان عبدالغفار خان نے کہا

کہ یہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ قومی مقاصد کیلئے جان کا نذرانہ پیش کریں لیکن اب یہ کام غیر مسلموں نے سرانجام دینا شروع کر دیا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں سے کہا کہ اگر ایک زندہ قوم کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہو تو جتندر ناتھ داس کے نقش قدم پر چلو اور داس کی قربانی کی خبر گاؤں گاؤں پہنچاؤ۔

حکیم عبد الجلیل نے پہلی قرارداد پیش کرتے ہوئے کہا کہ جتندر ناتھ داس ایک قومی مقصد کے لئے قربان ہوئے ہیں اور ان کی تقلید کرنی چاہئے۔ لالہ لاجپت رائے نے بھی ملک وقوم کے لئے جان کا نذرانہ پیش کیا تھا۔ داس کی موت ایک عزت کی موت ہے یہ قوم کے لئے زندگی اور حکومت کے لئے رسوائی کا پیغام ہے۔ حکومت ظالم اور جابر ہے جس نے جتندر ناتھ داس کو موت سے قبل غیر مشروط پر رہا نہ کیا۔ آنجہانی لالہ لاجپت رائے نے کہا تھا کہ اس قسم کی قربانیاں حکومت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوں گی۔ مسٹر داس کی موت نہ صرف ایشیاء کیلئے بلکہ پوری دنیا کیلئے باعث فخر بنے گی۔

داس نے سیاسی قیدیوں سے بدسلوکی کے خلاف بھوک ہڑتال کی اور زندگی کا نذرانہ پیش کیا۔ ان کے مطالبات پر معقول انداز میں غور کرنے اور جیل کمیٹی کی سفارشات پر عمل کرنے کی بجائے حکومت نے بھوک ہڑتال بل پیش کر دیا ہے۔ داس نے غلامی کی زندگی پر موت کو ترجیح دی ہے۔ اس کی موت ایک دائمی حیات ہے اور انہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

کا کا جی صنوبر حسین مہمند نے پہلی قرارداد کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ داس نے ملک کے لئے جان کا نذرانہ پیش کیا ہے اور اس طرح وہ دوسروں کے لئے ایک مثال پیش کر گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مانگنے سے کچھ بھی نہیں ملتا۔ انہوں نے کہا کہ ایک ایسی حکومت سے کسی خیر کی توقع کرنا عبث ہے جو ایسے قوانین وضوابط کے سہارے چل رہی ہے جو قابل اصلاح ہونے کے باوجود اصلاح کے بغیر نافذ ہیں۔ یہ قوانین سرمایہ داری اور سامراج کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے ہیں۔ داس اس وقت تک زندہ رہے گا جب تک ہم اس کی تقلید کرتے رہیں گے۔

ایک سکھ نے پہلی قرارداد کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ مجھے خوشی ہے کہ حال ہی میں لاہور جیل میں بھگت سنگھ اور دت سے ملاقات کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ ان کی قربانی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اب صرف عمل ہی کی ضرورت ہے۔ انہوں نے آئرلینڈ میں میکس وائنی (Max winey) کی بھوک ہڑتال کا ذکر کیا اور کہا کہ اس کا مطالبہ آئرلینڈ کی آزادی کیلئے تھا جبکہ ہمارے بھائی صرف سیاسی قیدیوں سے بدسلوکی بند کرنے کا مطالبہ ہی تو کر رہے ہیں۔ دنیا بھر میں سیاسی قیدیوں سے اخلاقی قیدیوں کی

طرح سلوک روانہیں رکھا جاتا۔انہوں نے یورپی مجرموں اور ہندوستانی سیاسی قیدیوں کے ساتھ سلوک کا تقابلی ذکر کیا۔اور کہا کہ کھدر اور دیگر دیسی اشیاء خریدی جائیں۔انہوں نے لوگوں سے کہا کہ کانگرس میں شامل ہوکر سچے ہندوستانی بن جائیں۔یہ داس کا آخری پیغام ہے۔مہاشہ کرشن نمائندہ فرنٹیر ایڈووکیٹ پشاور نے بھی قرارداد کی تائید کی اور لوگوں سے کہا کہ داس کے ساتھ عملی ہمدردی کا ثبوت دیں۔داس کی قربانی نے ایک ملک میں آزادی کی روح پیدا کر دی ہے جو آزادی کا سبب بنے گی۔اس متکبر ومغرور حکومت کو یہ بتا دیں کہ ہم اپنے رہنماؤں کی مزید رسوائی برداشت نہیں کریں گے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک ہمیں آزادی حاصل نہیں ہو جاتی۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور نوجوان بھارت سبھا:

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے جتندر ناتھ داس کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا جو حکومت کو پرامن طریقے سے مطالبات پیش کرنے کے حق میں ہیں کہ داس کی موت سے اس بات کا اندازہ لگالیں کہ کیا پرامن طریقے سے مطالبے کر کے وہ اپنا مقصد حاصل کر لیں گے۔داس نے ایک سبق چھوڑا ہے۔انہوں نے فرمایا کہ جیلوں میں جا کر دیکھیں کہ دیسی سیاسی قیدیوں کے ساتھ دفعہ ۴۰۶، دفعہ ۳۷۹، دفعہ ۴۲۰ اور دفعہ ۴۷۷ کے سزا یافتہ انگریز قیدیوں سے بدرجہا برا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔انگریز قیدیوں کی جیلوں میں خدمت کے لئے ہندوستانی قیدی خدمت گار رکھے جاتے ہیں۔انہوں نے فرمایا کہ مجھے حیرت ہے کہ اخلاق باختہ انگریز مجرم اس طرح کیوں کر راہ راست پر لائے جا سکتے ہیں۔

امیر شریعت نے کہا کہ مسٹر داس، بھگت سنگھ اور دت اپنے لئے حکومت نہیں مانگ رہے تھے وہ سیاسی قیدیوں کے لئے بہتر سلوک کا مطالبہ کر رہے تھے۔انہوں نے کہا کہ مجھے خوشی ہے کہ داس جان پر کھیل گئے ہیں لیکن اس بات پر افسوس ہے کہ انہوں نے ایک معمولی مطالبے کے لئے جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔حکومت اور داس کے دوست انہیں بھوک ہڑتال سے روکتے رہے لیکن وہ نہ مانے۔داس کی موت نے حکومت کا چہرہ بے نقاب کر دیا ہے۔انہوں نے کہا کہ آج ٹوڈی خان بہادر صاحبان بھی بعض کانگرسیوں اور خلافتیوں کی طرح حکومت خود اختیاری کی خواہشات ظاہر کر رہے ہیں۔ان کی یہ خواہشات کیسے پوری ہو سکتی ہیں جبکہ جیل میں سڑنے والے قیدیوں کے معمولی مطالبات کوئی نہیں مانتا۔

ایک ایسی حکومت جو ملک میں عام قسم کی اصلاحات تک کرنے کو تیار نہیں وہ حکومت خوداختیاری جیسے مطالبے پر کیوں کر توجہ دے گی۔اس کے بعد جلسہ مغرب کی نماز کیلئے ملتوی کیا گیا۔نماز مغرب کے بعد خلافت کے رضا کاروں نے قومی ترانہ گایا۔نماز کے بعد سید عطاء اللہ شاہ بخاری امیر شریعت نے اپنی تقریر دوبارہ شروع کی اور کہا کہ داس نے ایک زندہ مثال چھوڑی ہے۔انہوں نے ایثار و قربانی سے متعلق اشعار بھی پڑھے۔انہوں نے کہا کہ جو حکومت جیل مینول (Jail manual) میں اصلاحات نہیں کرتی اس سے آئی پی سی میں ترامیم کی توقع کرنا فضول ہے۔داس نے تو ایک قومی نصب العین کے لئے قربانی دے دی ہے۔لیکن میں خدا سے دعا کروں گا کہ ہندوستانی قیدیوں کا مطالبہ تسلیم نہ ہو کیونکہ جب تک کسی ملک کے باشندے تباہ حالی کی سختیاں محسوس نہ کرنے لگیں۔ وہاں انقلاب خواہ مخواہ نہیں آتا۔اس لئے میں خدا سے دعا کرتا ہوں لوگ مزید پائی پائی کو محتاج ہو جائیں تا کہ وہ حکومت کو واجبات ادا نہ کرسکیں۔انہوں نے داس کی قربانی کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے صوبہ سرحد کے لوگوں کو خوب جھنجھوڑا۔انہوں نے کہا کہ بھگت سنگھ اور دت ہندو دھرم کی خاطر نہیں لڑ رہے بلکہ یہ لوگ سیاسی قیدیوں کی حالت سدھارنے کی جنگ لڑ رہے ہیں۔داس نے اتحاد،مساوات اور حسن سلوک کا درس دیا ہے۔انہوں نے کہا کہ ہر شخص میدان میں نکلے اور داس کی تقلید کرتے ہوئے خدا سے وعدہ کرے کہ وہ ملک کی خدمت کرے گا اور فرقہ واریت سے اجتناب کرے گا۔ مذہب کو درمیان میں رکاوٹ نہ بنائیں اور سیاسی تعلیم حاصل کریں۔ یہ نوجوانوں کے جاگنے کا وقت ہے۔انہوں نے کہا کہ کالج کے طالب علموں کو ہر پر تعیش طرز زندگی چھوڑ کر سادہ زندگی کو اپنا شعار بنانا چاہئے۔اس طرح ملک آزاد ہو سکے گا۔ انہوں نے اپنے سامعین سے کہا کہ موت سے محبت کرنا سیکھو۔قراردادیں اور زندہ باد کے نعرے کام نہیں آسکتے۔ایک بنگالی اپنی جان سے گزر گیا ہے اور لوگ آرام و آسائش کی فکر کر رہے ہیں۔انہوں نے رضا کاروں سے بالخصوص اور تمام حاضرین سے بالعموم حلف لیا کہ وہ آئندہ غیر ملکی سامان نہیں خریدیں گے۔ جب میں پشاور دوبارہ آؤں تو مجھے آپ کو دیسی کپڑا پہنے دیکھ کر خوشی ہوگی۔ جو لوگ صرف سودیشی کپڑا پہننے کے لئے بھی تیار نہ ہوں ان سے داس، بھگت اور دت کی تقلید کی توقع کرنا بیکار ہے۔سودیشی کپڑے کا استعمال جولاہوں کی معاشی حالت سدھارنے کا باعث بنے گا۔ یہ لوگ زیادہ تر مسلمان ہیں۔انہوں نے کہا کہ پنجاب میں تقریباً دس ہزار بچوں کو صرف نان نفقہ کے لئے مذہب چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔میں غیر ملکی سامان کی شان و شوکت کے حق میں نہیں ہوں۔انہوں نے کہا کہ حب الوطنی کا پہلا

قدم یعنی سودیشی مال کا استعمال بھی آپ لوگوں نے ابھی شروع نہیں کیا اور داس اور ان کے ساتھی یہ سب کچھ کر چکے ہیں۔ آخر میں انہوں نے لوگوں سے کہا کہ آپ کانگرس میں شامل ہو جائیں۔ یہ تاثر غلط ہے کہ کانگرس ہندوؤں کی جماعت ہے۔ حکومت بھی اس کو ہندوستان بھر کی واحد سیاسی جماعت کے طور پر تسلیم کرتی ہے۔ انہوں نے خداوند کریم سے دعا کی کہ ہمیں حب الوطنی اور ملک پر تن من دھن نچھاور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خان عبدالغفار خان نے کہا کہ میں نے دوسری قرارداد پیش کرنی تھی لیکن میں ایسا نہیں کروں گا کیونکہ حکومت یا اسمبلی ممبران سے قراردادوں کے ذریعے کسی بھلائی کی توقع عبث ہے۔ عملی کام کی ضرورت ہے کیونکہ محض قراردادوں سے آزادی نہیں ملتی۔ انہوں نے کہا کہ لوگ جلسوں میں آتے ہیں اور قراردادیں منظور کرتے ہیں لیکن ان پر عمل درآمد نہیں کیا جاتا۔ انہوں نے لاہور میں مسٹر ملر (Mr. Miller) کی تقریر کا ذکر کیا جنہوں نے کہا تھا کہ اگر حکومت ہند کی مشینری کم از کم ایک ہفتے کے لئے بھی کام کرنے سے روک دی جائے تو انگریز ہندوستان میں مزید نہیں ٹھہر سکیں گے۔ انہوں نے اپنے سامعین سے کہا کہ داس اور سردار علی احمد جان کے نقش قدم پر چلیں جنہوں نے زندہ مثالیں چھوڑی ہیں۔ ہم عزت نفس سے عاری ہیں۔ ہماری عزت اور وقار خطرے میں ہے اور ہم سے کتوں کی طرح کا سلوک کیا جاتا ہے۔

ہندوستانیوں کی نسبت انگریز خطیر تنخواہیں وصول کر رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہندوستانی رشوت لینے کی لت کا شکار ہو رہے ہیں۔ ملک ہمارا ہے اور عیاشی انگریز کر رہے ہیں۔ اگر آپ عزت و احترام چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ کے بھائی دیانت دار بن جائیں تو آپ داس اور سردار احمد جان کو مثال بنا کر سامنے رکھیں۔ صرف الفاظ سے کچھ نہیں ہوتا۔ آزادی کے لئے جان و مال کی قربانی درکار ہے۔ حکومت کی یہ کوشش ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے مقابل لا کھڑا کیا جائے۔ فرنگیوں کا بوریا بستر گول کر دیں تو آپ خوشحال ہو جائیں گے۔ اپنی تمام توانائیاں اس ضروری کام کے لئے وقف کر دیں اور پھر اپنی کوششوں کا نتیجہ دیکھیں۔ آزادی قربانیوں سے ملتی ہے یہ کوئی آسان کام نہیں۔ جب تک اپنا مقصد حاصل نہ کر لیں آرام سے نہ بیٹھیں۔

نوجوانان سرحد کا ایک اشتہار:

یہ اشتہار ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبرا فائل نمبر ۱۵ کے صفحہ نمبر ۱۲۷ پر موجود ہے۔ اس کے اوپر "آزادی یا موت" لکھا تھا۔ اس کے بعد "انقلاب زندہ باد" کی جلی سرخی تھی۔ یہ رسالہ نوجوانان سرحد پشاور کا اشتہار تھا۔ اس میں ذیل کی تحریر تھی۔

''مزدور اور کسان تحریک کا حامی غریبوں کا مددگار۔ آپ کے جوانوں کا رہنما اور آزادی کا علمبردار''

''نوجوانان سرحد'' اپنی رنگارنگ اور دلکش تحریروں کے ساتھ عنقریب پشاور سے جاری ہوگا۔ سرزمین بے آئین کے دارالخلافہ پشاور سے عبدالرحمٰن ریا کے زیرادارت شائع ہوگا۔

اسکے آسمان شکن مضامین اور نظمیں اردو اور فارسی میں سرمایہ داری اور سامراج کے لئے کم ہلاکت انگیز اور خان ازم اور ٹوڈی ازم کے لئے کم دہشت ناک نہ ہونگے۔ اس کا مقصد لاقانونیت بے نقاب کرنا اور نسل پرستی اور اقربا پروری کے چیتھڑے اڑانا ہوگا۔

یہ معاشرے کیلئے نئے خطوط وضع کرے گا۔ اس کا سالانہ چندہ حسب ذیل ہے۔

مزدوروں اور کسانوں کے لئے	=	۴ روپے
طلباء کے لئے	=	۳ روپے
روسا، وکلاء اور غیر ممالک	=	۵ روپے
حکومت	=	۱۰ روپے

ایجنٹوں اور مشتہرین کے لئے نادر موقع۔ معقول اشتہار کا معاوضہ پیشگی لیا جائے گا۔

منیجر رسالہ نوجوانان سرحد پشاور

مطبوعہ اقبال سٹیم پریس پشاور

(مورخہ: ۱۰ دسمبر ۱۹۲۹ء کے سرکاری نوٹ میں انگریزی ترجمہ موجود ہے)

جمعیت نوجوانان سرحد میں نئے ارکان:

۱۳ جنوری ۱۹۳۰ء کو خفیہ والوں نے ڈپٹی کمشنر، چیف کمشنر اور آئی جی پی کو اطلاع دی کہ عبدالرحمٰن ریا، عبدالعزیز حلوائی اور روشن لعل کی جماعت جو رسالہ نوجوانان سرحد کے دفتر میں جمع ہوتے

ہیں، ترقی کر رہی ہے اور ان میں ذیل کے افراد شامل ہو گئے ہیں۔

۱۔ اچرج رام ولد بھگت رام
۲۔ امیر سنگھ ولد مدن سنگھ
۳۔ فقیر چند ولد گوپی چند محلّہ گنج
۴۔ ہری رام ولد ٹھاکر داس پیپل منڈی
۵۔ چمن لعل ولد گنگا شان طالب علم نیشنل ہائی سکول
۶۔ یعقوب ولد فضل قادر پل پختہ
۷۔ محمد ایوب ولد میاں محمد کریم پورہ
۸۔ حاجی کرم الٰہی ولد حاجی فضل الٰہی بازار کلاں
۹۔ عبداللہ درزی رام چوک

اطلاع میں کہا گیا تھا کہ وہ روشن خیال لوگ ہیں۔ انہیں اکثر و بیشتر گھنٹہ گھر کے قریب واقع نوجوان سرحد کے دفتر میں عبدالرحمٰن ریا سے ملتے دیکھا گیا ہے۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور نوجوان بھارت سبھا:

دسمبر کے اواخر میں کانگرس کا سالانہ اجلاس لاہور میں ہونا قرار پایا تو اس کے لئے صوبہ سرحد سے جو رہنما شرکت کے لئے منتخب کئے گئے ان میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کا نام بھی تھا۔ مولانا صاحب اجلاس سے دو تین قبل ہی خاموشی سے لاہور چلے گئے اور وہاں نوجوان بھارت سبھا اور کرتی کسان پارٹی کے اجلاسوں میں شریک ہوئے۔

۲۶ دسمبر ۱۹۲۹ء کو دوپہر کے وقت اسی پنڈال میں جس میں کانگرس کی سبجیکٹ کمیٹی کا اجلاس ہوا تھا نوجوان بھارت سبھا کا افتتاحی اجلاس شروع ہوا۔ اجلاس شروع ہوتے ہیں سرکاری خفیہ رپورٹوں کے مطابق تقریباً چار ہزار حاضرین پہنچ گئے۔

اس کے بعد ۲۶ دسمبر کو اسی روز سوا تین بجے سہ پہر آل انڈیا کرتی کسان کانفرنس کا افتتاحی اجلاس بھی ''لاجپت رائے نگر'' میں ہی ہوا۔ اس کے پہلے ہی اجلاس میں صرف سرکاری رپورٹوں کے مطابق ۹۰۰۰ افراد شریک ہوئے۔ دوسرے دن ۲۷ دسمبر ۱۹۲۹ء کو کرتی کسان کانفرنس کا دوسرا اور آخری

اجلاس اسی لالہ لاجپت رائے نگر میں دوپہر کے وقت منعقد ہوا۔اس میں سرکاری رپورٹوں کے مطابق ۵۰۰۰ افراد کے لگ بھگ شرکاء موجود تھے۔اس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے کہا کہ اگر محنت کش اور کسان ملک میں صحیح معنوں میں جمہوریت قائم کرنا چاہتے ہیں تو ان کا اولین فرض فرنٹیئر ریگولشنز کا خاتمہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ قانون ہندوستان میں غلامی اور سرمایہ داری کی جڑوں کو مضبوط اور محفوظ رکھنے والے ایک قلعے کے طور پر استعمال ہورہا ہے۔یہ قوانین جہالت کی بدترین مثال ہیں اور ان کے نفاذ کا مقصد غریبوں،مظلوم محنت کشوں اور کسانوں کے حقوق کو بری طرح پامال کرنا ہے۔خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxvi،سال ۱۹۳۰ء پیرا نمبر ۱۶۸،صفحہ ۶۷ وغیرہ۔

نوجوان بھارت سبھا:

۱۴ جنوری ۱۹۳۰ء کو رسالہ نوجوان سرحد کے دفتر میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں کثیر تعداد میں لوگ شریک تھے۔اجلاس کی صدارت عبداللہ خان خنجر نے کی۔اس اجلاس میں انجمن نوجوانان سرحد کا نام تبدیل کرکے نوجوان بھارت سبھا رکھ دیا گیا۔اس موقع پر اس کا ایک انتخاب عمل میں لایا گیا جس میں ذیل کے عہدیدار منتخب ہوئے:

کامریڈ عبدالرحمٰن ریا — صدر

کامریڈ فقیر چند وید — نائب صدر

عبدالحئ — سیکرٹری

اچرج رام اور عبدالغفور آتش اسسٹنٹ سیکرٹری

ارکان ورکنگ کمیٹی میں ذیل کے نام تھے۔

۱۔ سعید
۲۔ چونی لعل
۳۔ سوہن لعل
۴۔ امیر سنگھ
۵۔ اللہ بخش برقی وغیرہ

نوجوان بھارت سبھا کے رکنیت فارم امرتسر سے چھپ کر آئے تھے۔

(خلاصہ خفیہ پولیس سال ۱۹۳۰ء پیرا۱۸۵)

اس کے بعد اگلے دن عبدالرحمٰن ریا نے گھنٹہ گھر کے قریب ایک نیا بورڈ اپنے رسالہ ''نوجوان سرحد'' کے دفتر پر آویزاں کر دیا۔ بورڈ پر لکھا تھا:

دفتر رسالہ نوجوان سرحد (نوجوان بھارت سبھا صوبہ سرحد)

سرکاری ریکارڈ میں لکھا ہے کہ انجمن کے ارکان کے لاہور کے دورہ کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا۔

(ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبر ا، فائل ۱۶، صفحہ نمبر ۴۵)

ان دنوں ایک اجلاس نوجوان بھارت سبھا کے دفتر میں منعقد ہوا جس میں جوالہ داس ولد امر چند نے سبھا کی رکنیت اختیار کر لی۔ سبھا کے ارکان نے رنگوناتھ مندر پر ہندو اور سکھوں کے تنازعہ پر غور کیا اور صلح صفائی کی کوششیں شروع کر دیں۔ تا کہ ہندوستان میں فرقہ وارانہ جذبات کا سد باب کیا جا سکے۔ خفیہ والوں کا خیال تھا کہ جوالہ داس کے کہنے پر سبھا کے ارکان نے فساد مٹانے کے لئے اپنی خدمات پیش کی تھیں۔ مسلمان ارکان سبھا نے اس سلسلے میں ثالثی کی۔

عبدالرحمٰن ریا دفتر میں صرف ارکان اور مہمانوں سے ملاقات کرتے تھے اور جماعت کا کام اپنے گھر پر ہی کرتے تھے۔ ملاپ سنگھ کی دکان اور صادق نیوز ایجنسی والوں کے پاس رسالے کھلے عام ملتے تھے۔

۱۹ جنوری ۱۹۳۰ء کو نوجوان بھارت سبھا کا ایک خفیہ اجلاس منعقد ہوا جس میں غیر ملکی مال کے بائیکاٹ کی تجویز پیش کی گئی۔ طے پایا کہ برطانوی مال استعمال نہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ دیہات میں اس بائیکاٹ کو کامیاب بنانے کی مہم شروع کرنے اور اتمان زئی کے خان عبدالغفار خان سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا۔

(خلاصہ خفیہ سال ۱۹۳۰ء پیرا نمبر ۸۵)

باب نمبر ۳ یوم آزادی

۲۶ جنوری ۱۹۳۰ کو شاہی باغ میں ساڑھے تین بجے ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں پرچم آزادی کے سائے میں اور رادھا کشن بی اے کی صدارت میں تقریریں ہوئیں۔اس نے پہلے ایک بڑا جلوس نکالا گیا۔جلوس میں درج ذیل اصحاب نمایاں تھے:

کانگرس کے پرچم تلے

۱۔ آغا سید لعل بادشاہ بخاری
۲۔ علی گل خان
۳۔ سید قاسم جان
۴۔ حکیم عبدالجلیل ندوی
۵۔ لالہ رادھا کشن وکیل
۶۔ عبدالرحمٰن ندوی
۷۔ ڈاکٹر جواہر سنگھ
۸۔ غلام ربانی سیٹھی
۹۔ اللہ بخش برقی
۱۰۔ رحیم بخش غزنوی
۱۱۔ غازی محمد عثمان نسواری
۱۲۔ حاجی کرم الٰہی
۱۳۔ ملاپ سنگھ
۱۴۔ امر سنگھ

نوجوان بھارت سبھا

کارکنوں نے نوجوان بھارت سبھا کا سرخ پرچم اٹھا رکھا تھا۔اس پر ذیل کے نعرے درج تھے۔

انقلاب زندہ باد، سرمایہ داری برباد

آزاد ہندوستان زندہ باد

مزدور و کسانو متحد ہو جاؤ

پرانے نظام کو برباد کردو

اس کے پیچھے پلے کارڈوں پر حسب ذیل نعرے تھے۔

سرخ پرچم بلند کرو کیونکہ آزادی قریب ہے۔

کامریڈ اشفاق اللہ خان شہید زندہ باد

اس کے پیچھے نوجوان سبھا والوں نے بھگت سنگھ اور دت وغیرہ کی تصویریں اٹھا رکھی تھیں۔ جن کے نیچے لکھا تھا:

تختہ دار آزادی کی پہلی سیڑھی ہے

اس کے بعد بھگت سنگھ، دت، اشفاق اللہ خان کی تصاویر کے نیچے بالشوزم زندہ باد، سرمایہ داری مردہ باد، سرمایہ داری چوری کا دوسرا نام ہے درج تھا۔

پھر بھگت سنگھ اور دت کی تصاویر تھیں۔

رہنماؤں میں ذیل کے لوگ نمایاں تھے:

۱۔ عبدالرحمٰن ریا

۲۔ عبدالعزیز خوش باش

۳۔ روشن لعل

۴۔ صنوبر حسین کاکاجی

۵۔ اچرج رام

۶۔ چمن لعل

۷۔ عبدالحیٔ

۸۔ فقیر چند وید

۹۔ کشن چند

۱۰۔ ہری رام

۱۱۔ امیر سنگھ

ان کے پیچھے نو جوان بھارت سبھا کے ۳۰ رضا کار تھے۔

خدائی خدمت گار:

سب سے آگے سفید پرچم تھا اور پیچھے بیس پچیس رضا کار تھے۔ رہنماؤں میں سرفراز، نقیب اللہ اور پر دل خان نمایاں تھے۔

خالصہ نو جوان جتھہ پشاور:

سب سے آگے سیاہ پرچم تھا اور پیچھے پیچھے بیس بائیس کارکن تھے۔ راستہ بھر میں کارکن نعرے لگا رہے تھے۔ ہردیت سنگھ جتندرر رہنمائی کر رہے تھے۔ نعرے حسب ذیل تھے:

اپ اپ دی نیشنل فلیگ

انقلاب زندہ باد

ڈاون ڈاون دی یونین جیک

بھگت سنگھ اور دت زندہ باد

بالشوزم زندہ باد

پرانے نظام کو تباہ کر دو

دنیا بھر کے کسانو اور مزدورو ایک ہو جاؤ

سرمایہ داری برباد

جلوس میں نمایاں طور پر نعرے لگانے والوں میں غلام ربانی، حاجی کرم الٰہی، روشن لعل، عبدالرحمٰن ریا، عبدالعزیز خوش باش اور اچرج رام شامل تھے۔ یعقوب رضا کار ''برطانوی حکومت پر لعنت'' اور ''برطانوی حکومت تباہ و برباد ہو جائے'' کے نعرے لگا رہا تھا۔ وہ زور زور سے چیخ رہا تھا کہ ''صوبہ سرحد کے لوگو! متحد ہو جاؤ اور انگریز کو ہندوستان سے نکال دو''۔ وقفے وقفے سے ہر جماعت کے کارکن قومی ترانے گا رہے تھے۔

خفیہ والوں کے مطابق ساڑھے تین بجے سہ پہر نو جوان بھارت سبھا، کانگرس اور خالصہ جتھے والوں نے قابل اعتراض قومی ترانے گا کر جلسے کا افتتاح کیا۔ یہ ترانے ملک بھر میں ہر جگہ گائے جاتے تھے اور پریس میں وقتاً فوقتاً ان کا ذکر ہوتا رہتا تھا۔ جلسے میں ۲۰۰۰ سے ۳۰۰۰ تک لوگ موجود تھے (ڈی سی بستہ نمبر ۱، فائل نمبر ۱۶، صفحہ نمبر ۱۲) آغا سید لعل بادشاہ بخاری کے دس سالہ بچے نے درج ذیل تقریر کی

(تقریر زبانی تھی)

''جو قوم دوسروں کی غلام ہو وہ ہر قوم کی نظر میں ذلیل ہوتی ہے۔ ہندوستان کی بدقسمتی یہ ہے کہ اس پر انگریزوں کی حکومت ہے۔ صوبہ سرحد تمام جابرانہ قوانین کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ اس غلامی نے درمیانی طبقے کو غریب تر اور سود خور سرمایہ داروں اور ساہوکاروں کو امیر تر بنا دیا ہے۔ خان، مشران اور برطانوی حکومت قرضوں، قانونی مقدموں، جرگوں، مالیہ اور ٹیکسوں کے ذریعے موٹے تازے ہور ہے ہیں۔ جب ہم ان مظالم کے خلاف صرف شکایت بھی زبان پر لاتے ہیں تو ہمیں بالشویک اور کمیونسٹ کہا جاتا ہے۔ اگر اپنے پیٹ کیلئے صدائے احتجاج بلند کرنا بالشوزم یا کمیونزم ہی ہے تو یہاں پر بیٹھے ہوئے سب لوگ بالشویک اور کمیونسٹ ہیں۔ موجودہ حکومت کو تہس نہس کر دو کہ یہاں مزدور کو جائز اجرت بھی میسر نہیں ہوتی۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ جس زمیندار کی سالانہ آمدن ۵۰۰ روپے سے کم ہو اس سے کوئی مالیہ وصول نہ کیا جائے۔ دیوانی مقدمے کیلئے سالانہ ۵ روپے وصول کیا جانا چاہئے۔ اگر زمیندار کی پیداوار قلیل ہو تو اس سے کچھ وصول نہ کیا جائے۔ اگر مستقبل قریب میں یہ نقائص دور نہ کئے گئے تو ایک انقلاب آجائے گا۔ ایک ایسا انقلاب جس کو طاقت ور ترین حکومت بھی نہیں روک سکے گی۔ جب تک ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت ہے اس وقت تک مزدوروں اور کسانوں کی حالت سدھر نہیں سکتی۔ اس حکومت کو ہر حالت میں بدلنا ہوگا۔ اب جلوسوں جلسوں اور قراردادوں کا وقت گزر گیا ہے۔ اب وقت کی ضرورت اور وقت کی پکار آرام وسکون کی زندگی ہے۔ کانگرس کی گزشتہ ۴۰ سال کی زندگی اور لوگوں کی چیخ و پکار کے باوجود حکومت کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ جو حقوق لوگوں کو حکومت نے دیئے بھی ہیں وہ عوام کی جدوجہد کے نتیجے میں حاصل ہوئے ہیں۔ حکومت اس صوبے میں اصلاحات کرنے کیلئے اب بھی تیار نہیں ہے۔ کیونکہ اس صوبے کے مسلمان اصلاحات کیلئے اتنی سرگرمی، جانبازی اور جوش و جذبے سے تحریک نہیں چلاتے جس کی ضرورت ہے۔

ہمارے ہندو اور سکھ ہم وطن اپنی جدوجہد اور تحریک کے زور سے کامیاب جا رہے ہیں لیکن مسلمان پیچھے رہ گئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان آج ہر لحاظ سے پسماندہ اور خوار ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ بھی حکومت کے خلاف دوسرے ہم وطنوں کے شانہ بشانہ صف آرا ہو جائیں۔ اگر مسلمان بے حس اور بے حرکت رہے تو ان کے ساتھ شودروں سے بھی بدتر سلوک ہوگا۔ مسلمانوں کو حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن بزدلی کی وجہ سے مسلمان دوسری قوموں کے سامنے ہاتھ

پھیلانے پر مجبور ہیں۔ اس صوبے میں ۹۶ فی صد مسلمان ہیں لیکن اس کے باوجود اگر وہ آزادی حاصل نہیں کر سکتے تو انہیں شرم آنی چاہئے۔ لیکن نارمن بولٹن کو اچھی طرح معلوم ہے کہ مسلمان مر چکے ہیں۔ لیکن حکومت کو یہ بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ مسلمان شریعت پر کاربند ہو جائیں تو حکومت کی تبدیلی عدم تشدد اور امن کے ذریعے بھی ممکن ہے۔ اگر ضرورت ہے تو عزم کی ضرورت ہے تو روپے پیسے کی اور ضرورت ہے تو قربانی کی۔ اگر آپ نے یہ حاصل کرلیں تو آپ یقیناً دوسرے صوبوں کے برابر حقوق حاصل کرنے ہیں کامیاب ہو جائیں۔

کیا آپ کل سے بیرونی کپڑے کا بائیکاٹ کریں گے۔ (حاضرین نے جواب دیا بالکل، بالکل) اگر آپ اپنی قائم کردہ میونسپل کمیٹی کو ٹیکس ادا کریں گے تو اس کے ممبر بہتر کارکردگی ظاہر کرسکیں گے اور مفید کام سرانجام دے سکیں گے۔ میری دعا خداوند کریم سے ہے کہ وہ ہمیں عملی کام کی توفیق عطا فرمائے۔

اس تقریر کے دوران اور اس کے بعد لوگ نعرے لگاتے رہے حکیم عبدالجلیل ندوی نے اس جلسہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے آل انڈیا نیشنل کانگرس کی ۴۴ سالہ کارکردگی کا جائزہ لیا۔ انہوں نے کہا کہ کانگرس کے حالیہ اجلاس منعقدہ لاہور نے سوراج کا اصل مطلب واضح کر دیا ہے۔ اور اس نے ہندوستانیوں کو سیدھے راستے کی نشاندھی کر دی ہے۔ انگریز ہندوستان میں اِس طرح رہ سکتے ہیں جیسے وہ جرمنی، فرانس اور ترکی میں بھی رہتے ہیں۔ لیکن ملک کی باگ دوڑ ہندوستانیوں کو ملنی چاہئے۔ انگریزوں کو اب ہندوستانی خزانے کے بل بوتے پر انگلینڈ میں عیش نہیں کرنے دیا جائے گا۔ ڈائر نے پنجاب کے لوگوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے لیکن وہ ہندوستانی خزانے سے بھاری پنشن حاصل کرتا رہا۔ ہندوستانیوں کو اِس پروگرام پر کاربند ہونے کی ضرورت ہے جو ان کے لئے لاہور کانگرس نے طے کر دیا ہے۔ آخر میں اُنہوں نے عوام سے کہا کہ آپ جیلوں، پھانسوں اور قربانیوں کے لئے تیار رہیں ورنہ کانگریس کے چندہ میں اپنا حصہ تو ضرور ڈالیں۔ اس صوبے میں جذبۂ آزادی صوبہ سرحد کانگریس کمیٹی کے قیام کا مرہونِ منت ہے۔ یہی وجہ ہے جس نے آپ کے دِلوں کو آج آزادی کی تڑپ سے گرما کر اس پرچم آزادی کے نیچے لا کھڑا کیا ہے۔ اس لئے آپ اِس پرچم کا احترام کریں اور اس کی لاج رکھیں۔ اگر سول نافرمانی کا فیصلہ ہوا تو آپ وقتاً فوقتاً کانگریس کمیٹی کی قیادت کے احکام پر عمل کریں۔ اگر آپ ان قربانیوں کے لئے تیار نہیں ہیں جن کا ذکر میں کر چکا ہوں تو کم از کم خفیہ طور پر کانگریس فنڈ میں چندہ

دے کر خفیہ رکن بن جائیں۔ کیونکہ صوبہ سرحد کانگریس کی مالی حالت کمزور ہے۔ آپ کانگریس اِنکوائری کمیٹی کے خرچہ کے لئے چندہ دیں جو آپ کو نافذ شدہ جابرانہ قوانین کے شکنجے سے بچانے کے لئے آ رہی ہے۔

اس کے ساتھ ہی لالہ رادھا کشن کو کرسی صدارت کے لئے منتخب کیا گیا۔ اُنہوں نے اعلان کیا کہ کانگریس کے صدر کے حکم کے مطابق مزید تقریریں نہ کی جائیں۔ اِس کے ساتھ ہی اُنہوں نے آغا سید لعل بادشاہ بخاری سے درخواست کی کہ آل اِنڈیا کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس کی قرارداد پڑھ کر سنائیں۔ اس کا ترجمہ سٹی کانگریس کمیٹی نے اشتہار کی صورت میں چھپوایا تھا۔ یہ اشتہار حاضرین میں تقسیم کئے گئے۔

قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔ اِس کے بعد مختلف جماعتوں کے کارکنوں نے قومی نظمیں پڑھیں۔

علی گل خان نے قرارداد کے پشتو ترجمے سے پہلے کہا کہ بدنصیب ہندوستان ہندوستانیوں کا نہیں ہے حالانکہ ایران ایرانیوں کا افغانستان افغانیوں کا اور ترکی ترکوں کا ہے۔ ہندوستان کی اِس سے بڑھ کر اور کیا توہین ہوگی کہ ۳۲ کروڑ ہندوستانیوں پر چند لاکھ انگریز حکومت کر رہے ہیں۔

اِس کے ساتھ ہی لوگ منتشر ہونا شروع ہو گئے۔ حاجی کرم اِلٰہی نے اعلان کیا کہ کانگریز کی رکن سازی شروع ہو چکی ہے اِس لئے آپ لوگ کانگریس کے دفتر میں نام درج کروائیں۔ لوگ جلوس کی صورت میں کانگریس کے دفتر میں اسی ترتیب سے آئے جس طرح وہ جلوس بنا کر جلسہ گاہ آئے تھے۔
(ڈپٹی کمشنر بستہ نمبر ۱، فائل نمبر ۱۶، صفحہ ۱۰۹ سے ۱۱۵)
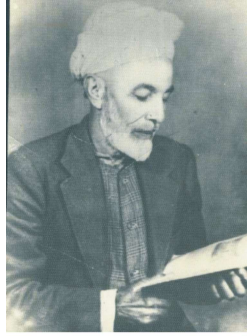
علامہ عبدالرحیم پوپلزئی — کاکاجی صنوبر حسین مہمند

عبدالغفور آتش — اللہ بخش برقی

عبدالعزیز خوش باش — عبدالرحمان ریا

باب نمبر۴ نوجوان سبھا کی سرگرمیاں

اگلے روز ۲۷ جنوری ۱۹۳۰ء کونوجوان سبھا کے دفتر میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ ارکان کے ذمہ واجب الادا تمام چندہ جمع کیا جائے کیونکہ سبھا کی مالی حالت بہت خراب ہے۔ علاقہ آسیہ کے نوجوانوں سے سبھا میں شرکت کی اپیل کی جائے اور کم ازکم تین نوجوان اِس علاقے سے کمیٹی میں شامل کئے جائیں۔ جواس علاقے کی رکن سازی میں ممکنہ مدد فراہم کریں۔ اس اجلاس میں دیوان روشن لعل، عبدالحئی، چمن لعل، عبدالعزیز، عبدالرحمٰن ریا اور فقیر چند وید نمایاں تھے۔ اُن کے کوٹ پر سبھا کے بیج لگے ہوئے تھے جن پر تحریر تھا:

''انقلاب زندہ باد''

''کسانوں اور مزدورو متحد ہوجاؤ!''

''نوجوان بھارت سبھا پشاور''

(ڈی سی، بستہ ا، فائل نمبر ۱۶، صفحہ ۱۲۹)

۲۹ جنوری ۱۹۳۰ء کو پشاور شہر میں واقع سبھا کے اسی دفتر میں شام سات بجے ایک اور خفیہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں عبدالرحمٰن ریا، روشن لعل، فقیر چند، عبدالعزیز خوش باش، عبدالحئی، کشن چند وغیرہ موجود تھے۔ اس میں قرارداد پیش کی گئی کہ سکولوں کے طلباء کو سبھا کا رکن بنایا جائے، یہ تجویز منظور کر لی گئی۔ اِس قرارداد پرعمل درآمد کے لئے سبھا نے اپنے ممبران سے کہا کہ وہ جن جن طلباء کو ذاتی طور پر جانتے ہیں اُنہیں رکن بننے پر آمادہ کریں۔ ذمہ داریاں تفویض کردی گئیں۔ روشن لعل نے چمن لعل کو جو نیشنل ہائی سکول کا طالب علم تھا راضی کرلیا کہ وہ اِس سکول کے طلباء کا ایک اِجلاس بلائے۔ سکول میں ۳۰ جنوری کو شام پانچ بجے ایک خفیہ اِجلاس منعقد کیا گیا۔ روشن لعل جو ''نوجوان سرحد'' کا جائنٹ ایڈیٹر اور سبھا کا ممبر تھا نے خطاب کرتے ہوئے اس سکول کے ہیڈ ماسٹر کے اس رویئے پر اس کی مذمت کی کہ اس نے چمن لعل کی صرف اس شک کی بناء پر پٹائی کی تھی کہ اس نے مبینہ طور پر دو ہفتے قبل ''یونین جیک'' سکول سے اُتارا تھا۔ حالانکہ چمن لعل کا اپنا قصور نہیں تھا۔ روشن لعل نے کہا کہ اُصولاً نیشنل سکولوں پر نیشنل پرچم ہی لہرانے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اُنہوں نے طلباء سے اَپیل کی کہ وہ سرحد نوجوان بھارت سبھا کے رکن بنیں۔

(ڈی سی، فائل نمبر ا، بستہ نمبر ۱۶، صفحہ نمبر ۱۳۳)

اِس کے ایک ہفتے بعد ۴ فروری ۱۹۳۰ء کو سی آئی ڈی نے حکومت کو اِطلاع دی کہ اللہ بخش برقی عنقریب نوجوان بھارت سبھا کے ترجمان اخبار ''سرفروشانِ اِسلام (سرفروش)'' کے ڈیکلیریشن کی درخواست دائر کرنے والے ہیں۔ (صفحہ نمبر ۱۴۱)

اگلے روز ۵ فروری کو اِسلامیہ کلب ہال میں ۶ بجے نوجوان بھارت سبھا کے پندرہ بیس کارکن جمع ہوئے اور ۵ بجے تک ان کی تعداد تیس پینتس تک ہوگئی تو ایک اِجلاس منعقد کیا گیا۔ اس اِجلاس میں عبدالرحمٰن ریا، روشن لعل، عبدالعزیز، اللہ بخش برقی، رام سرن نگینہ، اتم چند، فقیر چند، وزیر چند، فضل محمود، محمد عثمان اور غلام ربانی بہت نمایاں تھے۔

رام سرن نگینہ، اچرچ رام، عبدالعزیز خوش باش اور فقیر چند نے یک آواز ہوکر ایک نظم گائی۔

عبدالرحمٰن ریا نے اِجلاس کی کارروائی کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ'' آج کا اِجلاس ایک منفرد اِجلاس ہے۔ ہمارا مقصد لوگوں کو حکومت کی مخالفت برائے مخالفت پر اُکسانا نہیں بلکہ کسانوں اور مزدوروں کو متحد کرنا ہے۔ اُنہوں نے کامریڈ اتم چند بجاج سے درخواست کی کہ وہ صدارت کی کرسی سنبھالیں اور اس تجویز کی تائید عبدالحئ نے کی۔

شیخ قیام الدین آزاد مسافر نے کہا کہ یہ اِجلاس مزدوروں اور محنت کشوں کے مسائل اُجاگر کرنے کے لئے بلایا گیا ہے۔ ۲ فروری کو ایک ارباب نے جو کئی دُکانداروں کا قرض دار تھا ایک درزی پر صرف اِس لئے ظلم کیا کہ اُس درزی نے اپنا قرض اُس سے مانگ لیا تھا۔ یہ اُس کی کپڑا سینے کی مزدوری تھی۔ کوئی اِنسان ایسا ظلم برداشت نہیں کرسکتا۔ میں کسانوں اور محنت کشوں کی حمایت کرنے پر سبھا کا شکریہ اَدا کرتا ہوں۔ میں ہندوستان بھر میں گھوما پھرا ہوں لیکن جو ظلم صوبہ سرحد میں غریبوں پڑ ڈھایا جاتا ہے وہ میں نے پورے ملک میں کہیں نہیں دیکھا۔ میں نے اِس قسم کے جابر رئیس اور پولیس آفیسر آج تک کہیں اور نہیں دیکھے۔ اس صوبے کی پولیس بہت بے اِنصاف ہے اور سی آئی ڈی تو اس سے بڑھ کر بے انصاف ہے۔ غریب درزی جس کو اُس ارباب نے زودکوب کیا تھا فریاد لے کر تھانے گیا لیکن اُس کی بات کسی نے نہ سنی بلکہ اُسے دھکے دے دے کر باہر نکال دیا گیا۔ وہ جب کابلی تھانہ گیا تو ارباب کی سفارش کے لئے میرے سامنے ۱۲۰ افراد اور پولیس والے پہنچ گئے۔

صدرِ جلسہ نے ایک رسالہ سے مضمون پڑھ کر سنایا کہ کس طرح خطاب یافتہ افراد کی مدد سے

حکومت عوام پر ستم ڈھاتی رہتی ہے۔ اُنہوں نے حاضرین سے پوچھا کہ آپ ایسی حکومت کو زندہ باد کہیں گے یا مردہ باد؟۔ تو حاضرین نے مردہ باد کے نعرے لگائے۔ اُنہوں نے حاضرین پر زور دیا کہ نوجوان بھارت سبھا کی رکن سازی میں حصہ لیں اور موجود ظالمانہ نظام کو تہس نہس کر دیں۔

عبدالرحمٰن ریا نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ چونکہ التجائیں کرنا ہمارا اُصول نہیں ہے اِس لئے میں حکومت کو خبردار کرتا ہوں کہ وہ ارباب کے قرضہ جات کی تحقیق کرے اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہم تحریک چلائیں گے۔ ایک طرف حکومت ہمارا خون چوس رہی ہے دوسری طرف ارباب لوگوں پر ستم ڈھا رہے ہیں۔

محمد شفیق ایمو وقفے وقفے سے پولیس اور سی آئی ڈی کو لعنت ملامت کرتے ہوئے نعرے لگاتے تھے۔

اِس اجلاس سے رحیم بخش غزنوی نے بھی خطاب کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر چہ ہم اِس وقت تعداد میں قلیل ہیں لیکن میں مخبروں کو خبردار کرتا ہوں کہ وہ ایک دِن دیکھیں گے کہ ہم کثیر تعداد میں میدان میں نکلیں گے۔ ۲ فروری کو ایک ارباب نے درزی سے زیادتی کی۔ اُس نواب کے پاس مسلح غنڈے تھے۔ غازی محمد عثمان سرعسکر اور دیگر افراد شکایت لے کر تھانے گئے تو پولیس نے وہی کیا جس کی اُس پولیس سے توقع تھی۔ ہمیں کھلے عام بازاروں میں رسوا کیا جاتا ہے اور ہم جب پولیس کے پاس شکایت کے لئے جاتے ہیں تو ہمیں دھکے دے کر باہر نکال دیا جاتا ہے۔ درزی بے قصور تھا وہ تو صرف اپنی مزدوری مانگ رہا تھا۔ پولیس والے ارباب کے ذاتی ملازم تو نہیں، یہ تو ہمارے ملازم ہیں۔ اِس نظام میں سرمایہ دار کو کھلی چھٹی ہے۔ زمینداروں سے مالیہ اور ٹیکس تو وصول کئے جاتے ہیں لیکن اُن کے مسائل پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ اگر لوگوں کو مزدوری بھی نہ ملے تو وہ یا تو بھوکے مر جائیں گے یا پھر وہ حملے کریں گے۔ جب ہم اس ظلم کے خلاف آواز اُٹھاتے ہیں تو ہمیں بالشویک کہا جاتا ہے۔ اگر آئندہ کسی نے آپ پر ہاتھ اُٹھایا تو اسے اینٹ کا جواب پتھر سے دیں اور پکڑ کر تھانے لے جائیں۔ اگر پولیس بھی آپ کی مدد نہ کرے تو آپ اُنہیں بھی نکال باہر کریں۔ کیونکہ یہ تو آپ کے خادم ہیں۔ اُنہوں نے ذیل کی قرارداد پیش کی:

''یہ اِجلاس حکومت اور سرمایہ داروں کے اس سلوک پر غم وغصہ کا اِظہار کرتا ہے جو یہ مزدوروں کے ساتھ روا رکھتے ہیں۔ اور اِجلاس حکومت کو خبردار کرتا ہے کہ اس قسم کی زیادتیاں بند کی

جائیں تاکہ سب امن سے رہ سکیں''۔عبدالرحمٰن ریا نے اس قرارداد کی تائید کی اور کہا کہ یہاں پر اب تک اس طرح مزدوروں اور کسانوں کی جتھہ بندی موجود نہیں ہے جو کہ انگلینڈ میں موجود ہے۔ وہاں سرمایہ دار کی مزدور کے ساتھ سختیوں اور زیادتیوں کے اِنسداد کے لئے مزدور کسان ایکا کر لیتے ہیں۔ اگر ہماری بھی اِس طرح کی یونین موجود ہوتو کوئی شخص غریب پر ہاتھ اُٹھانے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ سبھا کے پاس یونین کے قوانین کی نقل موجود ہے۔ ہر شخص یہ قوانین پڑھ سکتا ہے اور اس کا رکن بھی بن سکتا ہے۔ صدرِ جلسہ کی درخواست قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔ اجلاس سے عبدالحئی نے بھی خطاب کیا۔

(ڈی سی ریکارڈ، بستہ ا، فائل ۱۶، صفحہ ۱۴۴ تا ۱۴۹)

۷ فروری ۱۹۳۰ء کو شام پانچ بجے نوجوان بھارت سبھا کے دفتر میں ایک اِجلاس منعقد ہوا۔ فیصلہ کیا گیا کہ لاہور سے سول نافرمانی والے پوسٹر منگوا کر ۱۶ فروری کو شہر میں لگائے جائیں اور ان کے ساتھ ''بم کا فلسفہ'' نامی اشتہار بھی چسپاں کیا جائے۔

پولیس کو اِطلاع ملی کہ نوجوان بھارت سبھا کے ارکان کو خطرہ ہے کہ ان کے بعض ممبران کو گرفتار کیا جانے والا ہے اور ان کی خانہ تلاشیاں بھی متوقع ہیں۔ اس پر عبدالرحمٰن ریا اور روشن لعل نے اپنے گھروں میں موجود نوجوان بھارت سبھا کے ریکارڈ کو آگ لگا دی۔ اُنہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ آپس میں ایک دوسرے کو ناموں کی بجائے نمبروں سے مخاطب کیا کریں گے۔ عبدالرحمٰن ریا کو نمبر ۵ اور روشن لعل کو نمبر ۴ قرار دے دیا گیا۔

۲۶ فروری کے بعد روشن لعل کی بیوی اور اُن کی والدہ صاحبہ نے روشن لعل سے کہنا شروع کیا کہ اگر وہ کانگریس کی رکنیت اختیار کرنا چاہتا ہے تو کر لے لیکن وہ نوجوان بھارت سبھا کے ساتھ اپنا تعلق ختم کرے۔ جب روشن لعل نے یہ مطالبہ ماننے سے اِنکار کیا تو ان کی اہلیہ نے احتجاجاً افیون کھالی۔

اِدھر فقیر چند کے والد گوپی چند نے جو کہ منصف کی عدالت میں ریڈر تھے فقیر چند کو گھر سے نکال دیا۔ اس لئے وہ چند دن تک نوجوان بھارت سبھا کے دفتر میں راتیں گزارتے رہے لیکن اُنہوں نے نوجوان بھارت سبھا سے تعلق نہ توڑا۔

اس کے علاوہ مردان کے گنگا بشان کے بیٹے چمن لعل کو ۳۰ جنوری کو سکول میں نوجوان بھارت سبھا کا اِجلاس منعقد کروانے اور اس کی رکنیت کے اِلزام میں سکول سے خارج کر دیا گیا۔ وہ پشاور ہی میں رہ کر خالصہ ہائی سکول میں داخلے کی کوششیں کرتے رہے۔

پولیس نے حکومت کو اِطلاع بھیجی کہ بھگت سنگھ کی تقلید کا شوق نوجوانوں میں اِس درجہ بڑھ رہا ہے کہ اُنہوں نے بھگت سنگھ کا حلیہ اختیار کرنے کے لئے انگریز ہیٹ سر پر پہن کر تصویریں کھچوانی شروع کر دی ہیں۔ تاکہ اگر اُنہیں پھانسی ہو جائے تو اُن کی تصویریں بھی بھگت سنگھ کی طرح اخباروں میں ہیٹ پہنے ہوئے چھپ سکیں۔ سب سے پہلے اللہ بخش برقی اور اچرج رام نے ہیٹ پہن کر تصویریں بنوائیں۔

اُنہی دِنوں روشن لعل دو دِن کے لئے شہر سے غائب ہو گئے۔ وہ مبینہ طور پر بم کی فلاسفی نامی اِشتہار لینے لاہور گئے تھے۔ ٦ فروری کو چوک یادگار کے قریب اس اشتہار کی کاپیاں چسپاں کر دی گئیں۔ پولیس کو شبہ تھا کہ اس پوسٹر کی کاپیاں روشن لعل یا پھر عبدالرحمٰن کے پاس ہو سکتی ہیں یا پھر انہیں کم از کم اس کا علم ضرور ہوگا کہ یہ اشتہار کس کے پاس ہیں۔ جو اشتہار چوک یادگار پر لگائے گئے تھے اُن کے بارے میں پولیس نے شبہ ظاہر کیا کہ وہ رام سرن نگینہ اور اللہ بخش برقی نے لگائے ہیں۔

صنوبر حسین مہمند کو بھی گھنٹہ گھر میں دیکھا گیا اور اس کی مخبری کر دی گئی۔

امیر چند شمسی نامی سیاسی کارکن ان دِنوں نوجوان سبھا کے سیکرٹری اور مشیر کے حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ ان کا رابطہ خفیہ طور پر عبدالرحمٰن ریا اور روشن لعل سے رہتا تھا۔

(بستہ ا، فائل ١٦، صفحہ ١٥٢ تا ١٥٥)

٣١ جنوری ١٩٣٠ء ۵ بجے شام کو نقارچی نے نوجوان بھارت سبھا کی طرف سے مزدوروں اور یتیموں کے لئے مفت شبینہ سکول کھولنے کا اعلان ڈھول بجا کر کیا۔

(صفحہ ١٩٥)

١٠ فروری ١٩٣٠ء کو نوجوان بھارت سبھا کا ایک خفیہ اِجلاس منعقد ہوا جس میں صنوبر حسین کاکاجی، عبدالعزیز خوش باش، عبدالرحمٰن ریا، روشن لعل وغیرہ شریک تھے۔ اس میں طے پایا کہ ایک ایسا جبھہ تشکیل دیا جائے جو پشاور سے باہر دیہات کا دورہ کر کے پروپیگنڈے کا کام کرے اور لاہور سے لائے گئے سول نافرمانی کے پوسٹر تقسیم کرے۔

اِس دوران ہندوؤں نے کہا کہ ہم سبھا میں صرف اتنی تعداد میں کارکن بھرتی کروائیں گے جتنی یہاں ہماری آبادی ہے۔ اور مسلمان ٩۵٪ ہیں اِس لئے اُنہیں اِسی نسبت سے سبھا کا کام کرنا ہوگا۔ عبدالرحمٰن ریا نے اِس فرقہ وارانہ رجحان پر شدید احتجاج کیا اور کہا کہ اگر اس قسم کے خیالات نے جڑ پکڑ لی تو سبھا کو شدید خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ اگر یہی اِصرار جاری رہا تو میں سبھا کی رکنیت چھوڑ دوں گا یا کم از کم

اِس کی صدارت سے استعفیٰ دے دوں گا۔ یہ افواہ ملاپ سنگھ کے کانوں تک بھی جا پہنچی۔

اگلی رات ۱۱ فروری کو سبھا نے پھر ایک اجلاس طلب کیا۔ اس میں صنوبر حسین مہمند، عزیز خوش باش، فقیر چند، اچرج رام، عبدالحئی، دیوان روشن لعل وغیرہ موجود تھے۔ صنوبر حسین کاکاجی نے کہا کہ سبھا کے اندر فرقہ واریت کو ہرگز زیرِ بحث نہ لایا جائے کیونکہ ہمارے سامنے مِل جُل کر مکمل آزادی حاصل کرنا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ جہاں تک ہندو ارکان سبھا کی اس شکایت کا سوال ہے کہ سبھا میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے جبکہ اُن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ تو آپ لوگ اطمینان رکھیں کہ عنقریب جب سبھا کی کمیٹیاں تہکال، چارسدہ اور دیگر مضافاتی علاقوں میں بنائی جائیں گی تو ان میں مسلمان ارکان زیادہ ہونگے۔ بلکہ ان میں اکثریت مسلمانوں کی ہوگی۔ آپ کا فرض ہے کہ ملک کے باقی حصوں کی طرح ہر ممکن طریقے سے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد کریں۔ اجلاس نے عبدالرحمٰن ریا کے اِستعفیٰ کا معاملہ ملتوی کر دیا۔

نوجوان سبھا کے ارکان کو یہ فکر لاحق ہوگئی۔ نوجوان سبھا ایک انتہائی خفیہ تنظیم ہے۔ اِس کے باوجود عبدالرحمٰن ریا کے اِستعفیٰ کی خبر باہر کیسے نکلی۔ اُنہوں نے اِس بات کی تفتیش کی تو پتہ چلا کہ یہ کارستانی اچرج رام گھمنڈی کی تھی۔

(فائل ۱۶، صفحات ۱۶۹ تا ۱۷۱)

آل انڈیا نوجوان بھارت سبھا پنجاب نے نوجوان بھارت سبھا سرحد کو خط لکھا کہ آپ سبھا میں کم از کم مڈل پاس لوگوں کو شامل کریں۔ ۱۰ مئی ۱۹۳۰ء کو یومِ انقلاب منایا جائے (۱۰ مئی کو جنگ آزادی ۱۸۵۷ کا دِن تھا) اور اِس موقع پر شہر میں سرخ پرچم لہرایا جائے۔ اِس روز ایک جلوس نکالا جائے۔ اِس خط میں کہا گیا تھا کہ اِس روز ہر جگہ پر جو قرارداد پڑھ کر سنائی جائے گی اُس کا مسودہ تیار کرنے کا کام مسٹر اندرا اور مسٹر منشی ایشورسرن کو سونپا گیا ہے۔

پشاور میں ملاپ سنگھ کی طرف سے لاہور ایک تار بھیجی گئی جس میں ۱۷ فروری ۱۹۳۰ء کے ''پیامِ جنگ'' کی مزید کاپیاں بھیجنے کی استدعاء کی گئی تھی۔ کیونکہ جو کاپیاں پہلے بھیجی گئی تھیں وہ عوام نے ہاتھوں ہاتھ خرید لی تھیں اور اب لوگ مزید کاپیوں کا مطالبہ کر رہے تھے۔ (ڈی سی، بستہ نمبر ۱، فائل ۱۶، صفحہ ۱۷۵)

۱۵ فروری ۱۹۳۰ء کو عبدالرحمٰن ریا نے دِل برداشتہ ہو کر نوجوان بھارت سبھا کی صدارت چھوڑ

دی۔ان کی جگہ مشن کالج پشاور کے ایک طالب علم قطب الدین کو صدر چن لیا گیا۔انہی دِنوں نوجوان بھارت سبھا ''صوبہ سرحد'' کے نام سے جماعت کی تنظیمِ نو کی گئی جس میں زمیندارایسوسی ایشن کے سیکرٹری کاکاجی صنوبر حسین خادم آف ٹکہ ولہ کو صدر منتخب کرلیا گیااور روشن لعل سیکرٹری چنے گئے۔(فائل ۱۶،صفحہ ۱۸۱)

۱۶-۱۷فروری ۱۹۳۰ء کونوجوان بھارت سبھا پشاور کو پنجاب نوجوان بھارت سبھا کا لاہور سے ایک اور خط موصول ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ رواں ہفتہ بطورِ ''ہفتہ بھول ہڑتال'' منایا جائے تاکہ لاہور سازش کیس کے قیدیوں کے لئے چندہ اکٹھا کیا جا سکے۔

نوجوان بھارت سبھا پشاور کے ایک اِجلاس میں اللہ بخش برقی پر سنسر کی پابندی عائد کی گئی کیونکہ اُنہوں نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ سبھا کا مذہب سے کوئی سروکار نہیں۔اس بات کا لوگوں نے بہت بُرا منایا۔

اتم چند بجاج اور مشن کالج کے طالب علم وشوا کمار جس کی کالج کے پرنسپل نے نوجوان سرحد کے ماہوار فروری ۱۹۳۰ء کے شمارے میں مضمون لکھنے پر سرزنش کی تھی نے سبھا کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا۔اُنہوں نے عبدالرحمٰن ریا کو موردِ الزام ٹھہرایا کہ وہ ہندوارکان کے خلاف ہیں۔اِس پر سبھا میں عبدالرحمٰن ریاسے کہا گیا کہ وہ سبھا کی بُنیادی رکنیت سے بھی استعفیٰ دے دیں۔

۱۵فروری کو ہی دیوان روشن لعل اپنے دیگر ساتھیوں چونی لعل،عزیز خوش باش کے ہمراہ راولپنڈی روانہ ہوگئے۔جہاں پر ۱۷فروری ۱۹۳۰ء کو ہونے والے نوجوان بھارت سبھا کے ایک اِجلاس میں ڈاکٹر محمد عالم تقریر نے کی۔

روشن لعل وغیرہ نے ڈاکٹر محمد عالم کو پشاور آنے کی دعوت بھی دی۔اِسی دوران اللہ بخش برقی نے نوجوان بھارت سبھا کے ایک اور ترجمان اخبار ''نوجوانِ سرفروش'' کے ڈیکلریشن کے لئے درخواست دی۔یہ اخبار راولپنڈی میں امانِ سرحد پریس میں چھپتا تھا۔اُنہوں نے پہلا شمارہ عید کے دِن نکالنے کا پروگرام بنایا تھا۔(بستہ نمبر ۱،فائل ۱۶،صفحات ۱۸۷تا۱۸۹)

مشن کالج کے طالب علم وشوا کمار کے سبھا سے استعفیٰ کے ساتھ ہی مشن ہائی سکول کے آٹھ طلباء نے نوجوان بھارت سبھا کی رکنیت (۱۴اور۱۵فروری کو)اختیار کرلی۔(صفحہ ۱۹۳)

۱۸فروری ۱۹۳۰ء کو نوجوان بھارت سبھا کے عبدالحئی،اللہ بخش برقی،فقیر چنداوراچرج رام

گھمنڈی نے ۷ بجے شام شہر کے بڑے بڑے بازاروں کا گشت کیا۔اُن کے ساتھ نقارچی ڈھول بجا کر یہ اعلان کر رہا تھا کہ بھگت سنگھ اور اُس کے ساتھیوں کے ساتھ ہمدردی کے طور پر ہندو اور سکھ ۱۹ فروری کو بھرت (روزہ) رکھیں گے۔اُنہوں نے اعلان کیا کہ مسلمان رمضان المبارک کے مہینے کی وجہ سے پہلے ہی روزے رکھ رہے ہیں۔(ڈی سی، بستہ ۱، فائل ۱۶،صفحہ نمبر ۲۰۳)

۱۷-۱۸ فروری ۱۹۳۰ء کو نوجوان بھارت سبھا کے روشن لعل اور ان کے ساتھیوں نے نوجوان بھارت سبھا پشاور کی طرف سے مبلغ دوسو روپے عطیہ لاہور سازش کیس کے ملزمان بھگت سنگھ، راج گورو، سکھ دیو وغیرہ کے لئے راولپنڈی میں محمد عالم کے حوالے کیا۔(صفحہ ۲۰۷)

خان عبدالغفار خان اور نوجوان بھارت سبھا:

۱۹ فروری ۱۹۳۰ء کو خان عبدالغفار خان نوجوان بھارت سبھا کے دفتر پشاور شہر آئے اور ۹ بجے سے ۱۱ بجے دیر تک وہاں رہے۔وہ دیہات کے بارے میں جو پروگرام بنا رہے تھے اُس پر تبادلۂ خیال کیا۔اُنہوں نے کارکنوں سے کہا کہ آپ لوگ اپنا سیاسی پرچار وسیع کریں اور اگر ضرورت پڑی تو میری خدمات بھی حاضر ہیں۔ملاقات میں یہ بات بھی زیرِ بحث آئی کہ ہندوستان کے بعض دوسرے حصوں میں سول نافرمانی شروع ہوگئی ہے۔لیکن پشاور میں اِس کے ظاہری آثار نظر نہیں آئے۔اِجلاس میں شراب خانوں کی پکٹنگ کا سوال زیرِ غور آیا اور یہ معاملہ دیوان روشن لعل اور عزیز خوش باش کے حوالے کر دیا گیا کہ دیگر ارکان سے اِس بات پر مشورہ کریں۔اگر باقی ارکان اِس کے حامی ہوئے تو سبھا کے آئندہ اجلاس میں تجاویز پیش کی جائیں۔

اِس اجلاس میں صنوبر حسین کا کاجی پیش پیش تھے۔خان عبدالغفار خان نے اِس پروگرام کے بارے میں اپنی کوئی رائے نہ دی البتہ اتنا کہا کہ ''یہ تجویز اچھی ہے''۔ اِجلاس میں امیر چند شمسی بھی موجود تھے۔وہ عبدالغفار خان کے ساتھ بازار میں بھی ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔شام کو خان عبدالغفار خان واپس اُتمانزئی روانہ ہوگئے۔

(ڈپٹی کمشنر ریکارڈ، بستہ ۱، فائل ۱۶،صفحہ نمبر ۲۰۷، ڈائری ۲۰ فروری ۱۹۳۰ء)

کانگریس اور نوجوان بھارت سبھا:

اِس دوران میں مقامی کانگریس کمیٹی والوں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ ۲۳ فروری کو نوجوان بھارت

سبھا کے ''بھوک ہڑتالی ہفتے'' کے سلسلے میں ان کے جلوس میں شرکت کی جائے۔لیکن انہیں اپنے کنٹرول میں رکھا جائے کیونکہ یہ لوگ نو جوان، نا تجربہ کار اور آسانی سے جذبات کی رو میں بہنے والے ہیں۔ یہ لوگ کوئی غلط قدم نہ اُٹھالیں۔اُنہوں نے یہ بھی طے کرلیا کہ عنقریب ایک کمیٹی بنادی جائے جو نو جوان سبھا والوں کو کانگریس کی طرف سے کام کرنے میں ہدایات دیتی رہے۔(بستہ ا، فائل ۱۶، صفحہ نمبر ۲۱۱)

نو جوان بھارت سبھا سٹوڈنٹس یونین:

نو جوان بھارت سبھا سٹوڈنٹس یونین کے اغراض و مقاصد پر مشتمل پمفلٹ اور رکنیت فارم شریف پریس پشاور میں چھپوائے گئے۔

اِدھر چمن لعل کے اِس وعدے کے بعد کہ وہ آئندہ نو جوان بھارت سبھا کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھے گا اُسے دوبارہ نیشنل ہائی سکول میں داخل کرلیا گیا۔اُس نے سکول سے مبینہ طور پر وہ یونین جیک اُتارا تھا جو ڈائریکٹر ایجوکیشن کے دورہ کے موقع پر لہرایا گیا تھا۔

بھوک ہڑتال اور ہولی:

بھوک ہڑتال احتجاج کی علامت تھی جبکہ ہولی کا تہوار اس موقع پر آ پہنچا تو ہندو خوشی منانے کی تیاریاں کرنے لگے۔اس پر ہندو مسلمان طلباء مل کر ڈاکٹر شام سُندر سے ملاقات کے لئے گئے اور ان سے کہا کہ بھوک ہڑتالیوں سے اظہارِ ہمدردی کے طور پر اس سال ہولی کا تہوار نہ منایا جائے۔اُنہوں نے اس تجویز کو مسترد کردیا۔(ڈائری ۲۲ فروری ۱۹۳۰، صفحہ نمبر ۲۲۱)

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء اور نو جوان بھارت سبھا:

نو جوان بھارت سبھا نے خاکروبوں اور ریڑھی بانوں کے ساتھ خفیہ رابطے شروع کردیئے تا کہ ۱۰ مئی کو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے ''یوم اِنقلاب'' کے موقع پر انہیں جلوس میں شامل کرایا جائے۔ جلوس کی پہلی قطار میں خاکروب اور مزدور ہوں گے اور طالب اور دوسرے لوگ دوسری اور تیسری قطار میں چلیں گے۔

چونکہ پنجاب حکومت نے سیاسی قیدیوں کے مقام سے متعلق مطالبہ تسلیم کر کے ایک کمیونیک جاری کردیا تھا اِس لئے بھگت سنگھ وغیرہ نے بھوک ہڑتال ختم کردی اور ۲۳ فروری کو نو جوان بھارت سبھا نے کوئی جلوس جلسہ نہ کیا۔(ڈائری مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۳۰ء، صفحہ نمبر ۲۲۷)

کھدر پر میونسپلٹی ٹیکس:

دیسی کپڑے کی تحریک کے ساتھ ہی میونسپل کمیٹی والوں نے شہر میں کھدر پر ٹیکس محصول عائد کر دیا۔ چنانچہ نوجوان بھارت سبھا نے میونسپل کمیٹی کے اجلاس مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۳۰ء میں پیش کرنے کے لئے ایک درخواست دی جس میں کھدر ٹیکس کم کرنے کی اِستدعا کی گئی تھی۔ کیونکہ میونسپل کمیٹی راولپنڈی نے عوامی دباؤ کے تحت کھدر ٹیکس واپس لے لیا تھا۔ نوجوان بھارت سبھا پشاور نے فیصلہ کیا کہ وہ ۲۵ فروری کے میونسپل اجلاس میں شرکت کے لئے اپنے کارکنوں کو بھیجیں گے۔ (بستہ ۱، فائل ۶، صفحہ ۲۲۹)

سرحد میں نافذ جابرانہ قوانین:

اِس دوران کانگریس اور نوجوان بھارت سبھا نے فیصلہ کیا کہ سرحد میں نافذ ان جابرانہ قوانین کی طرف آل انڈیا کانگریس کے مرکزی رہنماؤں کی توجہ مبذول کرائی جائے۔ کیونکہ یہ قوانین برطانوی ہند میں صوبہ سرحد کے علاوہ کہیں اور نافذ نہ تھے۔ اُنہوں نے پنجاب کانگریس سے اس سلسلے میں رابطہ کیا اور اس کے نتیجے میں پنجاب میں ان قوانین کے تحقیق کرنے کے لئے ایک کمیٹی فرنٹیر انکوائری کمیٹی قائم کر دی گئی۔ سرحد کے سیاسی کارکنوں نے فیصلہ کیا کہ ۱۰ مارچ ۱۹۳۰ء کے قریب ڈاکٹر سی سی گھوش کی کلکتہ سے واپسی پر فرنٹیر انکوائری کمیٹی کے دورۂ سرحد کی تاریخ مقرر کر دی جائے گی۔

حالانکہ اُن دِنوں نوجوان بھارت سبھا اور کانگریس کے درمیان پر تشدد کارروائیوں اور عدم تشدد کے سوال پر اِختلافات بھی پائے جاتے تھے۔ چنانچہ نوجوان بھارت سبھا والے اِس بات پر غور کرنے لگے تھے کہ کانگریس عوام کو عدم تشدد کے نام پر عملی کام کرنے سے باز رکھنا چاہتی ہے اِس لئے کانگریس سے قطع تعلق کیا جائے۔

اِدھر کانگریس کمیٹی اِس بات پر غور کر رہی تھی کہ نوجوان بھارت سبھا کے کارکنوں مثلاً اللہ بخش برقی کو ان کی ان سرگرمیوں سے اجتناب کرنے کا نوٹس دیا جائے جو کانگریس کے اُصولوں کے خلاف ہیں ورنہ اُنہیں کانگریس سے نکال دیا جائے۔ (فائل ۱۶، صفحہ ۲۳۱)

نوجوان بھارت سبھا نے ۳ یا ۴ مارچ ۱۹۳۰ء کو پارٹی دفتر میں ایک اِجلاس طلب کیا اور فیصلہ کیا کہ جرگوں کو تفویض کئے جانے والے مقدمات کے خلاف اِحتجاج اور ایف سی آر جیسے ضابطوں کے

خلاف عدالتوں کے سامنے مظاہرے شروع کردیئے جائیں۔ اِس مقصد کے لئے جولوگ گرفتار یا سزایاب ہوں اُن کے خاندانوں کی مالی مدد کے لئے چندہ جمع کیا جائے۔ اُنھوں نے ڈرامیٹک کلب والوں سے بھی آمدن میں سے کچھ حصہ اس مقد کے لئے بطورِعطیہ دینے کی اپیل کی۔(صفحہ ۲۳۵)

اِس دوران کشن چند آنزری مجسٹریٹ اورٹمبر مرچنٹ نے اپنے بیٹے بہاری لعل کودھمکی دی کہ اگرنوجوان بھارت سبھا سے اس نے اپنا تعلق ختم نہ کیا تو وہ اُسے عاق کردے گا۔ اِس پرنوجوان بھارت سبھا نے خود بہاری لعل کورکنیت سے فارغ کردیا۔(صفحہ ۲۴۱)

اِس دوران محلّہ گنج کے باب مدن سنگھ اورنوجوان سبھا پشاور کے نومنتخب صدر قطب الدین ثاقب بھی نوجوان سبھا سے علیٰحدہ ہوگئے چنانچہ عبدالرحمٰن ریا کو دوبارہ نوجوان بھارت سبھا پشاور کا صدر مقرر کردیا گیا۔(ڈی سی بستہ نمبر ا، فائل ۱۶،صفحہ ۲۴۱، ڈائری مورخہ ۶ مارچ ۱۹۳۰ء)

۸ مارچ ۱۹۳۰ء کو روشن لعل راولپنڈی کے جگن ناتھ اور پنجاب بھارت سبھا کے دوسرے رہنماؤں سے مذاکرات کے لئے راولپنڈی روانہ ہوگئے۔

باب نمبر ۵ کانگریس بھارت سبھا مشترکہ جلسہ

کل ہند کانگریس کے صدر کی ہدایات کے مطابق سٹی کانگریس کمیٹی والوں نے کمیٹی کے دفتر سے ڈھائی بجے دِن ایک جلوس نکالا جو شہر کے مختلف بازاروں سے ہوتا ہوا ساڑھے چار بجے سہ پہر اِسلامیہ کلب ہال پہنچا۔ اِس میں نوجوان بھارت سبھا کے ارکان نے بھی شرکت کی کیونکہ وہ دونوں جماعتوں کے بیک وقت رکن تھے۔ جلوس میں ذیل کے حضرات نمایاں تھے۔

پیڑا خان، محمد عثمان، حاجی کرم الٰہی، فضل محمود، مفتی میر احمد، اللہ بخش برقی اور رحیم بخش غزنوی۔ ان میں رحیم بخش غزنوی، محمد عثمان اور فضل محمود یک زبان ہوکر یہ ترانہ گا رہے تھے:

''گاندھی نے آج جنگ کا اِعلان کردیا''

باقی شرکاء اُن کے پیچھے یہ بول دُہرا رہے تھے۔ اللہ بخش برقی اور مفتی میر احمد راستے میں اعلان کررہے تھے کہ شام پانچ بجے اِسلامیہ کلب ہال میں ایک جلسہ عام منعقد ہوگا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ مہاتما گاندھی ڈاکو شاہی ختم کرنے کے لئے میدان میں اُتر آئے ہیں۔ اُنہوں نے سول نافرمانی کا اعلان کردیا ہے اور آپ لوگ جلسہ میں جوق در جوق شرکت فرما کر آنے والی جنگِ آزادی کے لئے قربانی دینے کا ثبوت پیش کریں۔ درج ذیل نعرے لگائے جارہے تھے:

''اَپ اَپ دی نیشنل فلیگ''

''ڈاؤن ڈاؤن دی یونین جیک''

''سرمایہ داری مردہ باد''

''سامراج مردہ باد''

اِنقلاب زندہ باد''

''بھگت سنگھ، دت زندہ باد''

اِسلامیہ کلب ہال پہنچ کر اچرج رام، ڈاکٹر جواہر سنگھ، اللہ بخش برقی اور میاں شریف حسین کے فرزند عبدالرحمٰن غالب وغیرہ نے ''قابلِ اعتراض'' پنجابی نظمیں پڑھیں۔

حاجی کرم اِلٰہی اور اچرج رام نے یکے بعد دیگرے ذیل کے نعرے لگائے اور لوگ زندہ باد وغیرہ کہہ کر جواب دیتے رہے:

- اِنقلاب! زندہ باد
- بھگت سنگھ اور دت! زندہ باد
- اَپ اَپ دی نیشنل فلیگ
- ڈاؤن ڈاؤن دی یونین جیک
- گورنمنٹ برطانیہ! مردہ باد

آہستہ آہستہ تین سو افراد اِسلامیہ کلب ہال میں جمع ہوگئے۔ سید لعل بادشاہ بخاری، حاجی جان محمد اور مولانا خان میر ہلالی ایک ایک کر کے سٹیج پر پہنچے۔

خان میر ہلالی:

سٹی کانگریس کے سیکرٹری تقریر کے لئے اُٹھے۔ اُنہوں نے اِنقلاب زندہ باد کا نعرہ لگانے کے بعد کہا کہ آج مہاتما گاندھی نمک کے قانون کے خلاف اپنی سول نافرمانی شروع کرنے کے لئے آشرم سے باہر نکل آئے ہیں۔ اور آل انڈیا کانگریس کے صدر نے ہندوستان بھر کے بلدیاتی اِداروں سے کہا ہے کہ اس دن ملک کے طول وعرض میں جلسے جلوس کریں اور اس جلسے کی یہی غرض وغایت ہے۔ اس کے بعد اُنہوں نے آغا سید لعل بادشاہ سے کہا کہ وہ کرسی صدارت سنبھالیں۔ اِس تجویز کی تائید اللہ بخش برقی جائنٹ سیکرٹری سٹی کانگریس کمیٹی نے کی۔

آغا سید لعل بادشاہ نے یہ اعزاز بخشنے پر حاضرین کا شکریہ اَدا کیا اور کہا کہ میری خواہش ہے کہ آپ اِس تحریک کو اِسی طرح کامیابی سے ہمکنار کریں جس طرح مہاتما گاندھی نے اِسے سول نافرمانی کر کے شروع کیا ہے اور صوبہ سرحد کو دوسرے صوبوں کے شانہ بشانہ جدوجہد کرنی چاہئے۔ ملک میں حکومت نے قحبہ خانے اور شراب خانے قائم کر رکھے ہیں۔ یہ ایک لعنت ہیں اور آپ کو آج یہ عزم کرنا ہوگا کہ اس بُرائی کے خلاف سول نافرمانی کریں گے۔ اِس پر انقلاب زندہ باد کے نعرے لگائے گئے۔

خان میر ہلالی نے اپنی ایک پشتو نظم پڑھی اِس میں آزادی اور غلامی کا ذکر تھا۔

ملک رام لعل جو کل ۱۲ مارچ ہی کو ڈیرہ اسماعیل خان سے یہاں پہنچے تھے اُٹھے اور تقریر کرتے ہوئے کہا کہ راولپنڈی میں لالہ کانشی رام پر ایک نظم پڑھنے کی پاداش میں دفعہ ۱۰۸ کے تحت مقدمہ چلایا گیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں اُسی نظم کے اشعار یہاں پڑھنا چاہوں گا اور یہ میں ہر جگہ جا کر پڑھوں گا۔ اِس نظم کا نام ''فرنگی'' تھا۔

پیڑا خان (صوبہ سرحد کانگریس کے جنرل سیکرٹری) نے ذیل کی قرارداد پیش کی:

''اہلیانِ پشاور کا یہ اجلاس لاہور میں کانگریس کی مکمل آزادی کی قرارداد کا اِعادہ کرتا ہے۔ یہ مہاتما گاندھی کی مکمل حمایت کرتا ہے اور اُنہیں یقین دِلاتا ہے کہ صوبہ سرحد تحریکِ آزادی میں پورا پورا حصہ لے گا اور اس میں کسی صوبے سے پیچھے نہیں رہے گا''۔

اِس کے بعد پیڑا خان نے گاندھی جی کے وائسرائے کو لکھے گئے دوستانہ خط کا حوالہ دیا اور وائسرائے کی طرف سے اس کے جواب کا ذکر بھی کیا۔ جس میں گاندھی جی کے اقدام کو بلا جواز اور جلد بازی قرار دیا گیا۔

اُنہوں نے کہا کہ گاندھی جی نے خط میں لکھا تھا کہ میں نے سول نافرمانی کا فیصلہ اِس لئے کیا ہے کہ حالات نے مجھے مجبور کر دیا کیونکہ غلاموں کی بات کوئی نہیں سنتا۔ اُنہوں نے یہ بھی لکھا کہ اگر مجھے کسی خیر کی اُمید نظر آتی تو میں سول نافرمانی کے اِس پروگرام کو ملتوی کر دیتا۔ لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ پیڑا خان نے جلیانوالہ باغ کا واقعہ بیان کیا کہ کس طرح لوگوں پر اندھا دھند گولیاں چلائی گئیں اور لوگوں کو گھروں سے نکلنے یا زخمیوں کی خدمت کرنے سے روک دیا گیا تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ وائسرائے نے گاندھی جی کو متکبرانہ جواب دیا ہے اور اب یہ عوام کا فرض ہے کہ غلامی کی زنجیریں توڑ دیں اور آزادی کی نعمت حاصل کریں۔ چاہے اِس کے لئے اُنہیں جیل جانا پڑے یا صعوبتیں جھیلنی پڑیں۔

گاندھی جی نے خط میں لکھا تھا کہ وائسرائے کی تنخواہ ۷۰۰ روپے روزانہ ہے جبکہ ایک عام ہندوستانی کی آمدن دو آنے روزانہ ہے۔ اُنہوں نے لکھا تھا کہ عام انگریز کی آمدن دو روپے روزانہ ہے۔

مقرر نے کہا کہ اگر یہ ڈاکو شاہی حکومت رہی اور اس کی یہی پالیسی رہی تو یہ ملک بہت جلد تباہ ہو جائے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ میں حکومت سے پوچھتا ہوں کہ اگر ملک میں امن قائم کرنے کا اُس کا دعویٰ صحیح ہے تو اتنی بڑی فوج رکھنے کی کیا ضرورت ہے اور اس فوج پر ۵۱ کروڑ روپے سالانہ خرچہ کیوں کیا جا رہا ہے۔ فوج تو صرف ہندوستانوں پر گولیاں چلانے کا کام کرتی ہے۔ اگر یہ فوج قانون اور امن قائم رکھنے کا کام کرتی ہے تو یہ اُس وقت کہاں تھی جب کوہاٹ شہر میں لوٹ مار ہو رہی تھی۔ اُنہوں نے پہلی جنگ عظیم کے دوران ہندوستانیوں کی قربانیوں کی تفصیل بیان کی اور کہا کہ اُنہوں نے جنگ جیت کر دکھائی لیکن انہیں اِس کا صلہ رولٹ ایکٹ کی صورت میں دیا گیا۔ اور حکومت کے سارے وعدے دھرے

کے دھرے رہ گئے۔ مجلس قانون ساز کے ہوم ممبر سر مالکوم ہیلی (Sir Malcom Hailey) کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ حکومت ڈومنین سٹیٹس دینے کو تیار نہیں ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ عوامی مطالبے کے پیش نظر حکومت نے اس کا وعدہ کیا تھا لیکن عملی طور پر کچھ نہیں دیا۔ اُنہوں نے وقتاً فوقتاً نمک کے ٹیکس میں اضافے کا ذکر کیا اور کہا کہ نمک تو غریب اِستعمال کرتے ہیں۔ اِس لئے مہاتما گاندھی نے اِس قانون کی خلاف ورزی سے سول نافرمانی کی اِبتداء کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اگر صوبہ سرحد کے لوگ اس تحریک میں شامل ہوئے اور انہوں نے ہمت نہ ہاری تو ان کی کامیابی یقینی ہے اور میں آپ سے کہوں گا کہ اس کے لئے دُعا کریں۔ کاش آئندہ نسل آزادی کی فضاؤں میں سانس لے سکے۔ چاہے ہمیں پھانسیاں اور جیلیں برداشت کرنی پڑیں۔ اِس لئے ہر فرد کا فرض ہے کہ اِس قرارداد کی تائید کے بعد مجوزہ پروگرام پر عمل شروع کردے۔ جس طرح آپ لوگوں نے جنگ عظیم اول میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اسی طرح آج اِس پروگرام پر عمل درآمد میں سرگرمی سے حصہ لیں۔

مولانا خان میر ہالی نے اِس قرارداد کی تائید کرتے ہوئے آزادی کی نعمتوں اور غلامی کی لعنت کا ذکر کیا اور بتایا کہ انبیاء کرام نے زندگی بھر آزادی کا درس دیا اور آزادی صرف قربانی دینے سے ہی ملتی ہے۔ آج وقت آپہنچا ہے کہ ملک وقوم اور مذہب کی خاطر قربانیاں پیش کی جائیں اور آج کے بعد آپ لوگ اس کا عملی ثبوت پیش کریں۔ اُنہوں نے ایک پشتو شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ جو کوئی بھی جاگ رہا ہوگا کچھ حاصل کرلے گا اور جو سورہا ہوا اُسے کچھ حاصل نہ ہوگا''۔ قرارداد متفقہ طور پر منظور کرلی گئی۔

رحیم بخش غزنوی:

رحیم بخش غزنوی نے کہا کہ آزادی کے حصول کی راہ میں بہت مصائب اور آلام برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ حکومتِ برطانیہ کو جب پتہ چلا کہ مہاتما گاندھی نے حالیہ آزادی کی قرارداد منظور کرلی ہے تو اُسے صدمے نے مفلوج کرکے رکھ دیا۔ اس سے یورپ بھر میں ہلچل مچ گئی ہے۔ ہندوستان سے پنشن حاصل کرنے والے انگریز افسروں نے مہاتما گاندھی پر اِلزامات کی بوچھاڑ کردی اور کہا کہ ان کے خلاف مقدمات قائم کئے جائیں۔ جنرل ڈائر نے کہا کہ کاش میں ہندوستان میں موجود ہوتا تو میں ان لوگوں کو قومی پرچم لہرانے نہ دیتا اور یہ لوگ میرے ہوتے ہوئے پنجاب میں کانگریس کا جلسہ نہ کرسکتے۔ اس کے نتیجے میں حکومت نے قومی رہنماؤں کو گرفتار کرکے جیل میں ڈالنے کی سازش تیار کرلی نیز اس نے

کل ہند سطح کے رہنما سردار پٹیل کو گرفتار کرلیا ہے کیونکہ سردار پٹیل نے مہاتما گاندھی کے بعد ملک کی کمان کرنی تھی۔رحیم بخش غزنوی نے ذیل کی قرارداد پیش کی:

''یہ جلسہ عام مسٹر پٹیل اور سین گُپتا کو اُن کی سزایابی اور گرفتاری پر مبارکباد پیش کرتا ہے اور یہ قرار دیتا ہے کہ یہ پالیسی خود حکومت کی تباہی کا باعث بنے گی''۔انہوں نے بارڈولی میں سردار پٹیل کے کردار کا ذکر کیا اور اِسی طرح بنگال میں مسٹر گپتا کی کارکردگی کو سراہا۔اب حکومت قومی رہنماؤں کو جیل بھیج کر ظلم و جبر پر اُتر آئی ہے۔جو ہندوستانی آزادی کے لئے قربانیاں دینے کو تیار نہیں وہ ملک سے باہر چلے جائیں تو ان کے لئے بہتر ہوگا۔موت تو برحق ہے اور بہتر یہ ہے کہ جنگِ آزادی کے لئے آپ میدان میں کود پڑیں کیونکہ آزادی کا بگل بج چکا ہے۔۲۱ مارچ کے بعد پشاور میں سول نافرمانی شروع کی جائے گی۔اِس پر رہنماؤں کے احکام کے مطابق عمل کیا جائے گا۔آپ سب قوم کی خدمت کے لئے کانگریس کے پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں''۔

اِس قرارداد کی تائید اللہ بخش برقی نے کی اور یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔

پیڑا خان نے حاضرین سے کہا کہ جونہی مہاتما گاندھی کی گرفتاری کی خبر پہنچے تو آپ لوگ ہڑتال کر دیں کیونکہ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے صدر نے یہ ہدایت کی ہے۔

حکیم عبدالجلیل ندوی نے کہا کہ اِجلاس کی رسمی کارروائی ختم ہو چکی ہے۔یقیناً حاضرین نے اِن نتائج پر غور کر لیا ہوگا جو انہیں اِن قراردادوں پر سختی سے عمل درآمد کرنے سے پیش آسکتے ہیں۔اب تقریروں کا وقت نہیں اب عملی کام کا وقت ہے۔آپ مقصد آزادی کا حصول ہے لیکن آپ کو راستے کی معمولی رکاوٹوں کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔جیسے فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن جیسے قوانین صوبہ سرحد میں نافذ ہیں جن کے تحت کسی وکیل اپیل دلیل کے بغیر آپ کو جیل بھیجا جا سکتا ہے،جلاوطن کیا جا سکتا ہے (یا ضلع بدر کیا جا سکتا ہے)،آپ کی جائیداد ضبط کی جا سکتی ہے اور آپ کے مکانات کو نذرِ آتش کیا جا سکتا ہے۔صوبہ سرحد کو ''سرزمین بے آئین'' بجا طور پر کہا جاتا ہے کیونکہ یہ قوانین دنیا میں کہیں اور نافذ نہیں ہیں۔صوبہ سرحد کے لوگوں کے کوئی کونسلیں یا دوسری سہولتیں نہیں اور یہاں کے باشندے کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ان برائیوں سے نجات پانے کے لئے کانگریس نے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جس میں ڈاکٹر سید محمود،ڈاکٹر کچلو اور بیرسٹر لالہ دونی چند شامل ہیں۔یہ لوگ یہاں آکر تفتیش کر کے ایک رپورٹ پیش کریں گے کہ کس طرح ان مشکلات سے نجات حاصل کی جائے۔توقع ہے کہ یہ ارکان صوبہ سرحد

کے دورے پر آئیں گے اور جن لوگوں کو ان جابرانہ قوانین کا شکار ہونا پڑا ہے انہیں بلا خوف وخطر سامنے آ کر اس کمیٹی کے سامنے شہادت دینی چاہئے، تاکہ ہندوستان کے لوگ صوبہ سرحد کے عوام کی شکایات سے باخبر ہو سکیں۔ اگر صوبہ سرحد کے عوام نے اِس موقع سے فائدہ اُٹھایا تو وہ بھی باقی ماندہ ہندوستان کے لوگوں کے برابر قانونی حقوق حاصل کرلیں گے۔

علی گل خان نے کہا کہ ہندوستان کے بے تاج بادشاہ مہاتما گاندھی سول نافرمانی کی مہم کے لئے نکل چکے ہیں۔ اِس کا قوی امکان ہے کہ اُنہیں گرفتار کرلیا جائے گا۔ جو خط اُنہوں نے وائسرائے کو لکھا ہے وہ ایک تاریخی خط ہے اور ہر گھر میں رکھنا اور پڑھنا چاہئے کیونکہ مہاتما جی ہندوستانیوں اور ہندوستان کی بہبود کے لئے سخت محنت کررہے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ وائسرائے کی تنخواہ وزیرِ اعظم سے بھی زیادہ ہے۔ جبکہ ایک عام ہندوستانی کی آمدن دو آنے روزانہ اور ایک عام انگریز کی آمدن دو روپے روزانہ ہے۔ اُنہوں نے اُمید ظاہر کی کہ عوام موجودہ جدوجہد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے کیونکہ مہاتما گاندھی ہندوستانیوں کی غربت دور کرنے کیلئے اپنی تمام تر توانائیاں بروئے کار لا رہے ہیں۔

(ڈی سی، ریکارڈ بستہ ا، فائل ۱۶، صفحہ ۲۵۷ تا ۲۷۱)

فرنٹیئر انکوائری کمیٹی کے لئے رہنماؤں کے دورے:

۱۸ مارچ ۱۹۳۰ء کی رپورٹ کے مطابق سید لعل بادشاہ، علی گل خان اور پیڑا خان (محمد یوسف چاچا نامی مردان کانگریس کے ایک کارکن کے ساتھ) ۱۸ مارچ کی صبح کو موٹر کار میں مردان روانہ ہوگئے۔ تاکہ وہ فرنٹیئر انکوائری کمیٹی کے لئے چندہ جمع کریں۔ وہاں کانگریس کا پرچار کریں اور ضروری مقدمات کا مواد حاصل کرسکیں۔ (صفحہ ۲۷۳)

اُنہوں نے ایک رات مردان میں خان محمد اسلم خان کے ہاں اور دوسری رات مایار کے محمد یوسف چاچا کے ہاں گزاری اور تیسرے دِن واپس پشاور آ گئے۔ اِس دورے کے دوران اُنہوں نے ۲۰۰ روپے چندہ اِکٹھا کیا اور مردان میں کام کو آگے بڑھانے کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی۔ اُنہوں نے مردان میں بار ایسوسی ایشن کے ارکان سے ملاقاتیں اور تبادلہ خیال کیا۔ ان وکلاء حضرات میں قاضی عطاء اللہ، علی اصغر خان، قاضی قائم جان وغیرہ بھی شامل تھے۔

اِس دوران مولانا خان میر ہلالی بھی پشاور سے کاٹلنگ مردان گئے اور مجوزہ مہم کا پرچار کیا۔ اچرج رام، محمد یونس قریشی اور وزیر چند اندر شہر کے دکانداروں کو چندے کے لئے قائل کرتے

رہے۔(ص ۲۸۱)

اگلے دِن ۱۹ مارچ ۱۹۳۰ء کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی ہزارہ کے دورے پر روانہ ہوگئے۔اُسی روز وہ بذریعہ ٹرین ہزارہ پہنچے اور تھوڑی دیر بعد موٹر کار کے ذریعے حسن ابدال روانہ ہوگئے۔خفیہ والوں نے اُن کے بارے میں پوچھ گچھ کی تو معلوم ہوا کہ وہ فرنٹئیر اِنکوائری کمیٹی کی آمد کے سلسلے میں انتظامات اوراس کے سامنے پیش ہونے کے خواہش مند حضرات کی شہادتوں کا جائزہ لینے کے لئے گئے تھے۔ انہیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ سرائے صالح کے مولانا غلام ربانی لودھی اور عبدالوحید اور میر پور کے عبدالسلام ہزاروی اور ہری پورشہر کے کرم نرائن اور پنڈت پرشوتم داس وفد کی کامیابی کے لئے کافی تگ و دو کررہے تھے۔ان حضرات نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو سرحد انکوائری کمیٹی کے سلسلے میں کئے جانے والے کام کی تفصیل بتائی اوران کے ساتھ صلاح مشورہ کیا۔ہزارہ کے ان حضرات نے ۱۵ مارچ کو گھوم پھر کر وفد کے اخراجات کے لئے مبلغ ۱۵۰ روپے جمع کئے تھے۔مولانا غلام ربانی لودھی تحریک کے پرچار میں بہت سرگرم عمل تھے انہوں نے فضلِ الٰہی ولد شیخ عبداللہ قریشی امام مسجد موضع لوبان بندی کو بھی کانگریس کمیٹی میں شامل کرلیا تھا۔(۲۲ مارچ تک ایس ایس پی ہزارہ کی خفیہ ڈائری نمبر ۱۲، فائل ۱۵، بستہ نمبر ۲۵، صفحہ نمبر ۳۵۶، سپیشل برانچ ریکارڈ آرکائیوز پشاور)۔

فوج کے بغیر تشدد برائی ہے لیکن غلامی بڑی برائی ہے:

تقریباً ۲۰۰۰ اشتہارات نوجوان بھارت سبھا پنجاب نے نوجوان بھارت سبھا پشاور کو ارسال کئے۔ان پر درج ذیل سرخیاں درج تھیں:

''انقلاب زندہ باد!''

فوج کے بغیر تشدد برائی ہے لیکن غلامی اس سے بڑی برائی ہے۔(جواہر لعل نہرو)

''ہم اور ڈائرشاہی''۔(ص ۲۸۵، مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۳۰ء)

اُن میں مزید لکھا تھا:

''ہم اپنے ملک کو جو ہمیں اپنی جانوں سے زیادہ پیارا ہے ہر قیمت پر ڈائرشاہی حکومت کی ظالم اور جابر حکومت سے آزاد کرائیں گے۔اِس اِنتہائی ظلم کی وجہ سے اس ملک کے لاکھوں بدنصیب باشندے کتنی خوفناک اور قابلِ رحم صورتحال سے دوچار ہیں۔اس ملک کے باشندوں کو قانون کے نام پر کشتہ ستم بنایا جاتا ہے۔حکومت کے غیر ضروری ٹیکس جونک کی طرح عوام کا خون چوس رہے ہیں۔

حکومت جسے خودغرضی نے اندھا کر دیا ہے چاروں طرف سے ہمیں گھیرے ہوئے ہے اور مسلسل ہمارے ملک کو برباد کر رہی ہے۔ یہ ملک ایک دوزخ بن چکا ہے۔ یہاں کوئی سُکھ کا سانس نہیں لے سکتا۔ کوئی آزادی سے اپنا دکھ بیان نہیں کر سکتا۔ پولیس محض چند دھات کے سکوں کی خاطر قانون کے نام پر کسی بھی شخص گرفتار کرنا اپنے بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھتی ہے۔ عدالتیں رشوت خوروں سے بھری ہوئی ہیں۔ جس طرف دیکھو غربت کا دور دورہ ہے۔ ہر طرف قحط اور بیماری سے شکار لوگ ہیں۔ لاکھوں بچے بھوک سے نڈھال ہیں۔ پولیس کی من مانیوں نے امن کو مفقود کر دیا ہے۔ دھرتی ماں کے لئے نوجوان اپنی زندگیاں قربان کر رہے ہیں۔ وہ جلاوطنی اور قید و بند کے مصائب برداشت کر رہے ہیں تاکہ اس خودغرض اور جابر حکومت کا خاتمہ ہو، ملک کے لاکھوں مصیبت زدہ عوام کو سکھ اور چین نصیب ہو اور حکومت کے مظالم کا خاتمہ ہو۔ افسر شاہی کے بے غیرت اور لالچی بندے وطن سے محبت کرنے والوں کو ڈاکو اور قاتل کہہ کر ان کی جدوجہد پر الزام تراشیاں کرتے ہیں۔ لیکن اِس کے باوجود جدوجہدِ آزادی کی شمع کے پروانے پورے عزم و ہمت اور اطمینان سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ ہندوستان کا وائسرائے اپنے محل میں بیٹھ کر بھی ان سے خائف ہے۔ حالانکہ ہزاروں کی فوج اس کے محل کی حفاظت کر رہی ہے۔ ہماری تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اہلِ وطن کی ہمدردیاں بھی ہمارے ساتھ بڑھ رہی ہیں۔ ہندوستان کا ہر بچہ بچہ بھگت سنگھ، دت اور داس بننے کا آرزومند ہے۔ جس طریقے سے روس اور آئرلینڈ نے جابر حکمرانوں کا خاتمہ کیا سب کو معلوم ہے۔ موجودہ صورتحال میں ہمارا کیا پروگرام ہوگا۔

تخت یا تختہ

نوعِ انسانی میں آقا اور غلام کی تفریق ناجائز ہے۔

(ڈی سی ریکارڈ، بستہ ا، فائل ۱۶، صفحہ ۲۸۹ تا ۲۹۱)

پیامِ جنگ اخبار:

۲۱ مارچ کی شام کو ملاپ سنگھ آزاد کو ''پیامِ جنگ'' لاہور شمارہ نمبر ۹ کی ۵۰۰ کاپیاں موصول ہوئیں۔ نوجوان بھارت سبھا اور فضل رحیم کتب فروش کو سردار ملاپ سنگھ آزاد نے عوام کو فروخت کرنے کے لئے بڑی تعداد میں یہ اخبار پہنچا دیا۔

(ص ۲۹۳_۴۷AR)

باب نمبر۶ شاردھا ایکٹ پر احتجاج

سرحد کے جابرانہ قوانین کے خلاف جلسہ عام:

۲۹ مارچ ۱۹۳۰ء کو شام ساڑھے تین بجے خلافت کے دفتر سے ایک جلوس برآمد ہوا جس میں ذیل کے افراد نمایاں تھے:

حاجی کرم الٰہی، محمد عثمان، غلام نبی، سید ملک شاہ، ڈاکٹر گیلانی، حاجی عبدالرحیم، حکیم احمد بخش، سید حسین شاہ، اللہ بخش یوسفی، عبدالغفور آتش اور غلام حضرت وغیرہ۔

جلوس نے شہر کے بڑے بڑے بازاروں کا گشت کیا۔ ان لوگوں میں حاجی کرم الٰہی، غلام حضرت اور ڈاکٹر گیلانی راستے بھر میں یہ اعلان کرتے رہے کہ شام پانچ بجے اِسلامیہ کلب ہال میں جمعیت علماء کے زیرِ اہتمام ایک جلسہ عام منعقد ہوگا جس میں ساردھا ایکٹ کے خلاف احتجاج کیا جائے گا۔

حاجی کرم الٰہی (خلافت و کانگریس رضا کاروں کے سالار) نے کہا کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ڈاکو شاہی حکومت کو بتا دیں کہ ہم ان قوانین پر عمل کے لئے ہرگز تیار نہیں جو ہمارے مذہب اور شریعت کے منافی ہیں۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ ہتھیلی پر سر رکھ کر اِس تحریک میں حصّہ لیں اور تحفظ ناموس شریعت کے دفتر واقع پشاور میں حاضر ہوں اور سول نافرمانی کے لئے نام درج کروائیں۔ آپ ناموسِ رسالت کے لئے اپنی جانیں لڑا دیں اور رسولِ پاکؐ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یہ آپ کا پہلا قدم ہوگا۔

گنج کے غلام حضرت نے کہا کہ اب آپ کے ایمان کا امتحان ہے کہ آپ قربانیاں دے کر یہ ثابت کر دیں کہ اس قسم کے ناجائز قوانین کی پابندی کے لئے آپ ہرگز تیار نہیں ہیں۔

ڈاکٹر گیلانی نے کہا کہ مسلمانوں کی طرف سے اس قسم کے قوانین کے خاتمے کی کوششوں کے باوجود ظالم اور جابر حکومت نے اُن کی ایک نہ سنی۔ یہ قانون یکم اپریل ۱۹۳۰ء سے نافذ العمل ہو جائے گا۔ یہ ہمارے مذہب میں مداخلت کی سازش ہے اور اس کا مقصد مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ جو بھی ان کے راستے میں آئے اور ان کے مذہب میں مداخلت کی کوشش کرے اس کا سامنا جرأت سے کریں۔ چاہیئے وہ طاقت ور حکومت ہی کیوں نہ ہو۔ آپ اپنے نام درج کروائیں اور رسولِ پاکؐ کے ناموس کی خاطر قربانیاں پیش کریں۔

عبدالغفور آتش نے جو کہ نوجوان بھارت سبھا کے رہنما اور ''نوجوان سرحد'' اخبار کے ایڈیٹر تھے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اس ڈا کو شاہی حکومت کو لندن کے بندروں اور حضرت عیسیٰؑ کے گدھوں کو یہ بتادیں کہ ہم ایسے قوانین کی اِطاعت کرنے والے نہیں ہیں اور ہم ان قوانین کو اپنے قدموں تلے روند ڈالیں گے۔

اِس پر ساردھا قانون کے حامیوں کے خلاف اور اِسلام زندہ باد اور شریعت زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے رہے۔ شرکاء حسب معمول قومی گیت گاتے رہے۔

رضا کاروں کے جھتے اپنے اپنے جھنڈے اُٹھائے ہوئے تھے جن پر تحریر تھا:

۱- مجلسِ تحفظِ ناموسِ شریعت کا فیصلہ

۲- جمعیت علماء کی قیادت میں سول نافرمانی کی تیاریاں

۳- پشاور کے غیور مسلمان اس موقع کے لئے تیار ہو جائیں۔

۴- نکاح مسلمانوں کا دینی معاملہ ہے اور کسی غیر مسلم کو اسلامی قانون میں مداخلت کا حق نہیں۔

شام پانچ بجے جلوس اِسلامیہ کلب ہال پہنچا۔

قاری غلام محمد نے تلاوتِ قرآن کریم سے جلسے کا آغاز کیا۔ اِس کے بعد مولانا عبدالحکیم پوپلزئی کو صدارت کے لئے منتخب کیا گیا۔ صدر جلسہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک ماتمی جلسہ ہے کہ ساردھا ایکٹ شریعت کے منافی ہے اور یہ اِسلام کو سرنگوں کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ اگر یہ ایکٹ سرنگوں کر دیا گیا تو جشن ہوگا اور اگر نافذ ہو گیا تو ماتم ہوگا۔ جو اِسلام سے سچی محبت کرتا ہے وہ اِس لئے اپنی جان اور مال قربان کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ میں ملک اور اِسلام کی خدمت میں کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں اور ایک بے بس انسان ہوں۔ بے شک میں ایک غریب عاجز بندہ ہوں لیکن میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ جس طرح نمازِ جمعہ میں آپ میرے پیچھے کھڑے ہو کر پیروی کرتے ہیں اِس طرح ساردھا ایکٹ کے خلاف سول نافرمانی شروع کرنے میں بھی آپ میری تقلید کریں۔ اُنہوں نے کہا کہ ساردھا ایکٹ نئے ظلم و جبر کے نفاذ کا پہلا قدم ہے اور اس کا مقصد شریعت کی توہین ہے۔ اگر اس کے نفاذ کو برداشت کر لیا گیا تو اس قسم کے مزید قوانین کا نفاذ شروع ہو جائے گا۔ ساردھا بل درحقیقت ایک شیطانی بل ہے۔

شریعت نوجوان لڑکے لڑکیوں کی شادی کی اجازت دیتی ہے۔ اگر مسلمانوں نے اپنے سینے پر گولیاں کھا کر قربانیاں دیں تو یہ قانون ختم ہو سکے گا۔ رسولِ پاکؐ کی روح کی خوشنودی کے لئے یہ ایک سنہری موقع ہے۔ خدا کرے کہ شادی کے شرعی قوانین ہمیشہ رہیں۔ اگر بعض مشرکین اِس بات کی مخالفت کریں تو وہ کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ تمام عالمِ اسلام اس معاملے میں یک آواز ہے۔ یہ قانون یکم اپریل ۱۹۳۰ء نافذ ہو جائے گا۔ اور جو بھی اِس کی خلاف ورزی کرے گا اس کے خلاف قانون حرکت میں آئے گا۔ اس میں نکاح کے گواہ بھی شامل ہوں گے۔ میں اِس قانون کی خلاف ورزی پر تیار ہوں لیکن شریعت کی خلاف ورزی پر ہرگز تیار نہیں۔

اگر کوئی دوسرا عالمِ دین میدان میں نہ نکلا اور نوجوان جوڑوں کا نکاح کسی نے نہ پڑھایا تو آپ میرے پاس آئیں میں نکاح پڑھاؤں گا اور سزا بھگتوں گا۔

سید حسین شاہ نے اُردو میں اپنی نظم پڑھی اور غلام ربانی، پیر بخش، غلام محمد، فضل محمود اور پانچ چھ دیگر افراد نے سید حسین شاہ کے ساتھ ساتھ یہ نظم گائی۔

حافظ عبدالحنان نے قرآن پاک کی آیات پڑھ کر سنائیں۔ اُنہوں نے کہا جو مسلمان شریعت اور پیغمبرِ اسلامؐ کے خلاف عمل کرے وہ مسلمان نہیں رہ سکتا اور دوزخ کا ایندھن بنے گا۔ اِسلام ہر لحاظ سے مکمل دین ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا ایجنڈا اس کی جگہ نہیں لے سکتا اور نہ ہی کسی کو ایسی حرکت کا حق حاصل ہے۔ جو قانون شریعت کے خلاف ہو مسلمان اس کی پابندی نہیں کریں گے۔ یہ اللہ کے احکام ہیں اور اس کی اس سے زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں۔ اس پر حاضرین نے ''شریعت زندہ باد!'' کے نعرے لگائے۔

اللہ بخش یوسفی تقریر کے لئے اُٹھے۔ اُنہوں نے کہا کہ سارداھا بل کے خلاف جلسے ہوتے رہے ہیں۔ صدر صاحب (مولانا عبدالحکیم پوپلزئی) نے ابھی ابھی اِس ایکٹ پر روشنی ڈالی ہے اور ان تفصیلات کو دُہرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن میں چند الفاظ ضرور کہوں گا۔ انگریزی حکومت کو کس نے مجبور کیا ہے کہ ایسے قوانین نافذ کرے۔ اگر انگریزی حکومت ہمارے ساتھ واقعی ہمدردی رکھتی ہے تو اس نے ابھی تک شراب خانے چکلے اور افیون کی دکانیں کیوں بند نہیں کرائیں؟۔ یہ اصل میں اِنسانیت کے لئے ایک لعنت ہے۔ حکومت نے آج تک ہمیں غلام بنا کر رکھا ہوا ہے اور یہ حکومت لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی پر کاربند ہے۔ انگریز سیاست دان ہمیشہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک ہندوستان میں قرآن

باقی ہے اور قرآن پر عمل کرنے والے موجود ہیں اُس وقت تک انگریز چین سے نہیں بیٹھ سکتے۔ اِسی لئے وہ ہمیں لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی کے ذریعے غیر متحد رکھتے ہیں۔ اگر حکومت کسی قوم سے خائف ہے تو وہ صرف مسلمان ہیں کیونکہ ہم ایک طاقتور قوم ہیں۔ دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمان موجود ہیں اور وہ مل کر انگریزوں کا تختہ اُلٹ سکتے ہیں۔ مسٹر گلیڈسٹون کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ انگریز مسلمانوں کو قرآن اور مذہب سے دُور رکھنا چاہتے ہیں۔ ہندوستانیوں کے ساتھ انگریز صرف ظاہری ہمدردی جتاتے ہیں۔ انگریز کبھی سچ نہیں بولتے۔ اُنہوں نے بنگال میں انگریزوں کی حکومت کا ذکر کیا اور کہا کہ کس طرح اُنہوں نے سراج الدولہ سے غداری کی اور سراج الدولہ سے کئے گئے وعدے سے پھر گئے۔ یہ ان کی پہلی وعدہ خلافی تھی۔ انگریز مغل سلطنت کی تباہی کے ذمہ دار تھے۔ اِسی طرح مصر میں لارڈ کچنر (Lord Kitchner) نے مسلمانوں کو نقصانِ عظیم پہنچایا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جب تک مسلمان موجود ہیں ہم آرام سے نہیں رہ سکتے۔

جب ۳۱۳ مسلمان عرب میں اِسلام کا دفاع کر سکتے تھے تو ہندوستان کے ۷ کروڑ مسلمان کس طرح اب اِسلام کا دِفاع نہیں کر سکیں گے۔ انگریز ساردھا ایکٹ کو منسوخ نہیں کرنا چاہتے کیونکہ وہ اِسلام کو مسخ کرنا چاہتے ہیں اور وہ اِسلام کو مسخ کرکے ہی اپنی بادشاہت برقرار رکھ سکتے ہیں۔ حکومت دعویٰ کرتی ہے کہ وہ قانون نافذ کرکے حالات سنوار سکتی ہے۔

اُنہوں نے کہا کہ شروع میں ساردھا بل صرف ہندوؤں کے لئے تھا اور مسلمان اِس سے مستثنیٰ تھے اور اِس مرحلے پر وائسرائے نے ایک کمیٹی تشکیل دے کر یہ بل اُس کے حوالے کر دیا۔ لیکن جب مسلمانوں کو اس بل میں شامل کر لیا گیا تو وائسرائے کی منظوری بھی نہ لی گئی اور یہ قانون ساز اسمبلی کے ذریعے منظور کر لیا گیا۔

۹۰ سے ۹۵ فی صد مسلمان خاص طور پر نوجوان اِسلام کو پوری طرح نہیں سمجھتے۔ لیکن وہ اِسلام سے محبت ضرور کرتے ہیں۔ مسلمان اس قانون کی تنسیخ کے لئے بیکار نہیں بیٹھیں گے کیونکہ پورا عالمِ اِسلام اِس کے خلاف ہے۔

مفتی کفایت اللہ دہلوی نے اعلان کیا کہ میں یکم اپریل کے بعد نکاح پڑھا کر اِس قانون کی خلاف ورزی کروں گا اور مولانا محمد علی جوہر وغیرہ اِس کے گواہ بنیں گے۔ اِس لئے میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ اِس ایکٹ کی خلاف ورزی کے لئے شروع کی جانے والی سول نافرمانی کے لئے خلافت

کے دفتر میں نام درج کروائیں۔ کیونکہ ساردھابل شریعت کے منافی ہے۔ اگر آپ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو میدان میں نکلیں اور جب موقع ملے تو حکومت کی مخالفت میں کمربستہ ہو جائیں۔ ہم عدم تشدد کی پالیسی پر عمل کر رہے ہیں لیکن جب اور جہاں ضروری ہوا ہم تشدد کی پالیسی شروع کر دیں گے۔ اُنہوں نے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی مثالیں دیں اور کہا کہ تمام مسلمان اِس معاملے میں ایک ہی نکتہ نظر رکھتے ہیں اِس لئے کوئی وجہ نہیں کہ آپ بھی شریعت پر عمل نہ کریں۔ مسلمان یہ نہیں کہتے کہ کم عمری میں ہی شادیاں ہونی چاہئیں لیکن اِسلام شریعت میں دخل اندازی کر کے عمر کی حد مقرر کرنے کی اجازت بھی کسی کو نہیں دیتا۔ اِسلام پوری دنیا کے لئے ہے اور اس لئے عمر کی حد کا کوئی جواز نہیں، نہ ہی اس کی کوئی ضرورت ہے۔ شریعت میں عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے۔

اب آپ کے سامنے دو چیزیں ہیں: ایک شریعت اور دوسری حکومت۔ اب آپ کا کام ہے کہ آپ شریعت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں یا حکومت کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ وائسرائے کو ہر طرف سے دباؤ کا سامنا ہے کہ یہ قانون منسوخ کیا جائے لیکن وہ اِس احتجاج پر کان نہیں دھرتا کیونکہ اُسے معلوم ہے کہ آپ حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ حکومت کو معلوم ہونا چاہئے کہ اُسے کسی بھی وقت نکال باہر کیا جا سکتا ہے۔ خواہ اِس کے لئے ۷ کروڑ مسلمانوں میں سے ۷ مسلمان ہی زندہ بچیں۔ تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں نے یہ اعلان کر رکھا ہے کہ ساردھا ایکٹ شریعت کے منافی ہے۔ اب آپ کی باری ہے کہ آپ لوگ اپنے ناموں کا اندراج کروائیں اور قربانیاں پیش کریں۔

یہ قانون یکم اپریل ۱۹۳۰ء منگل سے لاگو ہو جائے گا۔ بہتر ہوگا کہ کوئی غیور مسلمان مولوی صاحب (عبدالحکیم پوپلزئی) کو نکاح پڑھانے کے لئے بلائے اور ہم اُس کے گواہ بن کر ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

حاضرین میں سے ایک مسلمان نے جواب دیا کہ ''میں اپنی بیٹی کا نکاح پڑھواؤں گا''۔ اِس پر حاضرین نے نعرے لگائے کہ ''برطانیہ مردہ باد!'' اور ''ساردھا ایکٹ کے حمایتیوں پر لعنت''۔

اللہ بخش یوسفی نے اس شخص کی جرأت کو سراہا اور کہا کہ اب عمل کا وقت ہے۔ آپ جمعیت علماء کے احکام کا انتظار کریں اور میں جمعیت کے اِجلاس میں منظور کی جانے والی قراردادیں پڑھ کر سناؤں گا۔ پھر انہوں نے قرارداد کا اِشتہار پڑھ کر سنایا۔ حاضرین نے فلک شگاف نعرے لگائے۔

مقرر نے کہا کہ مسٹر یعقوب ایم ایل اے کی ایکٹ میں ترمیم کی درخواست کے باوجود اسے

اسمبلی میں درخواست پیش کرنے کا موقع نہ دیا گیا۔اب آپ کا کام ہے کہ اس پر عمل کرتے ہیں یا نہیں۔ جو جوان جیل جانے کے لئے تیار ہیں اپنے نام درج کرائیں تاکہ حکومت کو اس قانون کی مخالفت کرنے والوں کی تعداد کا پتہ چل سکے۔اُنہوں نے مذہبی معاملات میں عدم مداخلت کے بارے میں ملکہ وکٹوریہ اور شاہ ایڈورڈ کے بلند وبانگ دعوؤں کا ذکر کیا۔حکومت کو اس قانون کے نفاذ کا کوئی حق نہیں پہنچتا کیونکہ یہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے مذہب کے منافی ہے۔آپ یا تو حکومت کو یہ قانون واپس لینے پر مجبور کردیں یا پھر وہ اپنے سر کٹادیں۔اُنہوں نے دیہاتی لوگوں کو اس کے لئے تیار کرنے کے لئے پشتو میں بھی تقریر کی۔آپ خان خوانین پر بھی زور دیں کہ وہ حکومت کو یہ قانون واپس لینے پر مجبور کریں۔۶ اپریل ۱۹۳۰ء کو وائسرائے پشاور آنے والے ہیں۔آپ اُن پر ثابت کردیں کہ آپ اصلاحات سے کم کسی چیز پر راضی نہیں ہوں گے اور وہ اصلاحات جیسے دوسرے صوبوں کو ملیں۔جو کوئی اس سے کم کا مطالبہ کرتا ہے وہ آپ کا نمائندہ نہیں ہوسکتا۔وائسرائے کو سپاس نامہ پیش کرنے کا معاملہ میونسپل کمیٹی کے اجلاس میں زیرِ بحث آئے گا اور میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا کمیٹی کے ارکان کو آپ کی طرف یہ پیغام پہنچادوں کہ اصلاحات سے کم کسی تجویز کی حمایت میں آپ شریک نہیں ہوں گے۔

حاجی کرم الٰہی نے بھی مسلمانوں سے اپیل کی کہ اپنے ناموں کے اندراجات کرائیں۔

حاضرین دو تین سو تک تھے اور ان میں زیادہ تر کاروباری لوگ شامل تھے۔

(ڈپٹی کمشنر ڈائری، بستہ نمبر ا، فائل نمبر ۱۶، صفحات ۳۲۵ تا ۳۳۷، بمطابق AR۔۱۶۳ تا AR۔۱۶۹، مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۳۰ء)

اخبار ''کرتی'' کی فروخت پر مقدمہ:

۱۵ اپریل ۱۹۳۰ء کی رپورٹ کے مطابق سیاسی کارکن ملاپ سنگھ نے کرتی امرتسر کے مینجنگ ڈائریکٹر باغ سنگھ کو اطلاع بھیجی کہ کرتی اخبار کی کاپیاں فروخت کرنے کے اِلزام میں مجھ پر عدالت میں مقدمہ چلایا جارہا ہے۔اس دوران نوجوان بھارت سبھا پشاور کو کرتی اخبار کی کاپیاں پہنچ چکی تھیں۔اور ۱۴ اپریل ۱۹۳۰ء کو نوجوان بھارت سبھا کے رکن عبداللہ درزی کی دکان میں اس کی پچاس ساٹھ کاپیاں سی آئی ڈی والوں نے دیکھ لی تھیں۔

(ڈی سی، بستہ ا، فائل ۱۷، صفحہ ۱۱۱، بمطابق AR۔۲۰۲، مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۳۰ء)

باب نمبر ۷ شراب خانوں کی پکٹنگ

۱۵ اپریل کو کانگریس کے دفتر میں صوبائی کانگریس کا ایک اجلاس شام کو منعقد ہوا۔ اگلی صبح ۱۶ اپریل ۱۹۳۰ء کو پھر اِجلاس بلایا گیا۔ شرکاء میں ڈاکٹر سی سی گھوش، پیڑا خان، رادھا کشن وکیل، علی گل خان، مولانا عبدالرحیم پوپلزئی، غلام ربانی، ڈاکٹر گیلانی، رحیم بخش غزنوی اور ڈاکٹر جواہر سنگھ شامل تھے۔

اِجلاس میں سول نافرمانی کے دوران شراب خانوں پر پکٹنگ کا سوال زیرِ غور آیا۔ کوہاٹ اور بنوں کی ضلعی کانگریس کمیٹیوں کی سفارش پر ضلع کوہاٹ میں بہادر خیل کی نمک کی کانوں میں نمک کے قانون کی خلاف ورزی کے لئے جتھے بھیجنے کے معاملے پر بھی غور وخوض کیا گیا۔ اِجلاس نے شراب خانوں کی پکٹنگ دو ہفتوں تک ملتوی کرنے کا فیصلہ کیا۔ طے پایا کہ پہلے دکانداروں کو خبردار کرنے کے لئے نوٹس جاری کئے جائیں اور وہ نہ مانیں تو ان کی دکانوں کی پکٹنگ کی جائے گی۔ کوہاٹ اور بنوں کے کانگریسی کارکنوں پر مشتمل ایک ذیلی کمیٹی بنائی گئی تاکہ وہ کوہاٹ میں نمک کی کانوں پر نمک کے قانون کی خلاف ورزی کے طریقہ کار کی رپورٹ پیش کرے۔ اِس کے علاوہ اس کی ذمہ داریوں میں جتھوں کی آمد ورفت کے اخراجات کے ذرائع اور رہائش اور قیام کے معاملات کی تفصیل فراہم کرنا تھا۔ پیڑا خان نے ملک کے باقی حصوں کے ساتھ یکجہتی میں تحریک شروع کرنے کے لئے ۱۶ اپریل ہی سے شراب خانوں کی پکٹنگ پر زور دیا لیکن اِس تجویز کو حمایت حاصل نہ ہو سکی اور نوٹس جاری کرنے کی تجویز منظور کر لی گئی۔ شام کو جلوس نکالنے کی تجویز بھی منظور نہ ہو سکی۔

دو بجے دوپہر کانگریسی کارکنوں نے کانگریس کے دفتر میں آ کر پیڑا خان سے فیصلے کے بارے میں استفسار کیا تو پیڑا خان نے پکٹنگ ملتوی ہونے کے فیصلے سے اُنہیں آگاہ کیا۔

ہندو کارکن اور رہنما اس معاملے سے زیادہ تر لاتعلق رہے تو مسلمان کارکن مایوس واپس لوٹے۔ لیکن کانگریس کے دفتر کے پاس جلد ہی لوگوں کی ایک خاصی تعداد جمع ہو گئی اور کارکنوں کو اس روز جلوس نکالنے میں کوتاہی کا مرتکب ہونے پر سخت سست کہا اور کہا کہ کانگریس کا جھنڈا دفتر سے ہٹا کر پیڑا خان وہاں سے چلے جائیں کیونکہ اُنہوں نے گرفتاریوں کے خلاف کوئی احتجاج نہیں کیا ہے۔

اِدھر ڈاکٹر جواہر سنگھ بھاگے بھاگے نوجوان بھارت سبھا کے دفتر آئے اور نوجوان سبھا کے کارکنوں کو اس بات پر قائل کرنے لگے کہ کانگریس کو بدنامی سے بچانے کے لئے وہ فوراً کانگریس کے

دفتر پہنچیں اور دفتر کا کام سنبھال لیں۔ ڈاکٹر جواہر سنگھ عبدالرحمٰن ریا کو لے کر واپس کانگریس کے دفتر آئے اور پیڑا خان سے مذاکرات کیئے۔ ڈاکٹر جواہر سنگھ کی تحریک پر نوجوان بھارت سبھا کے کارکنوں نے بھی جلوس نکالنے کی حمایت کی۔

اس وقت کانگریس کے دفتر میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی، مہاشہ کرشن، دیوان روشن لعل، شیو لعل، اللہ بخش برقی، امیر سنگھ، عبدالحئی، اچرج رام گھمنڈی اور اچرج رام ثانی بھی موجود تھے۔

اِس دوران میں غلام ربانی اور رحیم بخش غزنوی بھی آپہنچے اور اس طرح ایک جلوس بن گیا۔ شرکاءجلوس کانگریس کے دفتر سے باہر نکلے اور ان میں کانگریس اور نوجوان بھارت سبھا دونوں کے ارکان شامل تھے۔ درج ذیل نعرے لگائے گئے:

''انقلاب زندہ باد!''

''برطانیہ مردہ باد!''

''سی ئی ڈی مردہ باد!''

اورٹوڈی بچہ ہائے ہائے''

شرکائے جلوس جو کتبے اٹھائے ہوئے تھے اُن پر تحریر تھا کہ

۱۔ حکومت ظالم اور عوام مظلوم ہیں۔ مظلوم کی حمایت سب کا فرض ہے۔

۲۔ حصولِ آزادی کے لئے سول نافرمانی کی ضرورت ہے۔

۳۔ نمک کے قانون کے خلاف سول نافرمانی مذہبی فریضہ ہے۔

۴۔ جنگ آزادی شروع ہو چکی ہے۔

شرکاءجلوس کریم پورہ، چوک یادگار، اندرشہر، ڈھکی، قصہ خوانی اور پرانی کوتوالی سے ہوتے ہوئے شام چھ بجے واپس کانگریس کے دفتر پہنچے۔ آزادی کے ترانے گائے گئے اور اعلان کیا جاتا رہا کہ ''گاندھی نے آج جنگ کا اعلان کر دیا''۔

غلام ربانی راستے میں یہ اعلان کرتے رہے کہ سرحد کانگریس کمیٹی نے دو ہفتے کے بعد شراب خانوں پر پکٹنگ کا فیصلہ کیا ہے اور عنقریب دکانداروں کو ایک نوٹس جاری کیا جائیگا کہ وہ یہ کاروبار چھوڑ دیں۔ اگر اس سے ان پر اثر نہ ہوا تو پکٹنگ شروع کر دی جائے گی۔ اُنہوں نے کہا کہ جلوس نکالنے کی تجویز اِس لئے مؤخر کر دی گئی ہے کہ صرف دکانداروں کو نوٹس دینا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہر سال

ہمارے اپنے بھائیوں کی شراب نوشی کی عادت کی وجہ سے ۷۵ لاکھ روپے حکومت کی جیب میں چلے جاتے ہیں۔ شراب نوش غدار ہیں۔ ہم کسی کو شراب کے اِستعمال کی اجازت نہیں دیں گے۔ ہم زبردستی نہیں کریں گے بلکہ ان سے التجاء کریں گے کیونکہ عدم تشدد کانگریس کا عقیدہ ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ نوجوان ہماری مدد کریں گے اور اس مشن کے حصول کے لئے ہمارے ساتھ شانہ بشانہ چلیں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ جو شخص شراب کی دکانوں میں شراب لینے جائے گا اسے ہماری لاشوں پر سے گزر کر ہی ایسا کرنا ہوگا۔

شہر میں ڈاکٹر سی سی گھوش، سید لعل بادشاہ اور چار پانچ دوسرے ارکان پر مشتمل ستیہ گرہ کمیٹی بنائی گئی ہے۔ کمیٹی پکٹنگ کے طریقہ کار اور اس پر عمل در مد کی تفصیل تیار کرے گی اور جب پکٹنگ شروع کی جائے تو اس کی نگرانی کرے گی۔

۵ اپریل ۱۹۳۰ء کو عبداللہ درزی اور دو دیگر رضا کار شراب کی دکانوں کے بورڈ کے اندراجات نقل کر رہے تھے تا کہ وہ ان کے مالکان کے نام اور پکٹنگ کے کام کے لئے اختیار کیا جانے والا مناسب راستہ طے کر سکیں۔ (ڈی سی آفس، بستہ ا، فائل ۱۷، صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۹، بمطابق AR ـ ۲۰۴ تا AR ـ ۲۰۶، مورخہ ۷ اپریل ۱۹۳۰ء)

بھگت سنگھ اور دت کے لئے چندہ:

۱۶ اپریل ۱۹۳۰ء کو اچرج رام اور اللہ بخش برقی بھگت سنگھ اور دت وغیرہ کے لئے صدر بازار میں چندہ جمع کر رہے تھے۔ انہیں صرف پانچ روپے جمع کرنے میں کامیابی حاصل ہو سکی اور پانچ روپے چندہ لے کر وہ شہر واپس لوٹے۔ (ڈی سی، بستہ ا، ڈائری، فائل ۱۷، مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۳۰ء، صفحہ ۳۳، بمطابق AR ـ ۲۰۷)

ٹھیکیداروں کو نوٹس کا اجراء:

۱۹ اپریل ۱۹۳۰ء تک شہر کے شراب خانوں کے مالکان کو کانگریس کمیٹی کی طرف سے رجسٹر شدہ خطوط موصول ہو گئے جن میں انہیں ۱۵ دنوں کے اندر اندر ٹھیکے بند کرنے کا کہا گیا تھا۔ انہیں کہا گیا تھا کہ اگر انہوں نے ۱۵ دن کے بعد بھی یہ کام جاری رکھا تو ان کی دکانوں پر پہرے لگا دیئے جائیں گے۔

(ڈی سی، بستہ ا، فائل ۱۷، صفحہ ۱۳۹، ڈائری، مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۳۰ء)

پیغام جنگ:

۹-۱۰ ۱۱ اپریل کو پورے شہر میں نوجوان بھارت سبھا کے اخبار پیغامِ جنگ اخبار کے اشتہار لگائے گئے تھے۔ یہ سید میر عالم شاہ ولد سکندر شاہ ساکن گنج کی جانب سے جاری ہوئے تھے۔ اعلان کیا گیا کہ یہ اخبار نوجوان بھارت سبھا کے زیرِ اہتمام شائع ہوگا۔

نوجوان سرفروش:

۱۳ اپریل ۱۹۳۰ء کو نوجوان سرفروش اخبار شمارہ ۳ پشاور شہر میں تقسیم کیا گیا۔ اس دفعہ یہ اخبار امان سرحد پریس راولپنڈی میں چھاپا گیا تھا۔ اس اخبار کے شمارے اخبار کے ایڈیٹر اللہ بخش برقی اور نوجوان بھارت سبھا کے کارکن اچرج رام لوگوں میں فروخت کر رہے تھے۔

اخبار کی تیس چالیس کاپیاں پل پختہ میں عبدالرؤف چوک یادگار میں عبداللہ درزی، کریم پورہ میں شیو چرن اور چوک شادی پیر کے کشن چند کی دکانوں میں موجود تھیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ اخبار ۲۵۰۰ کی تعداد میں شائع ہوا ہے۔ مزید تحریر ہے کہ بہت سی کاپیاں چارسدہ روانہ کر دی گئی ہیں۔

(ڈپٹی کمشنر، بستہ ۱، فائل ۱۷، صفحہ ۱۴۳، ڈائری مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۳۰ء)

جنگ آزادی اور گرفتاریاں:

۱۱ اپریل ۱۹۳۰ء کو سہ پہر ۳ بجے کانگریس کے دفتر سے ایک جلوس برآمد ہوا اور شہر کے مختلف بازاروں سے ہوتا ہوا چوک یادگار پر جا کر ختم ہوا۔ شرکاء جلوس کانگرس کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔ پیڑا خان، رحیم بخش غزنوی، اللہ بخش برقی، ڈاکٹر جواہر سنگھ، ایمو حوالدار، محمد عثمان سرعسکر، گل محمد حوالدار جلوس میں پیش پیش تھے۔ راستے میں رحیم بخش غزنوی، امر سنگھ، اچرج رام وغیرہ یہ ترانہ گا رہے تھے۔

''گاندھی نے آج جنگ کا اعلان کر دیا''

جلوس میں شامل بھارت سبھا کے اللہ بخش برقی نے راستے میں اعلان کیا کہ شام پانچ بجے چوک یادگار پر ایک جلسہ منعقد ہوگا جس میں جنگ آزادی کے رہنماؤں کی گرفتاریوں پر روشنی ڈالی جائے گی اور گرفتار ہونے والوں کو مبارک باد پیش کی جائے گی۔ جب جلوس نوجوان بھارت سبھا کے روشن لعل کے گھر تک پہنچا تو گھر والوں نے جلوس کی قیادت کرنے والوں کو پھولوں کے ہار پہنائے۔

رحیم بخش غزنوی نے مختصر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں تمام ہندوستانی ماؤں، بہنوں کو یہ

پیغام دیتا ہوں کہ اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو جنگ آزادی کی جدوجہد کے لئے باہر نکالیں اور ان کے ذہن میں لفظ آزادی اجاگر کردیں تاکہ وہ اس ملعون حکومت سے نجات حاصل کرنے کے لئے قربانیاں پیش کریں۔لیکن کوئی تشدد نہ کریں کیونکہ گاندھی جی نے اس سے منع کیا ہے۔جب وقت آیا تو ہم ہتھیلی پر سر رکھ کر نکلیں گے۔بھگت سنگھ، دت اور داس کی روشن مثالیں ہمارے سامنے ہیں کہ انہوں نے دھرتی ماں کے لئے اپنی زندگیاں قربان کردیں۔ہمیں بھی اس جذبہ کو مشعل راہ بنانا چاہئے اور بھگت سنگھ، دت اور داس کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔میں صرف اعلان کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اب تقریروں کا وقت نہیں۔ہمارا مقصد صرف اس ملعون حکومت کو نکال باہر کرکے اپنے ملک کو آزاد کرانا ہے جو ہزاروں میل دور سے ہم پر مسلط ہوئی ہے۔

ہمیں صرف آزادی کے لئے قربانیاں دینی چاہئیں کسی اور مقصد کیلئے نہیں۔لوگوں کے گھروں میں قیمتی زیورات موجود ہیں لیکن ان کا کوئی فائدہ نہیں۔آپ لوگ ملک کی آزادی کیلئے مالی امداد فراہم کریں۔آپ اپنے بچوں سمیت جنگ آزادی میں شریک ہوجائیں۔انہوں نے غیر ملکی کپڑے کے استعمال کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے جلا ہے بھوکوں سے مر رہے ہیں اور ہندوستانی بھائی غیر ملکی کپڑا استعمال کر رہے ہیں۔اس طرح غیر ممالک میں زرکثیر یہاں سے جارہا ہے جس پر اغیار عیش و عشرت کر رہے ہیں۔انہوں نے لوگوں سے کہا کہ کہ دیسی کپڑا اور خصوصی طور پر کھدر استعمال کریں۔

رحم بخش غزنوی، اللہ بخش برقی اچرج رام اور امیر سنگھ نے راستے پر آزادی کے ترانے گائے اور لوگ ان کے ساتھ ہم آواز ہوکر گاتے رہے اور انقلاب زندہ باد، اپ اپ دی نیشنل فلیگ اور ''ڈاؤن ڈاؤن دی یونین جیک'' کے نعرے لگاتے رہے۔

شام پانچ بجے سے چھ بجے تک چوک یادگار میں جلسہ عام منعقد ہوا۔اس کی صدارت سید لعل بادشاہ بخاری نے کی۔جلسے میں چار پانچ سو کے قریب حاضرین موجود تھے۔

آغا سید لعل بادشاہ تقریر کے لئے اٹھے۔انہوں نے کہا کہ دنیا میں دو طبقات ہیں ایک ظالموں کا طبقہ اور ایک مظلوموں کا طبقہ ہے۔ظالم کا کام ظلم کرنا ہوتا ہے اور مظلوم کا کام اس ظلم کو برداشت کرنا ہے۔کیا آپ اس حکومت سے کسی انصاف کی توقع کرتے ہیں جو آپ پر مسلط ہے۔میرا خیال ہے کہ اگر اصل حقائق آپ پر افشاء کر دیئے جائیں تو اس صوبے کا کوئی مظلوم اپنا حق حاصل کرنے کی توقع نہیں کرے گا۔ابھی حال ہی میں ایک شخص نے ایک عورت کو اغوا کر لیا۔ایف سی آر کے تحت

ایک جرگہ جو اس صوبے میں قانونی سمجھا جاتا ہے اس مقدمے کے فیصلے کے لئے مقرر کیا گیا۔ جرگے کا خیال تھا کہ عورت کو اس کے خاوند کے حوالے کر دیا جائے لیکن عورت نے خاوند کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ اس صوبے کے جرگے کا یہ فیصلہ تھا۔

اس سے ظاہر ہے کہ حکومت ہمیں کوئی حقوق نہیں دینا چاہتی۔ ہم نے پہلے مرحلے پر روساء وغیرہ کو اس کا مجاز بنایا تھا کہ وہ حکومت کے پاس رسائی رکھنے کی وجہ سے کم از کم اپنے لئے وہ حقوق حاصل کریں جو باقی ماندہ ہندوستان میں لوگوں کو حاصل ہیں۔ اس سلسلے میں وہ انہیں اپنا اثر و رسوخ استعمال کریں۔ مجھے علم ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ ضرور کیا ہے لیکن اتنا نہ کیا جتنا حکومت سے مانگنا چاہئے تھا۔ انہوں نے صرف اس صوبے کے لئے چند اصلاحات مانگی ہیں۔ وائسرائے آ رہا ہے اور رئیس اور خان اسے ایک سپاسنامہ پیش کریں گے جس میں یہ مطالبہ ہوگا کہ خان خوانین کو خاص مراعات اور حقوق دیئے جائیں۔ وہ مطالبہ کریں گے کہ انہیں دوسروں کے مال و جائداد پر قبضہ کرنے کا حق دیا جائے۔ قتل کرنے کا حق اور دوسروں کو بھیڑیوں کی طرح کھا جانے کا حق عطا کیا جائے۔ یہ لوگ ملک میں انگریزوں کے ساتھ حکومت میں ساجھے داری چاہتے ہیں۔ یہ طبقات خود حکومت کی پیداوار ہیں جس کو درمیانی طبقے کی حمایت حاصل نہیں۔ حکومت نے ایف سی آر کے علاوہ اس صوبے میں دوسرے ناجائز ضابطے اور قانون بھی مسلط کر رکھے ہیں جن کی وجہ سے اب تک بہت آفات نازل ہوئی ہیں۔

قوم پرستوں اور درمیانی طبقے کے افراد نے اس معاملے کو اپنے ہاتھوں میں لیا تا کہ حکومت کے مظالم کو بے نقاب کر سکیں، صحیح راستے کا تعین کریں اور حکومت کو مجبور کر سکیں کہ وہ ہمیں وہ حقوق واپس کرے جو باقی ہندوستانی میں لوگوں کو حاصل ہیں۔ اگر آپ نے اس طبقے کی مدد کی تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تھوڑی قربانی سے مقصد حاصل ہو جائے گا۔ طاقتور حکومت آپ کے قدموں میں جھک جائیگی۔ اگر ایک لاکھ چالیس ہزار میں سے صرف چار ہزار یا صرف چار سو بھی جیل چلے جائیں تو حکومت کے لئے جیل میں جگہ نہیں رہے گی۔ ہم کوئی چور ڈاکو نہیں ہم صرف اپنا حق مانگتے ہیں اور اس کے حصول کے لئے جیل جانے کو تیار ہیں۔ میں خاص طور پر اپنے مسلمان بھائیوں سے کہوں گا کہ سارد ھا ایکٹ تو آپ کے مذہب میں مداخلت ہے لیکن کیا ایکسائز ایکٹ جو کروڑوں کی دولت کی وصولی کا باعث ہے ایک لعنت سے کم ہے۔ اور کیا یہ لعنت نہیں کہ قحبہ خانے چل رہے ہیں اور ہمارا اتنا اختیار نہیں کہ قوم کی

مسلمان بہنوں کو یہ لعنت چھوڑنے پرآمادہ کرسکیں۔اگر چہ یہ قانونی طور پر جرم ہےلیکن حکومت چاہتی ہے کہ لوگ بدکردار ہوکرتباہ ہوجائیں۔کانگرس نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک ہمیں باقی ہندوستان کے برابر حقوق نہ دلا دے آرام سے نہیں بیٹھے گی۔آپ اب جلد ہی دیکھیں گے کہ نوجوان ان احکام کے لئے جیل جانے کیلئے تیار ہونگے۔جوقرآن اورحدیث کی رو سے ان پرلاگو ہیں۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ کانگرس ہندو جماعت ہے اوراس میں مسلمان شامل نہیں ہیں اور یہ کہ کانگرس آزادی کی جنگ شروع کرنے والی ہےلیکن مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔آپ لوگ انگریزوں کی طرف سے قتل وغارت اور جنگ کے لئے بھرتی ہونے پراوراس طرح حکومت کی جڑیں مضبوط کرنے پرتو بخوشی راضی ہوگئے تھے۔اس بدبخت مسلمان قوم نے بغداداور بیت المقدس غیروں کےحوالے کیااور مکہ اور مدینہ پر بمباری کی۔۹۶ فیصد کی تعداد میں ہونے کے باوجود یہ غلغلہ بلند کرتے ہیں کہ ہم ہندوؤں کے ساتھ نہیں ملیں گے۔اگر ہندوآپ کے دشمن ہیں تو انگریز بھی تو آپ کے دشمن ہیں۔اگرآپ آزادی کی تمنا کرتے ہیں تو انہیں مل جل کر کیوں نہیں ہٹاتے۔اگرآپ آزادی کے متمنی نہیں تو آپ قوم کی آزادی کے لئے ایک بدنصیبی کا باعث ہیں۔میں صاف الفاظ میں کہوں گا کہ ہمارے پیغمبرؐ نے پہلے آزادی کی جدوجہد کی اور پھر مذہب کی جدوجہد کی تھی۔مذہب کے تحفظ کے لئے آزادی بڑی نعمت ہے۔آپ اس بات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اورسوچیں کہ آزادی چاہئے یانہیں۔اگرآپ نے آزادی کوضروری سمجھا تو میں آپ سے درخواست کروں گا کہ کانگرس میں شامل ہوجائیں اورحکومت پر واضح کردیں کہ جب تک وہ انتظامی اصلاحات نہیں کرتی اور ضابطے اورقوانین واپس نہیں لیتی تو ہم اس حکومت کے ساتھ کوئی تعاون نہ کریں گے۔اس کے ساتھ ''انقلاب زندہ باد'' کے نعرے لگائے گئے''۔

پیڑاخان جنرل سیکرٹری فرنٹیر صوبائی کانگرس کمیٹی نے ذیل کی قرارداد پیش کی۔

(۱) ''پشاور کے شہریوں کا یہ جلسہ ان تمام محبّ وطن لوگوں کو مبارک باد پیش کرتا ہے جو ظالم حکومت کی جابرانہ پالیسی کا شکار بنے ہیں۔اورقرار دیتا ہے کہ صوبہ سرحد کےعوام سول نافرمانی کی مہم میں جوش وجذبہ کے ساتھ شرکت کریں گےاوراس صوبے کی لاج رکھیں گے''۔

(۲) ''یہ جلسہ بنوں کے سردار رام سنگھ کوان کی گرفتاری پر مبارکباد پیش کرتا ہے اورحکومت کی جابرانہ پالیسی کی مذمت کرتا ہے''۔

پیڑا خان نے کہا کہ عدم تشدد پر عمل درآمد کرتے کرتے لوگ تھک گئے ہیں اور وہ سول نافرمانی کے لئے تیار ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے اس سرزمین بے آئین کو سول نافرمانی میں حصہ لینا چاہئے تھا جیسا کہ آغا سید لعل بادشاہ نے یہ کہا کہ یہاں کوئی دلیل اور اپیل نہیں چلتی۔ جرگہ کے ارکان کی مرضی ہوتی ہے کہ وہ جو چاہیں کریں۔ اس فیصلے کے خلاف کوئی اپیل نہیں ہوتی۔ حکومت ان لوگوں کو جنگجو سمجھتی ہے اور اس لئے اس قانون کو ان کے لئے موزوں سمجھتی ہے۔ اس صوبے نے جنگ عظیم اول میں بیش بہا قربانیاں پیش کی تھیں اور اسی لئے انہیں جھگڑالو اور جنگجو کہا جاتا ہے اور ان پر ایک دائمی مارشل لا نافذ ہے۔ ایف سی آر کی مثال بالکل رولٹ ایکٹ کی سی ہے کیونکہ جارج روس کیپل ان کو مشین گنیں قرار دیتا ہے۔ آپ کو فوراً سول نافرمانی شروع کر دینی چاہئے۔ انہوں نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ ہندو کہتے ہیں کہ مسلمان ۹۵ فیصد ہیں اور اس لئے پہلے انہیں تحریک چلانی چاہئے۔ لیکن میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر مسلمان خاموش بیٹھیں رہیں تو ہندو بھی کچھ نہیں کریں گے۔ مہاتما گاندھی صرف خدا کا نام لے کر باہر نکلے ہیں۔ آپ کے بچے آپ کو بے غیرت کہیں گے اور کہیں گے کہ جب حکومت آپ پر مظالم ڈھا رہی تھی تو آپ کہاں تھے۔ آپ نے کیا کیا؟۔

یہ تحریک اب بند نہیں ہوگی۔ یہ ایک خوش بختی ہے اور جو صوبہ اس میں پیچھے رہ گیا وہ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا۔ جو باہر رہا اسے برے دن دیکھنے پڑیں گے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہاں بھی دوسرے صوبوں جیسے حالات قائم ہو جائیں تو آپ بھی اس جدوجہد میں دوسروں کے شانہ بشانہ چلیں۔ مہاتما گاندھی نے سول نافرمانی کی مہم نمک کے قانون کی مخالفت سے شروع کر دی ہے۔ جب اس ڈاکو شاہی حکومت کو روپے پیسے کی ضرورت پڑتی ہے تو یہ نیا قانون بنا ڈالتی ہے۔ آپ ان ڈاکوؤں کے خلاف اپنے آپ کو تیار کر لیں۔ آپ کی آمدنی میں صرف سات پیسے بچ گئے ہیں۔ ہندوستان کا سونا لٹ چکا ہے۔ اگر آپ نے نیک نامی حاصل کرنی ہے تو موجودہ نظام حکومت کو بدل دیں پھر آپ آرام اور چین سے رہیں گے۔

''انقلاب زندہ باد'' کے نعرے لگائے گئے۔ انہوں نے کہا کہ عملی کام وقت کی ضرورت ہے یہ وقت تقریروں کا نہیں بلکہ کام کا ہے تا کہ یہ لعنت جلد دور ہو۔ حکومت ایکسائز ڈیوٹی سے ۲۰ کروڑ روپے وصول کرتی ہے۔ اس نے ریلوے کے ڈبوں میں تمبا کو نوشی بند کر رکھی ہے لیکن تمبا کو ریلوے سٹیشن پر کھلے عام بکتا ہے۔ میرا دل روتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اور کیا کہوں۔ اپنے نام درج کرائیں تا کہ پکٹنگ

کر کے اس برائی کو روک سکیں اور اگلا قدم اٹھا سکیں۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی:

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پیڑا خان نے جو قرارداد پیش کی اور آپ نے سنی میں اس کے بارے میں کچھ کہوں گا۔ آپ کی طرف سے سول نافرمانی میں حصہ لینے والوں کو مبارکباد دینے کا جواز اس وقت صحیح معنوں میں ہوگا۔ جب آپ بھی پورے عزم کے ساتھ جنگ آزادی میں ان کی تقلید کریں پھر آپ بھی مبارک باد کے مستحق ہوں گے اور سب آپ کو مبارکباد پیش کریں گے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہندوستان کے کونے کونے سے سول نافرمانی کیلئے جھتے روانہ ہورہے ہیں۔

وہ کونسی بات ہے جس نے ان لوگوں کو سول نافرمانی کیلئے تیار کردیا ہے۔ آپ کو علم ہے کہ ۱۵۰ سال ہوئے جب سے موجودہ حکومت نے ہندوستان میں قدم رکھا ہے۔ ہندوستان روز بروز ذلت، رسوائی، آفات، بھوک اور افلاس میں دھکیلا گیا ہے۔ آپ شروع سے اب تک انگریزی حکمرانی کی سیاہ تاریخ پڑھیں تو آپ کو اس کا ایک ایک حرف سیاہ اور بدترین نظر آئے گا۔ دنیا میں سب سے زیادہ ذلیل غلامی ہندوستانی غلاموں کی ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۸۵۷ء سے پہلے ہندوستان میں قدم جمادئے تھے۔ اس نے ہندوستان کی دیسی صنعت وحرفت تجارت اور کاروبار سب کچھ آہستہ آہستہ تباہ و برباد کر کے رکھ دیا اور ہندوستانیوں کو بھوک اور افلاس سے دوچار کردیا۔ اس کے بعد ۱۸۵۷ء میں ایسے قتل و غارت اور خون خرابے کا دور دورہ تھا جو ہندوستان کی تاریخ میں بدترین دور تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ میں جو کہ آزادی کے لئے تھی اس ڈاکوشاہی حکومت نے نہتے عوام پر گولیاں برسائیں اور انہیں بے رحمی سے قتل کیا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو ہندوستان کو ۱۵ کروڑ روپے کے عوض برطانیہ کے حوالے کردیا گیا اور اس وقت سے ہم سب غلامی کے شکنجے میں کسے ہوئے ہیں۔ اب تک ہمارے ساتھ بہت وعدے وعید ہوتے رہے، اعلانات کئے جاتے رہے اور طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے ہماری جڑیں کاٹی جاتی رہی ہیں۔ عوام پر ڈھائے گئے مظالم ایسے نہیں ہیں کہ یہاں پر بیان کئے جائیں۔ اس کے لئے بہت سا وقت درکار ہے۔ بدترین غلامی دیکھنی ہو تو ہندوستانیوں کی غلامی دیکھو۔ ہندوستان بدترین ظلم و جبر سے دوچار ہے۔ اسے غلامی کی ہتھکڑیوں، بیڑیوں اور زنجیروں میں بری طرح جکڑ دیا گیا ہے۔ آپ کو ان زنجیروں

کوتوڑنا ہے۔ جب تک آپ آزادی کی جدوجہد میں جرأت اور حوصلے سے حصہ نہیں لیں گے اس سے نجات حاصل نہ کرسکیں گے۔ آپ کو آزادی کی اس جنگ میں حصہ لینا ہوگا جو مہاتما گاندھی نے شروع کی ہے تاکہ غلامی سے آزادی حاصل کی جائے۔

رحیم بخش غزنوی نے کہا کہ آج کا جلسہ ایک تاریخی جلسہ ہے اور شاید آج کے بعد آپ کو ایک یادواور جلسوں کا موقع ملے اور مجھے تو ایک دومزید جلسوں کی امید بھی نہیں ہے۔ سید لعل بادشاہ، پیڑاخان اور مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی تقریریں انگریزی حکومت کے مظالم کی مفصل داستانیں تھیں۔ حکومت نے ہمارے ان بھائیوں کو جو ملک کی آزادی کے لئے نکلے تھے۔ غیر انسانی اور بہیمانہ طریقے سے جیلوں میں ٹھونس دیا ہے۔ ایک طرف ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد جاری ہے۔ جبکہ دوسری طرف سردار اور خان صاحبان وائسرائے کو سپاسنامہ پیش کرنے والے ہیں۔ ۷ اپریل کو گورنمنٹ ہاؤس کے سبزہ زار میں ہونے والی دعوت کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس پارٹی میں بارش نے رنگ میں بھنگ ڈال دیا۔ حالانکہ بیچارے خان وائسرائے سے ہاتھ ملانے کا موقع حاصل کرنے کے لئے سخت جدوجہد کر رہے تھے۔ ان میں سے بہت سے خان صاحبان نے کبھی وائسرائے نہیں دیکھا تھا اس لئے وہ غلط فہمی میں ہر صاحب سے ہاتھ ملاتے رہے۔ بارش کی وجہ سے بعض خانوں کو چیف کمشنر کے اصطبل میں پناہ لینی پڑی جہاں چیف کمشنر کے گھوڑوں کو پتہ چلا اور انہوں نے لاتیں مار مار کر چند ایک کو اصطبل سے بھی باہر نکال دیا۔ وہ حکومت کی نظر میں اپنی عزت کا اندازہ اس سے لگالیں کہ سرکاری گھوڑے بھی انہیں منہ نہیں لگاتے۔ ۱۵ اپریل کی دعوت میں دوبارہ خانوں کے دوگروہ بن جائیں گے۔ خدا کرے کہ وہ آپس میں لڑپڑیں اور ایک دوسرے پر گولیاں چلائیں اور وائسرائے صاحب کی بھی کچھ خاطر تواضع ہوجائے۔

مقرر نے حاضرین سے کہا کہ جب وقت آیا اور آپ نے برطانوی سامراج کو نکال باہر کیا تو ان خانوں کو بھی نکال باہر کریں۔ جب دریائے راوی کے کنارے آزادی کامل کی قرارداد منظور ہو رہی تھی تو حکومت ہمیں تباہ کرنے پر تلی ہوئی تھی لیکن لوگ اس کو تعظیم کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ آپ کو اپنی دستار کی عزت عزیز ہے۔ جبکہ دوسروں کو خودداری کا کوئی احساس نہیں۔ آپ جدوجہد آزادی میں شامل ہوکر اگلی صفوں میں کھڑے ہوجائیں۔ لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے آخر کانگرس میں کیا دیکھا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کانگرس حکومت کی دشمن ہے اور میں ایک باغی ہوں۔ آپ کو اپنی پگڑیوں کا پاس ہونا چاہئے لیکن آگے بڑھیں اور اپنا مقصد حاصل کریں۔ اس پر ''ٹوڈی بچہ ہائے ہائے'' کے نعرے لگائے

گئے۔ پچھلے جلسہ عام میں خفیہ والوں پر لوگوں نے جو آوازیں کسی تھیں اس کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس قسم کی حرکت نہیں کرنی چاہئے۔ ہم مشینری کے خلاف ہیں اس کے پرزوں پر خلاف نہیں۔ اگر حکومت دفع ہو جائے تو پرزے خود بخود دفع ہو جائیں گے۔ کیا آپ آزادی کی جنگ میں شریک ہونا چاہتے ہیں؟ کیا آپ اپنے حقوق کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ اس پر بالکل بالکل کے نعرے لگائے گئے۔ یہ سب کچھ حکومت کے ہاتھ میں ہے لیکن آپ کو یہ اس کے ہاتھ سے چھیننا پڑے گا۔ میں مسلمانوں سے کہوں گا کہ باہر نکلو آزادی حاصل کرو اور دوسروں کو بھی آزاد کراؤ۔ آپ نے چھ سو سال تک ہندوستان پر حکومت کی ہے اور ڈیڑھ سو سال سے برطانوی حکومت کی غلامی رہ رہے ہیں۔ مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں میں حکومت کا باغی ہوں۔ آگے بڑھو آزادی حاصل کرو اور دوسروں کو بھی آزادی کی برکتوں میں شامل کرو۔ آپ اس قوم کے سامنے کیوں ہاتھ پھیلاتے ہو جو آپ کی غلام رہی ہے۔ خدا کے لئے یہ کسی باہمی لڑائی کا وقت نہیں ہے ہم نے مکمل آزادی حاصل کرنی ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ برطانوی انتظامیہ کو ہندوستان سے نکال باہر کرنا ہے۔ ہم یورپ میں ان کا پیچھا کرنے اور انہیں ہوس کا نشانہ بنانے نہیں جائیں گے بلکہ صرف یہاں سے نکالیں گے۔ خود آزاد ہو جاؤ اور دوسروں کو آزاد کراؤ۔ غلامی کی وجہ سے دوسری قوموں پر آفتیں نازل ہوتی رہی ہیں۔ ترکی اور ایران کو ان کی خدمات کے نتیجے میں مفتوح ہونا پڑا۔ ہماری خدمات کی وجہ سے افغانستان بھی تباہ و تاراج ہوا۔ جب ہم آزاد ہو گئے تو کوئی ہمیں آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔ ہماری خدمات اور ہماری گولیوں نے یہاں پر برطانوی حکومت کو مستحکم کر دیا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیں گے۔ (آوازیں) ''بالکل بالکل''۔

ایک شخص نے کہا کہ پکٹنگ کے لئے میری خدمات حاضر ہیں۔ پکٹنگ کا کام ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء سے شروع ہوگا۔ خدا کی قسم کہ اگر آپ نے تحریک میں حصہ نہ لیا تو میں دیکھوں گا کہ آپ اس شہر میں کیسے رہ سکیں گے۔

آغا سید لعل بادشاہ بخاری نے اٹھ کر کہا کہ پچھلے جلسے میں ایک واقعہ رونما ہوا ہے جو کانگرس کے عقیدے کے خلاف ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ سی آئی ڈی والے ہندوستانی ہیں اور اس حوالے سے وہ بھی ملک کی آزادی میں شامل ہیں۔ وہ ذہنی معذوری کی وجہ سے یا پھر روزی کمانے کی مجبوری کی وجہ سے غلطی پر ضرور ہونگے لیکن کسی پر آوازے کسنا اچھی بات نہیں۔ چاہے وہ کوئی ملازمت بھی کرتا ہوں۔ اگر

ان کے ساتھ نرمی کا رویہ اختیار کیا جائے تو وہ آپ کے ساتھ مل جائیں گے ورنہ وہ مخالفت پر مجبور ہو جائیں گے۔

(ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبر۱، فائل ۱۷، صفحات AR۲۰۸ تا AR۲۲۰، بمطابق ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ء)۔

باب نمبر۸ پنڈت جواہر لعل نہرو کی گرفتاری

ان دنوں سول نافرمانی کے سلسلے میں پنڈت جواہر لعل نہرو گرفتار ہو گئے۔ ان کی گرفتاری پر احتجاج کے لئے شاہی باغ پشاور میں ۱۵ اپریل ۱۹۳۰ء کو شام چھ بجے سے ساڑھے سات بجے تک ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا۔ حاضرین کی تعداد کوئی چار سو تھی جن میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل تھے۔

رحیم بخش غزنوی اور پہلوان فضل محمود نے ایک قومی نظم پڑھی، غلام صمدانی درزی نے اپنی لکھی ہوئی ایک اردو نظم پڑھی جس میں ہندوستانیوں سے کہا کہ خواب غفلت سے جاگو کیونکہ انگریزوں نے ہندوستان کی دولت لوٹ کر ہندوستان کو کنگال کر دیا ہے۔ جلسے کی صدارت سید لعل بادشاہ نے کی۔

سید لعل بادشاہ بخاری نے کہا کہ اس جابر حکومت سے جو امیدیں آپ نے وابستہ کر رکھی تھیں وہ پوری ہو گئی ہیں۔ اس نے گرفتاریاں کی ہیں جو عرصہ دراز سے ہمارا مقصد تھا اور جو ہمیں اپنے ہدف تک لے جائیں گی۔ آج کا جلسہ ہندوستان کے بے تاج بادشاہ پنڈت جواہر لعل نہرو کے اعزاز میں منعقد ہو رہا ہے جن کو گرفتار کر کے چھ ماہ قید بامشقت کی سزا دی گئی ہے۔ ہم نے سوچا تھا کہ شراب خانوں پر ۲۳ اپریل کو پکٹنگ شروع کریں گے لیکن اب جب کہ کل ہند کانگرس کے صدر کو گرفتار کر لیا گیا ہے تو حکومت پر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ہم اپنے جواہر لعل نہرو سے کتنی محبت کرتے ہیں یہ جلد ہی شروع کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر ہندوستانی آزادی چاہتا ہے لیکن وہ اس کا کھلے عام اظہار نہیں کر سکتا۔ ہمیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ ایک طبقہ ایسا موجود ہے جو علانیہ ایسا کر سکتا ہے۔ کیونکہ جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا ایک جہاد ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ جنگ آزادی کا پہلا مرحلہ تھا۔ کیونکہ ہندوستان کو اخراجات کے بوجھ نے برباد کر دیا تھا اور بعد میں کمپنی کی حکمت نے یہ ملک برطانیہ پر بیچ دیا تھا۔ آپ کو پتہ ہے کہ کس طرح ہندوستان کے لوگوں کو بہلا پھسلا کر اس کی دولت لوٹی گئی۔ ہندوستان پر ڈھائے جانے والے انگریزی مظالم کی دنیا میں کہیں مثال نہیں ملتی۔ ان کے سب دعوے اور معاہدے محض دھوکہ اور غداری ثابت ہوئے۔ آہستہ آہستہ ہندوستانیوں کو اپنی حالت کا احساس ہوا اور انہوں نے کانگرس کی تنظیم کی جس کا مقصد ہندوستان کو موجودہ نظام سے چھٹکارا دلانا تھا۔ آزادی کی نعمت سے بہرور ہونا تھا اور غیروں کی حکومت سے نجات پانا اور موجودہ نظام کا تختہ الٹ دینا

تھا۔

انقلاب زندہ باد (نعرے)

اس مقصد کے حصول کے لئے ہندوستان کے سپہ سالار اور رہنما رگاندھی نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کی اور اس کو فی الحال نمک کے قانون تک محدود رکھا ہے کیونکہ نمک کا قانون ایک ایسا قانون ہے جو آج تک کسی حکومت نے نافذ نہیں کیا تھا۔ یہ تہذیب، فطرت اور عقل کے خلاف قانون ہے۔ اس چیز کی آپ کو دنیا بھر میں کہیں کوئی مثال نہیں ملے گی۔ ماضی میں یہ ٹیکس نہیں تھا اور کوئی شخص ہندوستان کی تاریخ میں اسے ثابت نہیں کرسکتا۔ یہ مذہب اسلام کے بھی خلاف ہے اور جس کسی نے بھی یہ نافذ کیا ہے اس نے مذہب میں بھی مداخلت کی ہے۔ اس لئے گاندھی جی نے سب سے پہلا قدم یہ اٹھایا ہے۔ اب موت حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے ہے کیونکہ اس نے ۱۸۵۷ء والے کام دوبارہ شروع کر دیئے ہیں اور پنڈت نہرو کو گرفتار کر لیا ہے اور انہیں ٦ ماہ قید کی سزا دی ہے۔ (نعرے)

''جارج مردہ باد'' ''پنڈت زندہ باد''

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہندوستان کی آزادی سب کا فرض ہے یہ کسی ایک آدمی کا فرض نہیں۔ آپ میدان عمل میں آئیں اور جیسے ممکن ہو سول نافرمانی تحریک میں حصہ لیں۔ ان الفاظ کے ساتھ انہوں نے تحریک کی حمایت کی۔

رحیم بخش غزنوی نے کہا کہ ۳۲ کروڑ لوگوں کے بے تاج بادشاہ کو انسانوں کے بھیس میں ڈیڑھ لاکھ جانوروں کی برطانوی حکومت نے من مانے قوانین کے تحت گرفتار کرلیا ہے۔ (نعرے)

''کنگ جارج مردہ باد'' ''جواہر لعل زندہ باد''

قرارداد کا مقصد صرف لارڈ ارون ٹنڈے کو یا بولٹن کو وہی نقل بھیجنا نہیں بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اس کا مقصد ۳۲ کروڑ عوام کو پنڈت اور گپتا کے ساتھ جیل پہنچانا ہے۔ ہندوستانیوں اور خصوصاً سرحد کے عوام کو چاہئے کہ ملک کو ڈیڑھ لاکھ گورا شاہی سے آزاد کرائیں۔ انہیں جیل کی دیواروں کو توڑ کر اپنے بادشاہ کو باہر نکالنا چاہئے۔ جب آپ بھوک سے دوچار ہوں اور عزت سے زندگی نہ گزار سکیں تو ایسے بادشاہ کی ضرورت کیا ہے جو ہم پر مسلط ہے۔

حکومت کی مشینری کا پرزہ ٹنڈا لارڈ ارون صوبہ سرحد اس لئے آیا تھا کہ صوبہ سرحد کے

سرحضرات اورخوانین کوجمع کر کےان کے سامنے ہڈی ڈال سکے۔

(آوازیں) ''نہیں کتوں'' کو

مقرر نے ۷ اپریل کوسبزہ زار کی دعوت کا دوبارہ ذکر کیا جوگورنمنٹ ہاؤس میں ہوئی تھی اور جو بارش کی نذر ہوئی۔اورخان اپنا سامنہ لے کررہ گئے تھے۔ان کے چہرے لٹکے ہوئے تھے۔

۲۳ اپریل تک پکٹنگ کا انتظار کرنے کی بجائے اب کل ہی سے کام شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہےاورعلی گل خان اور دیگر ۶ رضا کاراسی جگہ شاہی باغ میں نمک بنائیں گے تاکہ نمک کے قانون کی خلاف ورزی ہو۔کیونکہ اس قانون میں ایسی چیز پرٹیکس لگایا گیا ہے جس پرکسی مذہب نے ممانعت نہیں کی۔مجھے امید ہے کہ لوگ جوش اور ولولے سے شریک ہونگے اور دیکھیں گے کہ نمک کیسے بنتا ہے۔اس قانون کوتوڑ کرحکومت کو بتانا چاہئے۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے اس جلسہ عام کی غرض وغایت کے حوالے سے درج ذیل قرار داد پیش کی۔

''یہ اجلاس تہہ دل سے آل انڈیا کانگرس کے صدر پنڈت جواہرلعل نہروکوان کی گرفتاری اور سزایابی اور گپتاجی کوان کی گرفتاری پرمبارک باد پیش کرتا ہےاوراس پرخوشی کا اظہار کرتا ہے کہ حکومت اپنے اصلی رنگ میں بےنقاب ہوکرسامنے آنے کوتیار ہوئی ہے''۔

اس قرارداد پرمولانا عبدالرحیم صاحب نےتقریرکرتے ہوئے کہا کہ''جب سے اس ڈاکو شاہی،مطلق العنان اور جابرحکومت نے ہندوستان میں قدم رکھا ہےاس نے ہندوستانیوں کا خون چوس چوس کرانہیں ادھ موا کردیا ہے۔موجودہ نظام حکومت ایک جونک کی مانند ہےاور ہندوستانیوں کے لئے بربادی کا موجب ہےاور جب تک ان جراثیموں کا خاتمہ نہیں کردیا جاتا اس وقت تک اس مرد بیمار کی صحت یابی کا کوئی امکان نہیں''۔

مولانا عبدالرحیم نے ۱۶۰۰ء میں انگلستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی ابتداءاور پھر ۱۶۹۰ء میں اس کے ہندوستان میں کلکتہ کے مقام پرقیام کا ذکرکیااور بیان کیا کہ کس طرح اس نے سرمایہ داری اور سامراجیت کے زہریلے جراثیم پھیلائے۔اورکس طرح ہندوستان کی سرزمین اوراس کی دولت پرقبضہ جمالیا۔مولانا عبدالرحیم نے یہ بھی کہا کہ میں برطانوی سامراج کا تختہ الٹنا چاہتا ہوں تاکہ خان خوانین کے ٹھاٹھ پاؤں تلے روندے جاسکیں۔ان نام نہاد معززین پرخدا کی لعنت ہو جواصلاحات نہیں چاہتے

اور اس کو ایک انقلابی تحریک کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ یہ لوگ تو اپنے آپ کو قوم کے نمائندے قرار دیتے تھے۔ جب آپ یہاں سے برطانیہ کی حکومت کو نکال باہر کریں تو اتنا ضرور کریں کہ ان کے چہروں کو کالا کرنے کا حکم جاری کریں۔ آپ پستول اور خنجر استعمال نہ کریں صرف ان کے چہروں پر کالک ملیں۔ علامہ عبدالرحیم صاحب نے کہا کہ دیسی کپڑا استعمال کریں۔ انہوں نے کالج کے ان طلباء کے طرز عمل پر اظہار افسوس کیا جو غیر ملکی کپڑا پہنتے ہیں۔ کیونکہ ایسے لوگ بھی ہندوستان کے جلاہوں کی غربت کے ذمہ دار ہیں۔ اگر ہندوستان کی ۹۱ کروڑ روپے کی دولت ہر سال انگلستان میں انڈیلنے کی بجائے ہندوستان ہی میں رہنے دی جاتی تو ہندوستانیوں کی زندگیاں خوشحال بنائی جا سکتی تھیں۔ انہوں نے کانگرس کے چندے کے لئے اپیل کی کیونکہ یہ وہ پیسہ ہے جس سے جنگ آزادی لڑ کر ہندوستان کے عوام کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کاٹی جا سکتی ہیں۔

برطانیہ سے ہماری مخالفت کا مقصد ہندوستان سے برطانوی راج کو اکھاڑ پھینکنے کے بعد امداد باہمی کے نظام کا قیام ہے۔ اور مختلف مواقع پر اس بات کا پرچار اور وضاحت کی جا چکی ہے۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ طاقت کا استعمال کیا جائے لیکن اگر آپ متحد ہو گئے تو موجودہ نظام خود بخود مفلوج ہو کر رہ جائے گا۔ حکومت اپنا پروپیگنڈہ تو کرتی ہی رہے گی آپ اپنا کام جاری رکھیں۔ انہوں نے گزشتہ تحریک عدم تعاون کے دوران بنگال میں کی جانے والی گرفتاریوں کا ذکر کیا اور کہا اس میں اتنی گرفتاریاں ہوئیں کہ جیلوں میں جگہ نہ رہی تھی۔ حکومت کے پاس ایک ہی ہتھیار ہے کہ ہندو مسلمان سکھ وغیرہ میں تفریق کو ہوا دے اور اس نے ایسا ہی کیا۔ اس سے لازماً تحریک نے ناکام ہونا تھا۔ انہوں نے تفرقہ بازی کے نتائج کی ایک مثال پیش کر کے اپنا نکتہ نظر واضح کیا۔ انہوں نے کانگرس کی رکنیت اختیار کرنے کی اپیل بھی کی اور عوام سے تحریک میں شرکت کی درخواست کی تاکہ وہ اپنے حقوق حاصل کریں اور اس نظام کو اکھاڑ پھینکیں۔ انہوں نے اگلے دن نمک کے قانون کی حکم عدولی کے سلسلے میں کانگرس کے جلوس میں شرکت کی استدعا کی۔

علی گل خان نے کہا کہ میں اپنے قول و فعل سے عدم تشدد کے پروگرام پر عمل کرتا آیا ہوں اور کوئی ایسی تقریر نہیں کروں گا جو ذرا بھی تشدد کا تأثر دے۔ ہماری جدوجہد کا طریقۂ کار غالب سے معذرت کے ساتھ اس شعر میں موجود ہے۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے اسد
لڑتے ہیں جنگ اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

موجودہ انتظامیہ کے دلائل کو میرے بھائیوں نے تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ اور اس میں کوئی قابل تعریف چیز ہے نہیں۔ ہندوستانیوں کو معاشی، سماجی اور تعلیمی لحاظ سے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ ان کی آمدن میں سے صرف ۷ پیسے ان کے پاس چھوڑے جاتے ہیں۔ یہ تباہی اس وقت دور کی جا سکتی ہے جب موجود انتظامیہ کا تختہ الٹ دیا جائے پھر آپ کو پیٹ بھر کر کھانا اور پہننے کو کپڑا میسر آ سکے گا۔ اور جب تک یہ نظام موجود رہے گا اس سے کسی بہتری کی توقع نہیں کرنی چاہئے۔ گاندھی جی نے نمک کے قانون کے خلاف سول نافرمانی شروع کر دی ہے۔ یہ صرف کروڑوں روپے بچانے کا سوال نہیں بلکہ یہ پوری انتظامیہ کو لے ڈوبے گا۔ ہمیں ہندوستان سے حاصل کی ہوئی رقم میں سے انگلینڈ صرف ۱۰/۱ حصہ دیتا ہے۔ لیور پول سے نمک درآمد کر کے ہم پر فروخت کیا جاتا ہے۔ اگر سول نافرمانی کی گئی تو یہ سلسلہ بند ہوگا۔ میں عدم تشدد کا پیروکار ہوں آپ آزادی کی جنگ میں اسی جذبے سے شامل ہوں جس طرح ایک جاپانی لڑکے کو روس کے خلاف جنگ میں نہ جانے دیا گیا کہ اس کی ماں زندہ تھی۔ اس پر اس کی ماں نے اپنے آپ کو اپنے بچے کے راستے میں رکاوٹ سمجھ کر خنجر سے ہلاک کر دیا تھا تا کہ اس کا بیٹا ملک کی خاطر لڑ سکے۔ آپ میں ملک کی آزادی کے جذبات ایسے نہیں ہیں۔ اگر انگریز غلام ہوتے تو کیا وہ ایک منٹ کے لئے بھی خاموش بیٹھے رہتے۔ ان حالات میں، میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ جتھوں کی صورت میں بطور رضا کار شامل ہوں اور ملک وقوم کی خدمت کریں۔ قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔

پیڑا خان نے ذیل کی قرارداد پیش کی:

''یہ جلسہ بنوں کے سردار رام سنگھ، حکیم عبدالرحیم اور پنڈت سوم دیوں کو ان کی گرفتاری پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہے اور حکومت کے اس عمل پر اظہار مسرت کرتا ہے کہ اس نے بدنام زمانہ ایف سی آر کے تحت ان کو گرفتار کیا ہے''۔

انہوں نے کہا کہ یہ خوشی کا مقام ہے کیونکہ اگر گرفتاریاں نہ ہوتیں تو اس صوبے کی بدنامی ہوتی۔ انہوں نے اس صوبے کی لاج رکھ لی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ جرمنی کی جنگ میں اس صوبے نے بیش بہا قربانیاں دی تھیں اور بھرتیاں کرائی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ اب تو ہمارے اپنے گھر کو آگ لگ

چکی ہے۔اب ہم کسی صورت کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔کل سے تحریک شروع ہوگی۔ایک جلوس نکالا جائے گا اور علی گل خان اور ۶ رضا کار باہر نکلیں گے۔آپ اپنے نام رضا کاروں میں درج کرائیں۔

ایس امر سنگھ ایجنٹ خالصہ انشورنس کمپنی نے کہا کہ میں آج لوگوں کی اتنی کثیر تعداد دیکھ کر بہت خوش ہوا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ کل اس سے دوگنی تعداد موجود ہوگی۔آپ نے اب قربانی کے جذبے کو زندہ کرنا اور مہاتما گاندھی کا حکم بجالانا ہے۔میں اس قرارداد کو تحسین کی نظروں سے دیکھتا ہوں کیونکہ جس طرح آپ سول نافرمانی کا سوچ رہے ہیں اس طرح حکومت نے بھی صوبے میں گرفتاریاں شروع کر دی ہیں۔مجھے اس بات پر خوشی ہے کہ مجھے وار کونسل کیلئے کام کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ہم میں آزادی کا جذبہ اب تک نہ تھا اور اب جب کہ یہ جذبہ بیدار ہو گیا ہے تو ہندوستان آزاد ہو جائے گا۔ہر ہندوستانی کا فرض ہے کہ وہ آزادی کے لئے جدوجہد کرے۔یہ نوجوانوں کی خاص ذمہ داری ہے۔نوجوان بھارت سبھا کو ہم سے مل کر اپنا کام کرنا چاہئے اور اپنے کارکن ہمارے پاس درج کروانے چاہئیں۔آپ کا رہنما پنڈت جواہر لعل نہرو خود جوان ہے اور اس لئے یہ فرض جوانوں کا ہے۔آپ بڑی تعداد میں بطور رضا کار نام درج کرائیں۔اگر صوبہ سرحد کے لوگوں میں غیرت ہے تو وہ پہلے شامل ہو کر وطن کو آزاد کرائیں۔جو لوگ جلسوں میں آنے کا ارادہ کریں انہیں کھدر کا لباس پہن کر آنا چاہئے۔اس موقع پر نعرے لگائے گئے۔

اپ اپ دی نیشنل فلیگ
اپ اپ دی پنڈت جواہر لعل نہرو
ڈاؤن ڈاؤن دی یونین جیک
ڈاؤن ڈاؤن دی کنگ جارج

حاجی کرم الٰہی نے رضا کاروں کی بھرتی کی اپیل کی کہ آپ کی تعداد اتنی زیادہ ہونی چاہئے کہ فہرستوں کی تیاری مشکل ہو جائے اور آپ اس طرح اس صوبے کی لاج رکھیں کیونکہ یہ صوبہ ہر قومی کام میں ہمیشہ سب سے آگے آگے رہا ہے اور ہر کام اس نے شاندار طریقے سے انجام دیا ہے۔انہوں نے اس جھتے کے ارکان کے نام لوگوں کو بتائے جو ۱۶ اپریل ۱۹۳۰ء سے سول نافرمانی کرنے والا تھا۔

نام یہ تھے:

۱۔ جتندر ناتھ

۲ غلام ربانی سیٹھی

۳۔ کاہن سنگھ

۴۔ جوالرساہی

۵۔ مددخان اور ایک دوسرا مسلمان رکن

ان نوجوانوں کو رضا کارانہ خدمات پر مبارکباد پیش کی گئی۔

غلام ربانی سیٹھی نے کہا کہ عدم تشدد پر کاربند رہ کر ثابت کریں کہ آپ صوبے کا وقار قائم رکھیں گے۔ اور ہر قیمت پر ظلم و جبر برداشت کریں گے۔ امید ہے کہ آپ جب کل آئیں گے تو صبر وتحمل برقرار رکھیں گے۔ اگر آپ پر تشدد ہوا تو خوشی خوشی برداشت کریں، حکومت کے خلاف نفرت پھیلانا درست ہے، لیکن مار دھاڑ درست نہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ حکومت اپنے مہذب ہونے کی شیخی بگھارتی ہے۔ کس طرح شراب افیون اور قحبہ خانے چلانے کی اجازت دیتی ہے اور ان سے کس طرح انسانی صحت اور انسانی اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے۔ اس کو اس پر شرم آنی چاہئے۔ حکومت آپ کو کمزور اور بزدل بنانا چاہتی ہے اور پھر بھی وہ آپ کی معاشی حالت کی اصلاح کے دعوے کرتی ہے۔ حالانکہ کسٹم ڈیوٹیاں، ٹیکس اور مالیے عائد کر کے ہندوستانیوں کی غربت میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے جہانگیر کے دور حکومت کی مثال دی جب آگرہ کے سرکاری خزانے میں سونے اور چاندی کے سکوں کا ڈھیر موجود تھا لیکن افسوس کی بات ہے کہ سب کچھ نوکرشاہی انگلینڈ لے گئی۔ لوگ کل جلسے میں ضرور آئیں لیکن تحریک کی بدنامی نہ ہونے دیں۔

اچرج رام گھمنڈی نے کہا کہ حکومت نے ہمارے بے تاج بادشاہ کو گرفتار کر کے ہمیں ایک چیلنج دیا ہے کہ ہم میدان میں نکلیں۔ ہم کانگرس کے کہنے پر تشدد یا عدم تشدد پر عمل درآمد کیلئے تیار ہیں۔ آپ کا ہندوستان پہلے کی طرح ایک بار پھر مالدار ملک بن سکتا ہے۔ آپ حکومت کو بتا دیں کہ ہمارے رہنماؤں کو گرفتار کر کے وہ ہمیں دبا نہیں سکتی۔ اب ہندوستان میں اور جواہر لعل پیدا ہونگے جو اپنی جانیں لڑا دیں گے اور ہار نہیں مانیں گے۔ کیا میں کانگرس کے صدر کو بتا دوں کہ اس جلسے میں موجود سب لوگ ملک کی خدمت کے لئے میدان میں نکلیں گے۔ (آوازیں) ''بالکل بالکل''۔

اللہ بخش برقی نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ بہت کم لوگوں نے کھدر کا لباس پہن رکھا ہے اور کہا کہ میں آپ سے پرزور درخواست کرتا ہوں کہ سب لوگ کھدر پہنیں۔ میں کہتا ہوں کہ کھدر کے

علاوہ دوسرے قیمتی کپڑوں میں ملبوس ہوکر نمازیں پڑھنے سے خدا کے ہاں نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔ میں کھدر کو عقیدہ سمجھ کر اس کا پرچار کرتا ہوں۔ اگر یہ درست نہ ہوتا تو رسول خدا لوگوں کو قیمتی کپڑے پہننے کی تلقین کرتے۔ میں آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ غیر ملکی مال کا بائیکاٹ کریں اور کھدر پہنیں۔

سید لعل بادشاہ نے کہا کہ میں جلسہ ختم ہونے سے پہلے یہ بتادوں کہ جیل کی زندگی سخت نہیں ہوتی میں جیل میں رہ چکا ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ کثیر تعداد میں جیل گئے تو سب جلد رہا کردیئے جائیں گے۔ کیونکہ جیل انتظامیہ کے لئے سب کو رکھنا اور کھانا دینا مشکل ہوجائے گا۔ آپ نے ڈاکے نہیں ڈالے یا دوسرے اخلاقی جرائم نہیں کیئے اس لئے آپ کو مشقت نہیں کرنی پڑے گی۔

اچرج رام گھمنڈی نے چیخ کر کہا کہ ہم رضا کارانہ گرفتاریاں دیں گے اور اگر ہمیں چھوڑا جائے تو جیل سے باہر نہیں آئیں گے تاکہ حکومت بے بس ہوجائے۔

اگلے دن ۱۶ اپریل کو نمک کے قانون کی خلاف ورزی کے سلسلے میں شاہی باغ میں شام ۶ بجے نمک بنایا گیا اور اس کی پڑیاں قومی خیال رکھنے والے تاجروں نے خریدی۔ ایک سوداگر فدا محمد نے ۲۵۰ روپے میں نمک کی پڑیا خرید کر نمک کے قانون کی حکم عدولی کی تحریک کی حوصلہ افزائی کی۔ حکومت کی طرف سے بغیر لائسنس کے کسی کو نمک بنانے کی اجازت نہ تھی اس قانون کو توڑنے کے لئے پبی سے شورہ مٹی لائی گئی اور اسے جوش دیکر نمک بنایا گیا۔

نوجوان بھارت سبھا اتمان زئی میں:

احتجاجی جلسے جلوسوں کا سلسلہ چل نکلا تو اس سلسلے کی ایک بڑی ریلی اتمان زئی میں افغان یوتھ لیگ کی طرف سے بھی ہوئی جس میں نئی سیاسی جماعت خدائی خدمت گار تحریک (تحریک اصلاح افاغنہ) کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ ۱۹، ۲۰ اور ۲۱ اپریل کو تین روزہ پروگرام تھا۔ اس کے لئے کانگرس کمیٹی اور نوجوان بھارت سبھا کے رہنماؤں کو بھی خان عبدالغفار خان نے اتمان زئی مدعو کیا تھا۔ پشاور سے مولانا خان میر ہلالی نے فرنٹیر یوتھ لیگ کے سٹیج پر ۱۹ اپریل کے دن ہی پہنچ کر ۲۳ اپریل کو شراب خانوں پر پکٹنگ اور سول نافرمانی شروع کرنے کا اعلان کردیا۔ اس جلسہ عام میں پشاور سے ان ممتاز رہنماؤں نے شرکت کی تھی۔

(۱) سید لال بادشاہ (۲) مولانا عبدالرحیم پوپلزئی (۳) علی گل خان (۴) سید قاسم جان

(۵) حاجی جان محمد (۶) پیڑا خان (۷) غلام ربانی سیٹھی (۸) محمد عثمان سرعسکر (۹) حاجی کرم الٰہی (۱۰) اللہ بخش برقی (۱۱) کاکاجی صنوبر حسین مہمند (۱۲) رحیم بخش غزنوی (۱۳) قاضی عطاء اللہ (۱۴) مفتی میر احمد (۱۵) فضل محمود (۱۶) عبدالرحمٰن ریا (۱۷) محمد شفیق ایمو (۱۸) سوہن سنگھ (۱۹) اتم چند (۲۰) امیر چند شمسی (۲۱) سردار عبدالرب نشتر (۲۲) سرداراورنگزیب خان وکیل (۲۳) عبدالروف (۲۴) عبدالجلیل۔

سیاسی رہنما آغا لعل بادشاہ بخاری، علی گل خان، پیڑا خان، مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور دو رضا کار مردان کے راستے ۱۸اپریل کو اتمان زئی روانہ ہوئے۔

(ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبر۳، فائل ۳۸، صفحہ۱۲۱، ڈائری مورخہ: ۳۰۔۴۔۱۹)

باب نمبر ۹ آتش بار اخبارات

عبدالغفور آتش کی تقریروں کی طرح تحریریں بھی آتش بار ہوتی تھیں۔ سانحہ قصہ خوانی کے بارے میں صوبہ سرحد پولیس کے آئی جی مسٹر آئس مانگر نے صوبہ سرحد کے صدر مقام پشاور اور اس کے دیگر اضلاع میں اٹھنے والی تحریک کی وجوہات پر یکم مئی ۱۹۳۰ء کو تحریر رپورٹ پیش کی تھی۔ اس میں کہا تھا کہ جہاں اس تحریک کو سیاسی جماعتوں اور سیاسی مظاہروں نے بھڑکا دیا تھا وہاں اس کا ایک سبب تحریری پرچار بھی تھا۔

عبدالغفور آتش ہفتہ وار نوجوان سرحد کے ایڈیٹر تھے۔ جبکہ ''ماہانہ نوجوان سرحد'' کی ادارت عبدالرحمٰن ریا کے ذمہ تھی۔ اسی طرح نوجوان تحریک کے ایک اور آرگن نوجوان سرفروش کی ادارت اللہ بخش برقی، عبداللہ جان خنجر وغیرہ کے سپرد کی جاتی رہی تھی۔

معرکہ قصہ خوانی کے بعد انقلابیوں کے اخبارات کے خلاف کاروائی کی گئی تو عبدالغفور آتش کا ہفت روزہ نوجوان سرحد بھی قابل تعزیر گردانا گیا۔ اس کے خلاف دفعہ ۱۰۸ سی پی سی کے تحت مقدمہ درج کر لیا گیا۔ لیکن ان دنوں عبدالغفور آتش پارٹی کے حکم کے تحت روپوش تھے۔ تاکہ دوسرے رہنماؤں کی گرفتاری کی صورت میں باہر کے معاملات سنبھال سکیں۔ اسی طرح ماہنامہ نوجوان سرحد کے مدیر ہونے کی پاداش میں عبدالرحمٰن ریا پر بھی اسی دفعہ کے تحت مقدمہ درج کیا گیا۔

نوجوان سرفروش تو مارچ ۱۹۳۰ء ہی کو ضبط کر لیا گیا تھا اور اس کے مدیران اور پبلشروں کی گرفتاری عمل میں لائی گئی۔ لیکن اس کے باوجود اگلا پرچہ نکلا تو انتظامیہ سر پیٹ کر رہ گئی۔ کیونکہ ان اخبارات کی اشاعت و ترسیل کے لئے انقلابی کارکنوں نے متبادل انتظامات کر رکھے تھے۔

ویسے تو حکومت کی مخالفت دوسرے اخبار بھی کرتے رہتے تھے لیکن نوجوان تحریک کے اخباروں نے تو انتظامیہ کا ناک میں دم کر رکھا تھا اور عوام میں جوش و جذبہ انہیں کی وجہ سے پیدا ہوتا تھا۔ ان اخبارات کو انتہا پسند اور باغی اخبارات قرار دیا جاتا تھا۔

۱۹۳۰ء کے اوائل ہی میں ان اخبارات میں اس قدر آتشیں تحریریں پیش کی گئیں کہ ان پر مختلف مقدمے بنا کر انہیں ممنوع قرار دے دیا گیا۔ ان کی نگرانی سخت کر دی گئی اور ان کے مقام اشاعت اور پریس کی نشاندہی سے لے کر ان کے تقسیم کار تک کی رپورٹیں حکام کو بھیجی جانے لگیں۔ چنانچہ ان

اخبارات کی تلاش میں نوجوان سبھا کے دفتر پر چھاپے پڑنے شروع ہوئے اور اخبار ضبط کرلیا گیا۔ لیکن یہ سب کچھ اس وقت ہوا جب خود اس تحریک نے یہ اخبار کھلے عام فروخت کرنا شروع کر دیا۔ سرکاری ریکارڈ میں ان اخبارات کا ذکر تو بہت ملتا ہے لیکن ان کی کوئی کاپی نظر نہیں آتی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کم ازکم شروع شروع میں جب نوجوان تحریک خفیہ طور پر جاری تھی ہر رکن کی ذمہ داری تھی کہ وہ اخبار کا پرچہ پڑھ کر تحریری طور پر اگلے رکن کی ذمہ داری میں دے دے اور آخری رکن واپس اخبار لا کر پارٹی کے حوالے کر دے جو مخصوص ارکان کی موجودگی میں انہیں جلا دے۔ جن دنوں پہلی بار حکومت ان اخبارات کی موجودگی سے باخبر ہوئی ان دنوں کے جلسے جلوسوں کی رپورٹیں صورت حال پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہیں۔ ایک شہادت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی صدارت میں ہونے والے ۳۱ مارچ ۱۹۳۰ء کے جلسہ عام میں رحیم بخش غزنوی، اللہ بخش برقی اور روشن لعل کی تقریروں سے ملتی ہے۔

۳۱ مارچ ۱۹۳۰ء کو کانگرس اور نوجوان تحریک کے کارکنوں نے ایک مشترکہ جلوس نکالا۔ جلوس کے شرکاء بانس کے ڈنڈوں سے مسلح تھے اور آزادی کے گیت گا رہے تھے۔ جلوس نے بڑے بڑے بازاروں کا گشت کیا۔ شرکاء میں عبدالغفور آتش، اللہ بخش برقی اور رحیم بخش غزنوی بھی شامل تھے۔ انہوں نے راستے میں یہ اعلان بھی کیا کہ آج شام پانچ بجے چوک یادگار (ہیسٹنگ میموریل) پر ایک جلسہ عام ہوگا تاکہ کاکوری، بابرا کالی اور جلیانولہ باغ کے شہداء کو خراج تحسین پیش کیا جائے۔

اس شام کو چوک یادگار میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس کی صدارت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے کی۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے اپنے خطاب کے دوران مصر، ایران اور مکہ معظمہ وغیرہ میں برطانوی مظالم کی تفصیل بیان کی اور کہا کہ حکومت کی پالیسی ہے کہ ہمارے جسم سے خون نچوڑے۔ انہوں نے کہا کہ صوبہ سرحد میں ۹۵ فیصد آبادی کا تعلق محنت کش مزدور کسان طبقے سے ہے۔

جن کی اوسط روزانہ آمدنی ایک آنے سے لے کر چھ آنے تک سے زیادہ نہیں۔ دوسری طرف دیکھیں تو صرف برطانوی فوج پر ۵٦ کروڑ روپے سالانہ ضائع کئے جا رہے ہیں اور ادھر ہندوستانی باشندے بھوکے مر رہے ہیں۔

انہوں نے اپنی تقریر کا اختتام انقلاب زندہ باد کے ساتھ کیا۔ اس جلسے سے رحیم بخش غزنوی، امیر سنگھ، اللہ بخش برقی، کاکاجی صنوبر حسین، روشن لعل، حاجی شاہنواز خان اور اچرج رام گھمنڈی نے بھی خطاب کیا۔ شرکاء میں حکیم صحبت خان اور حافظ عبدالحنان بھی موجود تھے۔ جلسہ برخاست ہوا تو شرکاء میں

سے بعض نے سی آئی ڈی والوں کو دیکھ کرٹوڈی بچہ ہائے ہائے اور ہو ہو کے نعرے لگائے۔ بہت سے منچلے نوجوان سی آئی ڈی والوں کے تعاقب میں ان کے پیچھے ہو لئے اور نعرے لگاتے رہے۔ یہ دیکھ کر سب انسپکٹر کرتار سنگھ مشرق کی طرف اور انسپکٹر محمد عمر خان شمال کی طرف بھاگے۔ لیکن ہجوم نے انہیں نہ چھوڑا اور تھانہ کابلی تک ان کا تعاقب کیا۔ بعد میں رہنماؤں کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے نوجوانوں کی اس حرکت کا برا منایا۔ اس جلسے میں بڑی زوردار تقریریں کی گئیں۔

رحیم بخش غزنوی نے کہا کہ ہمیں محض جلسوں اور قراردادوں تک محدود نہیں رہنا چاہئے بلکہ ہمیں اپنے شہدا کی یاد کو زندہ رکھنا اور ان کے نقش قدم پر چلنا چاہئے۔ اور یہ کام صرف یادگاریں بنانے سے نہیں ہوتا بلکہ ان شہیدوں کے خون کو تازگی بخشنے کے لئے ہمیں اپنے خون کا نذرانہ پیش کرتے رہنا چاہئے۔ آپ کو اس حکومت اور سامراج کی غلامی کے دبدبے کی پروا نہیں کرنی چاہئے۔ میں حکومت سے نہیں ڈرتا۔ مجھے ایک دن تو مرنا ہی ہے، ہمیں غلامی سے آزادی حاصل کرنی ہے اور اس کے لئے ہمیں اپنی زندگیاں قربان کرنی پڑیں گی۔ اسیران کاکوڑی کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا اور جلیانوالہ باغ میں بچوں کا قتل عام کیا گیا کیونکہ وہ آزادی چاہتے تھے۔ آپ لوگوں کو غیر ملکی کپڑے کا بائیکاٹ کرنا چاہئے کیونکہ ہمارے ملک کے کپڑا بننے والے بھوک سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ جبکہ مانچسٹر کے کپڑا بننے والے مزے کر رہے ہیں۔ ہندوستان کے مالدار لوگوں کی تعداد تین کروڑ ہے جبکہ مزدوروں اور کاشتکاروں کی تعداد ۲۹ کروڑ ہے۔ ان کو دو وقت کی روٹی میسر نہیں۔ ان کی برائے نام آمدنی ٹیکس کی صورت میں مکار حکومت کے خزانے میں چلی جاتی ہے۔ اس بدبخت حکومت کو بھگا کر ہی آپ چین کی زندگی گزار سکیں گے۔ لٹیروں کی حکومت ڈیڑھ سو سال سے ہم پر مسلط ہے ان لوگوں کو ملک سے نکال باہر کریں اور غلامی سے نجات حاصل کریں۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ صرف ایک سو رضا کاروں نے جلوس میں شرکت کیلئے اپنے نام درج کروائے ہیں۔

آزادی کی جدوجہد سی ایل داس نے شروع کی تھی جسے جیل جانا پڑا۔ اس کی تقلید میں اس کے بچوں، بھائیوں اور سب بنگالیوں نے ایسا ہی کیا اور اس طرح جیلیں بھر گئیں تو نئے قیدیوں کے لئے جگہ نہ رہی جس کے نتیجے میں سب کو چھوڑ دیا گیا۔

اس کے بعد جنرل ڈائر آیا جس نے ننھے بچوں کو قتل کیا۔ بعض ٹوڈیوں نے حکومت کے ایماء پر فرقہ وارانہ فساد شروع کیا اور آزادی کی تحریک ناکام ہو گئی۔ انہوں نے رضا کاروں کی بھرتی کی اپیل

کے ساتھ اختتام کرتے ہوئے ذیل کی قرارداد پیش کی۔

پشاور کے عوام کا یہ جلسہ کا کوڑی کے شہدا کی قومی خدمات کا اعتراف کرتا ہے۔جنہوں نے مادر وطن کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور امید کرتا ہے کہ سرحد کے عوام غیر ملکی قبضے سے اپنے وطن کو آزاد کرانے کیلئے شہداء کے نقش قدم پر چلیں گے۔

امر سنگھ نے اس قرارداد کی تائید کرتے ہوئے اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ ملک میں جب کبھی بھی آزادی کی لہر اٹھتی ہے تو مختلف گروہ نمودار ہو جاتے ہیں۔ان میں سے بعض کا تو کوئی مطمع نظر نہیں ہوتا، بعض اصلاحات کا نفاذ مانگتے ہیں، بعض ڈومینین سٹیٹس چاہتے ہیں وغیرہ وغیرہ انہوں نے مولانا محمد علی جوہر، بھائی پرمانند اور سردار شیر سنگھ جیسے (بقول ان کے) ''ٹوڈیوں'' کی مذمت کی جنہوں نے بقول ان کے نفرت پھیلائی۔انہوں نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ کھدر پہنیں اور بیرونی کپڑے کا بائیکاٹ کریں۔انہوں نے پنڈتوں، ملاؤں اور گرنتھیوں کی بھی مذمت کی کہ وہ فرقہ وارانہ گڑبڑ کا سبب بنے ہوئے ہیں۔

رحیم بخش غزنوی دوبارہ اٹھے اور ''نوجوان سرفروش'' اخبار کی ضبطی اور امانیہ پریس پر اس کی تلاش میں پولیس چھاپے کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پولیس نے یہ پرچہ اس لئے چھینا ہے کہ دکانداروں سے لارڈ ارون اور نارمن بولٹن کیلئے اس میں پڑیا بنوائے۔حکومت آپ کو بھوک سے مارنا چاہتی ہے۔لیکن نوجوانوں نے اس موقع پر اگر کچھ کر دکھایا تو کوئی حکومت بھی ان کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں کر سکے گی۔اگر ایک مارا گیا تو ۳۲ کروڑ اپنی جان کی بازی لگا دیں گے۔

نوجوان بھارت سبھا کے دفتر کی تلاشی کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ وائسرائے کے اس صوبے کے دورے سے پہلے کچھ نہ کچھ ضرور ہونے والا ہے۔آپ کو ہر حال میں نوجوان بھارت سبھا کی پشت پناہی کرنی چاہئے۔اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ قرارداد پیش کی۔

''یہ جلسہ ''نوجوان سرفروش'' پشاور کی ضبطی جیسے حکومت کے اوچھے ہتھکنڈے پر اظہار نفرین کرتا ہے''۔سب کو کھل کر نوجوان سبھا کی حمایت کرنی چاہئے ورنہ خفیہ طور پر تو ضرور کریں۔اگر کسی کو ڈر ہو کہ اسے بھی کہیں نوجوان سبھا کی حمایت کے الزام میں قید نہ کر دیا جائے۔''حکومت برطانیہ برباد''۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر گاندھی کو گرفتار کیا گیا تو ہم جیل کی دیواریں توڑ کر انہیں آزاد کرا لیں گے۔ہم دفعہ ۱۲۱ یا دفعہ ۳۰۲ کی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ میری آرزو ہے کہ میں بھی رام پرشاد بسمل

اور شہید اعظم اشفاق اللہ خان کی طرح اپنی زندگی قربان کر دوں۔ میرٹھ سازش کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ خدا نے چاہا تو نہ دفعہ ۱۲۱ رہے گی اور نہ دفعہ ۱۲۴۔ انہوں نے رضا کاروں کی بھرتی کی اپیل کرتے ہوئے سامعین سے کہا کہ آپ کسی سے نہ ڈریں۔ کیونکہ ایک طرف خدا ہے اور دوسری طرف حکومت۔ انہوں نے کہا کہ میں مزید کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ میں سخت غصہ میں ہوں اور نہیں چاہتا کہ پانچ سال سے پہلے تشدد شروع کیا جائے۔

اللہ بخش برقی نے مندرجہ بالا قرارداد کی حمایت کی۔

غلام جیلانی نے کہا کہ ہندوستان کا خادم وائسرائے جو عنقریب یہاں آنے والا ہے ماہانہ ۲۰،۰۰۰ بیس ہزار روپے تنخواہ وصول کرتا ہے لیکن اس نے اپنے آپ کو کبھی اس ملک کا وفادار ثابت نہ کیا۔ نواب اور سر حضرات اسے مزید ایک سال رکھنا چاہتے ہیں۔ اس بد بخت کو یہاں مزید ایک سال کیوں مسلط رکھتے ہو یہ تو آپ کے حقوق کی نگہداشت نہیں کر سکے گا۔ وہ آپ کے ٹیکسوں اور آپ کے سرکاری خزانہ سے ۲۰۰۰۰ روپے لے رہا ہے۔ انہوں نے ہندوستانیوں کی اوسط آمدنی کا موازنہ دوسرے مما لک کے لوگوں سے کیا۔ ہندوستانیوں کی ابتر حالت بیان کرتے ہوئے انہوں نے حاضرین سے سول نافرمانی کی تیاری کرنے کو کہا۔ انہوں نے ایک قرارداد تجویز کرتے ہوئے کہا کہ پشاور کے عوام کو وائسرائے کے دورے سے کوئی سروکار نہیں اور ہم اس کو استقبالیہ دینے کی تجویز کی مذمت کرتے ہیں۔

کا کا جی صنوبر حسین نے بھی تقریر کرتے ہوئے وائسرائے کو استقبالیہ پیش کرنے کی تجویز کی مذمت کی۔ انہوں نے کہا کہ وائسرائے سوات میں فوجی انتظامات کے سلسلے میں یہاں آ رہا ہے۔

روشن لعل نے بھی وائسرائے کے استقبالیہ کی تجویز کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کا خیال ہے کہ نوجوان پارٹی تشدد کی حامی ہے لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ ہمارا مقصد انقلاب برپا کرنا ہے۔ انہوں نے ٹوڈیوں مذمت کی اور کہا کہ سی آئی ڈی والے خبیث ہیں۔

حاجی شاہنواز خان نے کہا کہ وہ کابل کے پاسپورٹ کے لئے ڈپٹی کمشنر کے پاس گئے اور اسے بتایا کہ میں ۷۰۰ روپے مالیہ ادا کر رہا ہوں لیکن ڈی سی نے مجھے اس بنا پر پاسپورٹ دینے سے انکار کر دیا کہ میں عبدالغفار خان کا رشتہ دار ہوں جو کہ حکومت مخالف ہیں۔

خان خوانین نے مجھے مالیہ کی معافی کی درخواست کے لئے کہا لیکن میں نے اس بات کو مسترد کر دیا۔ ڈپٹی کمشنر نے خان عبدالغفار خان پر الزام لگایا کہ وہ لوگوں سے جمع کئے ہوئے چندے میں

خرد برد کر رہے ہیں۔ عبدالغفار خان نے اسے یہ الزام ثابت کرنے کا نوٹس دیا لیکن وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔

اچرج رام گھمنڈی نے ایک نظم پڑھی جس میں لوگوں سے آزادی کے حصول کیلئے جان کا نذرانہ پیش کرنے کو کہا گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ڈپٹی کمشنر نے ایک ایسے اخبار (''نو جوان سرفروش'') پر پابندی لگائی ہے جو اس نے پریس سے چوروں کی طرح اڑایا ہے۔ انہوں نے ان سرکاری افسروں کا تمسخر بھی اڑایا جنہوں نے بھگت سنگھ اور دت کے کمروں میں اسلحہ اور بارود ڈھونڈنے کے لئے تلاشی لی جبکہ وہ جیل میں قید تھے۔

روشن لعل دوبارہ اٹھے اور کہا کہ پولیس نے نو جوان سبھا کے دفتر میں اس بنیاد پر تلاشی لی کہ اس کے ارکان ''نو جوان سرفروش'' نامی باغیانہ اخبار فروخت کیا کرتے تھے۔ ڈپٹی کمشنر کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

''او احمق! تم حقیقت سے بے خبر ہو، تم ہمیں گرفتار کیوں نہیں کرتے، ہم ضبط شدہ اخبار بیچتے ہیں، آؤ اور ہمیں گرفتار کر لو، سب لوگ ہماری حمایت کرتے ہیں''۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ دنیا بھر کی سرمایہ دار حکومتیں ہمیں نیچا نہیں دکھا سکتیں۔

اللہ بخش برقی نے امانیہ پریس کی تلاشی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ڈپٹی کمشنر بے وقوف اور پاگل ہے۔ اسے علاج کیلئے پاگل خانے بھیجنا چاہئے کیونکہ اس نے ایسے اخبار پر پابندی لگائی ہے جس پر حکومت کی تقدیر درج تھی۔ مسٹر مٹکاف کا نو جوان سبھا کے دفتر میں ممنوعہ پوسٹروں کی تلاش کے سوا اور کوئی کام نہیں ہے۔ (سی آئی ڈی) ڈائری لکھنے والوں سے مخاطب ہو کر انہوں نے کہا:

''اپنے ڈی سی کو پاگل خانے بھیجو کیونکہ اس کا دماغ چل گیا ہے''۔

(خلاصہ خفیہ جلد xxvi، پیرا ۴۱۶ وغیرہ)

اخبار کی ضبطی کے بعد بھی اخبارات شائع ہوتے رہے چنانچہ ڈپٹی کمشنر آفس ریکارڈ کی پہلی فہرست اپریل تا دسمبر بستہ نمبر ۳، فائل نمبر ۳۸ کے صفحہ نمبر ۱۰۵ کی سپیشل ڈائری مورخہ ۴ فروری ۱۹۳۰ء کے مطابق اس کی رپورٹ اس طرح پیش کی گئی:

''کل نو جوان بھارت سبھا پشاور شہر کا اچرج رام عوام میں ۲ اپریل ۱۹۳۰ء کے ''نو جوان سرفروش'' کا ایک ضمیمہ تقسیم کر رہا تھا۔ اس کی سرخی تھی کہ ''صوبہ سرحد کے خوانین اور معززین کی طرف

سے ہندوستان کے وائسرائے کوایک سپاسنامہ'' ''ایک محترم کامریڈ کے قابل تعریف خدشات'' ''اور اس میں مضمون ہے جو بذعم خویش خوانین وغیرہ کی طرف سے عزت مآب وائسرائے کو ایک سپاسنامہ ہے جس میں ایک انقلابی نکتہ نظر سے وائسرائے کو سپاسنامہ پیش کرنے کے خیال کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ اس کا اختتام ''بولو سر نارمن بولٹن کی جے'' اور ''ہم ہیں آپ کے حقیقی قومی قاتل ٹوڈی'' کے الفاظ پر ہوتا ہے۔

اس کے بعد اسی فائل کے صفحہ نمبر ۱۴۵ پر مورخہ: ۱۰ اپریل ۱۹۳۰ء کی ڈائری میں لکھا ہے کہ ''نوجوان سرفروش'' کے ۱۳ اپریل ۱۹۳۰ء کے شمارے کی کاپیاں مطبوعہ امان سرحد برقی پریس روالپنڈی شہر میں نوجوان بھارت سبھا کے ارکان فروخت کر رہے ہیں۔

ان اخبارات پر مختلف اوقات میں مختلف ایڈیٹروں کے نام ہوتے تھے لیکن اخبارات کی اصل ادارت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور کاکاجی صنوبر حسین کرتے تھے۔ بعض اوقات ان کا نام بھی لکھا ہوتا۔

اس اخباری مہم نے نوجوانوں میں زبردست پرچار کے علاوہ خفیہ تنظیمی کاموں کا شعور بھی مزید اجاگر کیا اور وہ نہایت منظم طریقے سے اس طرح کے کئی اخبار نکالنے لگے۔ جن میں ''پیام جنگ'' ''سیلاب'' اور چنگاری وغیرہ بھی شامل ہیں۔ یہ اخبارات انقلابی پالیسی کے حامل تھے۔ ان کے علاوہ اخبار سرحد بھی اپنی معتدل پالیسی کے باوجود تحریک آزادی کی مہم میں اپنے انداز سے کافی حصہ لیتا رہا جس کی وجہ سے یہ بھی سرکاری عتاب کا شکار ہوا۔ پنڈت امیر چند بموال کا اخبار فرنٹیر ایڈوکیٹ بھی یہاں ایک مقبول پرچہ شمار کیا جاتا تھا۔ اس طرح بعد میں مختلف روزنامے، ہفتہ وار اور ماہوار اخبارات نکلتے اور بند ہوتے رہے۔

۲۳ اپریل ۱۹۳۰ کے سانحہ قصہ خوانی کے بعد انقلابی اخبارات و جرائد اور بعض دوسرے اخبارات کے مدیران کے خلاف بھی مقدمے قائم کئے گئے۔ چنانچہ سپیشل برانچ ریکارڈ کی فہرست دوم کے بستہ نمبر ۶۳ کی فائل نمبر ۱۱۰۳ میں ان مقدمات کی تفصیل درج ہے۔ اس کے مطابق ہفتہ وار ''نوجوان سرفروش'' (جو بعد میں صرف ''سرفروش'' کے نام سے جاری ہوتا تھا) کے مدیران اللہ بخش بجلی ساکن پشاور شہر اور عبداللہ خنجر ساکن پشاور شہر کے خلاف آئی پی سی کی باغیانہ دفعہ A-۱۲۴ کے تحت مقدمہ بنایا گیا۔ پشاور شہر کے عبدالغفور آتش مدیر ہفتہ وار ''نوجوان سرحد'' کے خلاف دفعہ ۱۰۸ سی پی سی کے تحت مقدمہ قائم کیا گیا لیکن ان دنوں وہ روپوش تھے۔ اسی طرح ماہنامہ ''نوجوان سرحد'' کے مدیر عبدالرحمٰن ریا

کے خلاف بھی دفعہ ۱۰۸ سی پی سی کے تحت مقدمہ درج کیا گیا تھا۔

''نوجوان سرفروش'' کا مذکورہ پرچہ لکشمی آرٹ پریس میں ۲۹ اپریل ۱۹۳۰ء کو چھپا تھا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس وقت نوجوان بھارت سبھا کے سب سرگرم رہنما و کارکن سانحہ ۲۳ اپریل کے سلسلے میں جیل میں تھے۔ لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ اس میں کاکاجی صنوبر حسین کا ہاتھ ہوگا۔ اس اخبار کی اشاعت کا ذکر سپیشل برانچ کی فہرست دوم کے بستہ نمبر ۶۳ کی فائل نمبر ۱۱۰۳ کے صفحہ نمبر ۱۳ پر ہے۔ اسی فائل میں صفحہ نمبر ۱۵ پر اخبارات کے مدیران کے خلاف کی گئی کاروائی کی تفصیل درج ہے۔

۱۔ نوجوان سرفروش پشاور کے پبلشر اور پرنٹر کے طور پر اللہ بخش بجلی (برقی) ولد محمد بخش آف پشاور شہر کا نام درج ہے۔ اس میں مزید تحریر ہے کہ چونکہ اللہ بخش بجلی کو (سانحہ قصہ خوانی میں) سزا ہوئی تھی اس لئے عبداللہ جان خنجر کا نام اخبار پر پبلشر کے طور پر آتا ہے لیکن کوئی نیا ڈیکلریشن حاصل نہیں کیا گیا۔ یہ اخبار امان سرور الیکٹرک پریس راولپنڈی اور امانیہ پریس پشاور شہر میں چھپتا تھا۔ اس کو حکومت نے امتناعی نوٹس نمبر P۔۳۔۷۷۶ مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۳۰ء کو دیا۔ اس سے ضمانت طلب کرنے کی وجوہات کی ذیل میں اس کے شمارہ نمبر ۱، جلد ۱، مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۳۰ء شائع شدہ امانیہ پریس پشاور اور اخبار کا حتمی طور پر باغیانہ لب ولہجہ، نیز اس کا مشہور باغی اخبار ''پیام جنگ'' لاہور کے خطوط پر شائع ہونا درج تھا۔ اس کے ایڈیٹر کو یکم مئی ۱۹۳۰ء کو دفعہ A۔۱۲۴ آئی پی سی کے تحت ۱۸ ماہ قید بامشقت کی سزا ہوئی۔

۲۔ اسی فائل کے صفحہ نمبر ۱۵ پر ہفتہ وار ''نوجوان سرحد پشاور'' کی تفصیل اس طرح درج ہوئی ہے۔

''ہفتہ وار نوجوان سرحد پشاور''

اس کے پبلشر و پرنٹر عبدالغفور آتش ولد عبدالحکیم محلّہ ریتی پشاور تھے۔ یہ اخبار لکشمی آرٹ سٹیم پریس راولپنڈی میں چھپا۔ اس کے امتناعی نوٹیفکیشن کا نمبر P۔۶۲۵۳ مورخہ ۲ اپریل ۱۹۳۰ء ایضاً نمبر P۔۵۷۷۵ مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء، ایضاً نمبر P۔۶۴۱۸ مورخہ ۵ اپریل ۱۹۳۰ء درج تھا۔ اس سے ضمانت کی طلبی کی وجوہات کی ذیل میں اس کے شمارہ نمبر ۱، جلد ۱، مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۳۰ء، ایضاً شمارہ نمبر ۲، جلد نمبر ۱، مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۳۰ء شائع شدہ راولپنڈی۔ ایضاً مورخہ یکم اپریل ۱۹۳۰ء کا ضمیمہ نمبر ۴، شمارہ نمبر ۳، جلد نمبر ۱ اور مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۳۰ء تک کا اخبار شائع شدہ پشاور درج تھے۔ ان کی ذیل میں تحریر تھا

کہ اخبار حتمی طور پر باغیانہ لب و لہجے کا حامل تھا اور مشہور باغی اخبار ''پیام جنگ'' لاہور کی طرز پر شائع ہوتا تھا۔ ایڈیٹر عبدالغفور آتش کے بارے میں لکھا تھا کہ وہ روپوش ہے اور اس کے خلاف A۔۱۲۴ آئی پی سی کا ایک مقدمہ معرض التوا میں ہے۔

۳۔ ''ماہنامہ نو جوان سرحد پشاور''

اس کے پبلشر و پرنٹر عبدالرحمٰن ریا ولد غلام حیدر محلّہ گاڑی خانہ پشاور تھانہ ڈی ڈویژن پشاور شہر۔ اس کو دفعہ ۱۰۸ اسی پی سی کے تحت سزا دی گئی ہے۔ یہ اخبار اومانیہ پریس ڈھکی نعلبندی پشاور میں چھپتا تھا اور اس کے امتناعی نوٹیفکیشن کا نمبر P۔۱۲۶۰ مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۳۰ء اور P۔۸۲۳۲ مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۳۰ء درج ہے۔ اس سے طلبی ضمانت کی وجوہات کی ذیل میں اس کے شمارہ نمبر ا، جلد ا، مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۳۰ء اور شمارہ نمبر ۲، جلد ا مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۳۰ء کا حوالہ دیا گیا ہے۔

اس کے بارے میں تحریر ہے کہ یہ اخبار حتمی طور پر باغی لہجے کا ہے اور مشہور باغی اخبار پیام جنگ لاہور کے خطوط پر نکلتا ہے۔ آخری شمارے کے اقتباسات کے ترجمے چیف کمشنر کے سیکرٹری کو پیش کئے گئے۔ ان کے ساتھ قانوناً بند کرنے کی سفارش بھی کی گئی ہے۔ جنوری کے بعد کوئی ''نمبر'' نہیں آیا ہے۔

ان اخبارات کے بارے میں صوبہ سرحد کی خفیہ پولیس کے انچارج مسٹر للّی کو ڈی او چھٹی نمبر ST۔۴۳۸ مورخہ ۸ مئی ۱۹۳۰ء کو بھی مطلع کیا گیا جو سپیشل برانچ ریکارڈ کی فہرست دوم کے بستہ نمبر ۶۳ کی فائل ۱۱۰۳ ہی میں صفحہ ۲۱ پر آرکائیوز لائبریری میں موجود ہے۔ اسی فائل کے صفحہ نمبر ۹۷ پر ڈپٹی کمشنر نے ۳۰ مئی ۱۹۳۰ء کو ڈی او چھٹی نمبر ST۔۵۲۷ میں ''نو جوان سرفروش'' کے متعلق لکھا ہے کہ حکماً بند ہونے کے باوجود چھٹی نمبر P۔۹۶۴۸ مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۳۰ء سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۲ مئی ۱۹۳۰ء تک بھی ''نو جوان سرفروش'' جاری تھا۔ لائبریری محکمہ دستاویزات میں سپیشل برانچ کی فہرست دوم کے بستہ نمبر ۷۱ کی فائل نمبر ۱۳۰۶ میں سال ۱۹۳۱ء کے تحریر شدہ نام کے ایڈیٹر کانشی رام افق پر بنایا گیا تھا۔ یہ لکشمی آرٹ سٹیم پریس پشاور میں چھپا تھا۔ اور اس پر شروع ہی میں بطور مطلع انوار اقبال کا یہ شعر تحریر تھا۔

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا کچھ اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

اس کے بعد ۱۲ اگست ۱۹۳۱ء کا سرفروش نکلا تو خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxvii، سال ۱۹۳۱ء کے پیرا نمبر ۱۰۶۷ کے مطابق اس شمارہ نمبر ۱۰ پر نہ تو پرنٹر و پبلشر کا نام تھا اور نہ ہی چھپائی کے مقام کا حوالہ دیا گیا

تھا۔ خفیہ پولیس کی رپورٹ میں یہ درج تھا کہ اس پر پبلشر اور پریس کے خلاف پریس اور رجسٹریشن ایکٹ XXXV، مجریہ ۱۸۶۷ء کے تحت کاروائی زیرغور ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان دنوں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی جیل سے باہر تھے اور وہ ان اخبارات کی نگرانی کر سکتے تھے۔ وہ ۲۹ اگست ۱۹۳۱ء کو گرفتار ہو کر جیل چلے گئے۔

اخبار سرفروش کا ذکر متعدد کتابوں وجرائد میں ملتا ہے۔ ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس اخبار کے اصل کرتا دھرتا مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور صنوبر حسین کاکاجی تھے۔ ادبیات سرحد جلد سوم میں صفحہ نمبر ۳۲۷ سے آگے فارغ بخاری عبدالرحیم پوپلزئی کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ: ''۱۹۲۷ء میں ہفتہ وار سرفروش جاری کیا۔ یہ اخبار محنت کش اور غریب طبقے کا ترجمان تھا اور حکومت پر نہایت بے باکی سے نکتہ چینی کرتا تھا۔ اس پرچے نے صوبہ سرحد کی سیاسی بیداری کے سلسلے میں بڑا اہم کردار ادا کیا''۔

''صحافت صوبہ سرحد میں'' کے مصنف اجمل ملک کتاب کے صفحہ نمبر ۶۸ پر ہفتہ وار ''نوجوان سرفروش'' کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''۱۹۳۰ء میں عبداللہ خنجر نے ہفت روزہ ''نوجوان سرفروش'' نکالا یہ پرچہ نوجوان بھارت سبھا کا ترجمان اور انتہا پسند پالیسی کا حامل تھا۔ صرف چند پرچے نکلے پائے تھے کہ عبداللہ خنجر گرفتار ہو کر جیل چلے گئے۔ خنجر انقلابی نوجوان تھے۔ تمام عمر قید و بند میں گزری۔ اس پرچے میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے بھی بحیثیت چیف ایڈیٹر کام کیا۔ اپریل ۱۹۳۰ء میں اس اخبار کا تمام پرچہ پولیس نے پریس سے ضبط کر لیا کیونکہ اس میں ایک ضبط شدہ اشتہار من وعن شائع کیا گیا تھا''۔

تذکرہ علماء و مشائخ سرحد میں مولانا سید امیر شاہ قادری اپنے استاد حضرت مفتی اعظم علامہ دوران، مولانا عبدالرحیم پوپلزئی پر اپنے مقالے میں لکھتے ہیں:

''۱۹۲۷ء میں آپ نے ایک ہفت روزہ صحیفہ ''سرفروش'' کا اجراء کیا جس میں تقریباً تمام مقالات، شذرات اور مضامین آپ ہی کے رشحات قلم کا نتیجہ ہوتے تھے۔ صوبہ سرحد میں اس وقت جب کہ ظلم و جور کی کی جابرانہ قوت نے جمہورت اور آزادی کو دبا رکھا تھا یہ اپنی قسم کا واحد اخبار تھا جو کہ غریب عوام، محنت کش، مزدور اور مفلوک الحال لوگوں میں بیداری اور اپنے حقوق کی حفاظت کا جذبہ صادقہ پیدا کرتا تھا۔ انگریزی سامراج پر جائز اور تعمیری نکتہ چینی کرنا بغیر کسی خوف وخطر کے اس اخبار کا طرہ امتیاز تھا۔ آج اگر ہم یہ کہیں تو بے محل نہ ہوگا اور بے جا بھی نہ ہوگا کہ صوبہ سرحد کی سیاسی بیداری میں اس اخبار کا

بہت دخل رہا ہے''۔

صوبے کے ان انقلابیوں نے بعد میں ''بگل جنگ'' کے نام سے بھی ایک اخبار نکالا۔اس کے ایڈیٹر مولانا عبدالرحیم پوپلزئی ہی تھے۔ یہ اخبار رام سرن نگینہ اور دوسرے کارکن چھاپ کر خفیہ طور پر تقسیم کرتے تھے۔اس اخبار کا ذکر صوبہ سرحد آرکائیوز ریکارڈ میں سپیشل برانچ کی فہرست دوم کے بستہ نمبر ٦٩ کی فائل نمبر ١٢٣٦ کے صفحہ نمبر ١٠٠ پر بھی موجود ہے۔ ان اخبارات کے علاوہ ''پیغام جنگ''، ''چنگاری''، ''انقلابی نعرہ''، ''لال ڈھنڈورہ'' ''سیلاب اور شعلہ'' بھی انہی انقلابیوں کے اخبارات تھے۔عبدالرحیم پوپلزئی اور ان کے دست راست عبدالغفور آتش ان کاموں کے آرگنائزر سمجھے جاتے تھے۔

سپیشل برانچ فہرست دوم کے بستہ نمبر ٧١ کی فائل نمبر ١٣٠٦ آرکائیوز پشاور میں سرفروش پشاور کے ١٣ اگست ١٩٣١ء کا انگریزی ترجمہ موجود ہے۔ یہ شمارہ کانشی رام افق ولد لودھورام ساکن پشاور شہر کے زیرادارت نکالا گیا تھا۔کم ازکم اس کے ایڈیٹر کی حیثیت سے کانشی رام کا نام لکھا گیا تھا۔انگریزی ترجمے کا متن اس طرح ہے:

''سرفروش پشاور''

شمارہ نمبر ٨، جلد ٢، مورخہ ١٣ اگست ١٩٣١ء

ایڈیٹر پرنٹر پبلشر کامریڈ کانشی رام افق

شائع شدہ لکشمی آرٹ سٹیم پریس پشاور

صوبہ سرحد کا واحد سوشلسٹ ہفت روزہ

(ہتھوڑے اور درانتی کا نشان)

مزدوروں اور کسانوں متحد ہو جاؤ

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا کچھ اور ہی انداز ہے

مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

پہلے صفحہ پر اخبار نے شہید شاہ نواز خان کی تصویر شائع کی ہے۔جس نے ضمانت دینے کے بعد اپنے آپ کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں صوبہ بہار کی قربانی (جاری)

دریائے سان پار کرنے کے بعد باغی ضلع شاہ آباد میں جگدیش پور پہنچے تاکہ ایک بہادر بزرگ سردار راتا کمار سنگھ کی مدد حاصل کریں جس کے ہاتھ اور تلوار میں اس کے بڑھاپے کے باوجود جوانوں کا سا جذبہ تھا۔ اس کے آبا و اجداد کی ایک مشہور ریاست دوسری ریاستوں کی طرح حکومت برطانیہ کے زیر تسلط آ گئی تھی۔ اس نے رانا صاحب اور مسٹر ٹیلر کے ساتھ رابطہ شروع کیا جس کا دل دوسرے مکار اور غدار انگریزوں سے مختلف نہیں تھا اور کمار سنگھ کو اپنے گھر دعوت پر بلایا۔ لیکن رانا اس چال کو بھانپ گیا اور بیماری کا بہانہ کر کے انکار کر دیا۔ اسکی بیماری اس وقت کافور ہو گئی جب اسے رانا پور کے سپاہیوں نے اپنی کمان میں طلب کر لیا۔ اس کے بعد بہت جلد باغیوں نے رانا خزانہ لوٹ لیا، برطانوی جیلیں اور دفاتر مسمار کر دیئے اور ان کے جھنڈے کے ٹکڑے کر ڈالے۔ انہوں نے اس قلعے کا محاصرہ کر لیا جس میں تقریباً ۱۲۵ انگریز موجود تھے لیکن وہاں ان کی حفاظت کے لئے ۵۰ سکھوں کا ایک جھتہ بھی تھا۔ جب قلعے میں پانی کا ذخیرہ ختم ہوا تو غدار سکھوں نے چوبیس گھنٹوں کے اندر ایک کنواں کھود ڈالا۔ جب باغیوں کو پتہ چلا کہ انگریزوں کے علاوہ سکھ بھی ان کے خلاف برسر پیکار ہیں تو وہ غصے سے پاگل ہو گئے۔ سکھ بلاشبہ بہادر تھے لیکن وہ اپنے ملک کے خلاف انتہائی غداری اور احسان فراموشی کے مرتکب ہو رہے تھے۔ ہر شام غداروں کا ایک قاصد بڑے ستونوں کے پیچھے سے انہیں مشورہ دیتا کہ ''اے سکھو! انگریزوں کی مدد کا گناہ نہ کرو۔ کیا تم ان لوگوں کی مدد کر رہے ہو جنہوں نے ہمارے ملک کو تباہ کیا ہے اور ہمارے مذہب کو برباد کیا ہے۔ تم غداروں، جابروں، ظالموں اور قصابوں کا ساتھ دے کر اپنے لئے جہنم کیوں تیار کر رہے ہو''۔ (جاری ہے)

خاص مضمون

کیا حکومت کا ظلم لوگوں کی تکلیفیں دور کر دے گا؟

صوبہ سرحد میں برطانوی راج کو ۸۲ سال ہونے کو ہیں۔ اس مدت کا جتنا حصہ بھی دیکھا جائے اس میں تشدد، بربریت، غضبناکی، حقوق کی پامالی، بے رحمی، لاقانونیت، عہد شکنی اور کینہ پروری کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ اس وقت ہم اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتے کہ برطانوی حکومت اس صوبے میں خاص طور پر غاصب اور قانون شکن کیوں ہے۔ آئے دن کے واقعات نے دنیا کے سامنے ثابت کر دکھایا ہے کہ ہندوستان ایک ایسی منڈی ہے جس پر ایک خود غرض اور سرمایہ پرست قوم اس قسم کی بے

قاعدگیوں کے بغیر کنٹرول برقرار نہیں رکھ سکتی خاص طور پر جب کہ یہ ملک صلاحیتوں، صنعت وحرفت، تجارت اور زراعت میں پیچھے نہیں ہے۔ بدقسمتی سے صوبہ سرحد ہندوستان کے ایک ایسے کونے میں واقع ہے کہ اس میں تھوڑی سی بیداری کا مطلب ہندوستان کے عہد رفتہ بحالی لیا جاتا ہے۔ اس لئے حکومت اس کو بدترین استبداد اور بربریت کے ذریعے دبانا چاہتی ہے تا کہ ملک گیری کی ہوس پوری کر سکے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ حکومت کی مخصوص کینہ پروری اس کی زندگی کی رسی کو کتنا ڈھیلا کرے گی۔ برائی جلد یا بدیر ہمیشہ برائی کو جنم دیتی ہے۔ بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک پوری قوم کی طرف سے عمومی ظلم و جبر اور مظلوموں کا مکمل اتحاد ایک حکومت کے خاتمے کے آثار ہیں۔ ہندوستان کا بچہ بچہ خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اب حکومت کی ظالمانہ پالیسی سے تنگ آ چکا ہے۔ لوگوں کے ذہن میں سرمایہ دار حکومت کے خلاف نفرت کے جذبات اس حد تک بڑھ چکے ہیں کہ یہ برطانوی راج کا تختہ الٹنے کے بغیر ٹھنڈے نہیں ہو سکتے۔

ایک سرمایہ دارانہ نظام حکومت غریب طبقات مثلاً مزدوروں اور کسانوں کا خون چوس کر اپنی طاقت میں اضافہ کرتا ہے اور اس سے لازماً عوام میں نفرت اور بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ اس نفرت کا واحد صحیح علاج یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام ختم کر کے ایک ایسی حکومت کی بنیاد رکھی جائے جس میں غریب مزدور اور کسان خوشحالی کی زندگی گزار سکیں۔ ان حالات میں نوجوان سبھا صوبہ سرحد اور ماورائے سرحد نے عوام کو صحیح رہنمائی فراہم کرنے کے لئے مخالفوں کے ہر قسم کے جبر و استبداد کو قبول کر کے یہ اعلان کیا کہ اب ہندوستان کی بے چینی کا علاج یہ ہے کہ:

''ہندوستانی متحد ہوں، اپنے آپ منظّم کریں کیونکہ ہمارا پروگرام تعمیری ہے، ہم اب مزدوروں اور کسانوں کو عدم تشدد کے ذریعے متحد کرنا چاہتے ہیں۔ اب کوئی ظلم و جبر اور دنیا کی کوئی طاقت ہمارا راستہ نہیں روک سکتی۔ حکومت اپنی پوری قوت اور اسلحہ کی طاقت اور ہمارے صبر اور برداشت کو آزما کر دیکھ لے۔'' جب حکومت نے دیکھا کہ عوامی بیداری اس کی اپنی موت کے مترادف ہے تو اس نے نوجوان بھارت سبھا پشاور پر شدید حملے شروع کر دیئے۔ اس کے اجلاسوں پر دفعہ ۱۴۴ لگا دی، اس کے چیدہ چیدہ رہنماؤں کو بغیر کسی قانونی ثبوت کے دو سال قید بامشقت کی سزا دے کر جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں ڈال دیا۔ اس نے فوج اور مسلح پولیس کی کاروائیوں کے ذریعے معمولی باتوں پر کاروائیاں کر کے سبھا کے کام میں رکاوٹیں ڈالیں۔ انقلاب زندہ باد کے نعرے لگانے پر قید بامشقت کی سزائیں

دی گئیں۔لیکن حکومت کو یادرکھنا چاہئے کہ اس کا امن سوز ظلم و جبر نوجوان بھارت سبھا کے عزم اور حوصلے کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ جتنا حکومتی جبر بڑھتا جائے گا اتنے زیادہ امن اور حوصلے سے سبھا کے کارکن اسے برداشت کرتے رہیں گے اور اپنے عزم اور جدوجہد کو مضبوط کرتے رہیں گے۔

پٹیالہ ذہنیت

دورنگا وکیل:

ابھی حال ہی میں مہاراجہ پٹیالہ گول میز کانفرنس میں فیڈریشن کی جوش وخروش سے حمایت کر رہا تھا۔لیکن ہندوستان میں آتے ہی اس نے فیڈریشن کی مخالفت شروع کر دی۔کیا کوئی دانش مند آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ اس کی اپنی آواز ہے۔سب یہی کہیں گے کہ گراموفون کے گرد کوئی خفیہ ہاتھ کام کر رہا ہے۔پشاور کے وکیل چرن جیت لال نے اسے دوسری دفعہ نافذ کیا ہے۔جب بار ایسوسی ایشن کی طرف سے سرحدی قوانین کے خاتمے کی قرارداد منظور ہو رہی تھی تو وہ خاموش تھا اور اس نے قرارداد کی حمایت کی تھی۔لیکن کمیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے اس نے بیان حلفی میں گل افشانی کی کہ موجودہ قوانین میں معمولی ترامیم کرنی چاہئیں۔اس کے سامنے انگریز افسروں سمیت جتنی شہادتیں گزریں انہوں نے مرڈرس آوٹ ریحس ایکٹ (غازی ایکٹ) کی مخالفت کی لیکن لالا جی نے یہ تجویز پیش کر ڈالی کہ اسے برقرار رکھا جائے کیونکہ صوبہ سرحد کے لوگ آسانی سے تشدد پر اکسائے جاتے ہیں جب کوئی مثال پیش کرنے کو کہا گیا تو اس نے ہری کشن کی مثال دی۔شاباش لالا جی کتنی اچھی مثال ہے۔

یہ منہ اور مسور کی دال:

اگر اس نے اپنے دماغ سے کام لیا ہوتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ جو کچھ اس (ہری کشن) نے کیا اس نے پنجاب میں کیا سرحد میں نہیں کیا۔کیا لالہ صاحب بتائیں گے کہ سرحدی قوانین کا اس کی ذات سے کیا تعلق تھا۔اس کا جواب نفی میں ہوگا۔

''تمہارا اپنا ضمیر تمہیں ملامت کر رہا ہوگا جب تم ہری کشن کا نام لے رہے تھے لیکن تم ٹھیک کہتے تھے کیوں کہ تم خود نہیں بول رہے تھے بلکہ کوئی خفیہ قوت بول رہی تھی۔اس وقت تم سونے کے انڈے کا خواب دیکھ رہے تھے لیکن میں تمہیں پہلے سے بتاتا ہوں کہ جس شخص کے اشارے پر تم ناچتے ہو اس قوم سے تعلق رکھتا ہے جو وعدہ پورا کرنے کا مطلب بھی نہیں سمجھتی''۔

پشاور میں نوجوانوں پر تشدد:

جب سے نوجوان بھارت سبھا کے ارکان کو جیل میں ڈالا گیا ہے انہیں ہر قسم کے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے، ان کے مذہب میں بھی مداخلت کی جاتی ہے، یہاں تک کہ سردار گیان سنگھ کو ''کیس'' کٹوانے کو کہا گیا۔ ان کو چکیوں اور گھڑوں میں پھینکا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی داروغہ کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اب تو انہیں دی جانے والی خوراک جانوروں کی خوراک سے بھی بدتر ہے۔ ہم حکومت سے کہتے ہیں کہ ان نوجوانوں کے ساتھ منصفانہ سلوک کیا جائے۔ ہم نے بار بار لکھا ہے کہ ظلم و جبر نوجوانوں کو نہیں دبا سکتا۔ بلکہ اس سے وہ مشتعل ہو جائیں گے۔ حکومت کو چاہئے کہ جیل داروغہ کی کارکردگی کی تحقیق کروائے اور اسے وہ سزا دے جس کا وہ مستحق ہے۔ ہم مذہبی انجمنوں سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ اس معاملے پر توجہ دیں اور حکومت کو انکوائری پر مجبور کریں۔ انکوائری کے دوران جیل کے داروغہ کو معطل کیا جائے۔

شیر سرحد اتم سنگھ کی عدالت میں دھاڑ

عدالت کی کاروائی میں حصہ لینے سے انکار:

نوجوان بھارت سبھا کے ممبر شیر سرحد کامریڈ اتم سنگھ کا مقدمہ آج ۲۷ جولائی کو سماعت کے لئے کپٹن عبدالرحیم کی عدالت میں پیش ہوا۔ عدالت میں داخل ہوتے ہوئے کامریڈ نے ''مزدور کسان زندہ باد'' اور ''انقلاب زندہ باد'' کے نعرے لگائے۔ انہوں نے عدالت کی کاروائی میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ فیصلہ ۲۹ تاریخ کو سنایا جائے گا۔

سرحد حکومت کے ہاتھوں قانون کی توہین:

۲۶ جولائی کو خان عبدالغفار خان کا مقدمہ سماعت کے لئے پیش ہوا شہر کے باہر عدالتی کاروائی میں حاضری کے لئے تقریباً ۲۰۰۰ خدائی خدمتگار جمع ہوئے تھے۔ اور وہ انقلاب زندہ باد اور ہندوستان زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے۔ جب حکومت نے سرخپوشوں کا یہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دیکھا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے اور اس نے چھاونیوں کے تمام دروازے بند کر دیئے۔ بغیر پاس کے اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ ''سرفروش'' اور ''انگار'' کے نمائندے اللہ بخش برقی اور عزیز الرحمٰن کو بیان دینے کے لئے عدالت جاتے ہوئے پل کے قریب پولیس نے روک لیا۔ جب انہوں نے پولیس انسپکٹر کو بتایا کہ وہ پریس رپورٹر ہیں تو انسپکٹر نے انہیں اطلاع دی کہ ڈپٹی کمشنر مسٹر کیرو نے ''سرفروش'' اور ''انگار'' کے

نمائندوں کے داخلے پر پابندی عائد کردی ہے۔اس لئے دونوں واپس آ گئے۔

کامریڈفقیر چند دو دفعہ جیل میں بے ہوش:

پتہ چلا ہے کہ نوجوان بھارت سبھا کے جنرل سیکرٹری کامریڈ فقیر چند جنہیں دو سال قید بامشقت کی سزا دی گئی ہے ان دنوں جیل میں بیمار ہیں۔ پھر بھی انکا تسلی بخش علاج نہیں کروایا جارہا۔ انہیں بیماری کے باوجود پوری مشقت کرنے کے لئے ''چکی'' میں رکھا گیا ہے۔ کمزوری کی وجہ سے وہ دو دفعہ جیل میں بے ہوش ہو گئے۔

ٹیلرز ایسوسی ایشن پشاور کی ایک خبر

چارسدہ میں پولیس نے گولی چلادی

دو ہلاک متعدد زخمی

آج چارسدہ سے خبر ملی ہے کہ پرسوں رات کو پولیس کا چند لوگوں سے تصادم ہو گیا۔ سپاہیوں نے گولی چلادی۔ دوافراد جاں بحق اور زخمی ہو گئے۔ اس سے پورے گاؤں میں بے چینی پھیل گئی ہے۔ لوگ پولیس کے خلاف غم و غصے کا اظہار کر رہے ہیں۔

پراسرار شخص گرفتار

کیا وہ انقلابی تھا؟

پشاور: مصدقہ طور پر معلوم ہوا ہے کہ شیخ عبدالعزیز ڈی ایس پی پشاور نے تین چار دن پہلے شبقدر سے ایک پراسرار آدمی گرفتار کیا ہے۔ وہ ایک مسلمان مولوی نظر آتا ہے۔ وہ گرفتاری کے دن سے جیل کی حوالات میں ہے اور کسی کو اس سے ملاقات کی اجازت نہیں۔ اسے کوٹھڑی میں رکھا گیا ہے اور روزانہ صبح اسے سی آئی ڈی کے دفتر لایا جاتا ہے۔ اس کی گرفتاری وارنٹ کے بغیر عمل میں آئی ہے۔ پولیس کا خیال ہے کہ وہ انقلابی ہے۔ اسے ان دنوں بہت تنگ کیا جارہا ہے۔

نوجوانوں، اٹھو میرے پیچھے چلو اور شعلہ پور کا بدلہ لو

حملہ آوروں کا طلباء سے خطاب، کالج کے طالب علم چیخ اٹھے: ہوٹسن تمہارے ساتھ یہی ہونا چاہئے۔

دوستو! میں شعلہ پور میں قتل ہونے والے لوگوں کا بدلہ لینا چاہتا تھا لیکن بدقسمتی سے نشانہ خطا گیا۔ یہ صرف ایک وارننگ ہے۔ جوانو! اٹھو اور شولا پور میں قتل ہونے والوں کا بدلہ لینے کیلئے میرے

ساتھ ہو جاؤ۔

طلباء نے انقلاب زندہ باد کے نعرے لگائے

گوٹ گیٹ (Gotgate) کی تقریر سن کر طلباء نے انقلاب زندہ باد کے نعرے لگائے۔

حملہ کس طرح کیا گیا؟

جب گورنر پرنسپل مہاجنی اور کالج کے دوسرے عملے کے ساتھ اوپر کی منزل پہنچا تو گوٹ گیٹ لائبریری کے دروازے کے قریب بیٹھا تھا۔ جب گورنر تصاویر کی تعریف میں مگن تھا تو گوٹ اٹھا اپنی جیب سے پستول نکالا اور بہت جلدی سے نشانہ لیا اور گورنر پر گولی چلادی۔

گورنر نے اسے پکڑ لیا

اے ڈی سی کی کلائی تلوار سے زخمی

''بھاگنے نہ پائے'' اس نے چپڑاسیوں کو کہا:

اس نے دو گولیاں چلائی تھیں اور تیسری چلانا چاہتا تھا کہ گورنر اس کی طرف دوڑا اور اس کو دبوچ لیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے اے ڈی سی نے گوٹ گیٹ پر تلوار سے حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا اور اس کے ہاتھ سے پستول چھین لیا۔ گوٹ گیٹ کو کالج کے دو چپڑاسی نچلی منزل پر لائے جنہیں اس نے یقین دلایا کہ وہ بھاگنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اسے بعد میں پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔

مزدوروں کی جنت:

مندرجہ بالا سرخی کے تحت ایک تحریر میں روس میں مزدوروں کی حالت بیان ہوئی ہے۔ ان کی یونینیں ہیں اور عام اوقات کار کے بعد انہیں کام پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہ اور ٹائم کریں تو انہیں پہلے ڈیڑھ گھنٹے میں اپنی تنخواہ کا ڈیڑھ واں حصہ ملتا ہے اور اس کے بعد کے گھنٹوں کے لئے دوگنی تنخواہ کے برابر ملتا ہے۔ اگر چھٹیوں میں انہیں کام پر بلایا جائے تو انہیں اس کی اجرت دی جاتی ہے۔ ان کے اوقات کار ہفتے میں ۴۲ گھنٹے سے زیادہ نہیں ہوتے۔

آپ کے ضمیر کی آواز پارہ پارہ

آپ کے ملک کے غیر منصفانہ قوانین

گوہر پارے

۱۔ کسی کو اس بہانے آزادی سے محروم کرنا کہ وہ اس کا صحیح استعمال نہیں کرے گا بے انصافی اور

نادانی ہے۔(۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

۲۔ ان لوگوں کے رحم وکرم پر اپنی تمام آزادیوں کی حفاظت(۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

۳۔ جب حکومت کا نظام خراب ہوتو قوانین زیادہ ہوجاتے ہیں(۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

۴۔ خدا صرف ان لوگوں کو آزادی دیتا ہے جو عملی آزادی کی زندگی گزارتے ہیں اور جو ہمیشہ اپنی آزادی کو محفوظ اور برقرار رکھنے کیلئے تیار رہتے ہیں۔(۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

۵۔ مظلوم طبقات بخشیشیں نہیں مانگتے۔ وہ انصاف چاہتے ہیں۔ جب انصاف مل جاتا ہے تو بخشیش کی کوئی ضرورت نہیں رہتی یا بہت کم رہ جاتی ہے۔

۶۔ سب لوگ کسی حد تک رسم ورواج کی قبر میں دفن ہوتے ہیں لیکن بعض تو گردن تک دفن ہوتے ہیں۔ان کے لئے مرجانا بہتر ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کی موت ان کی زندگی سے بہتر ہے جس میں وہ سلگتے رہتے ہیں(۔۔۔۔۔۔)

۷۔ مظلوم لوگ جتنے بھی جاہل ہوں تباہی کا سبب جاننے کیلئے ہمیشہ بے تاب رہتے ہیں۔ یہ آپ کا ضروری فرض ہے کہ اپنے علم کے ذریعے ان کی کوتاہیاں دور کردیں(۔۔۔۔۔۔)

۸۔ جو آزاد ہونا چاہتا ہے خود کو آزاد کرالے گا۔ آزادی ایسا تحفہ نہیں جو خود بخود آپ کی جھولی میں آگرے۔

۹۔ قوانین لوگوں کی تکلیف کیلئے بنائے جاتے ہیں اور یہ لوگوں کو جتنی اذیت دیتے ہیں اتنے ہی کتابوں میں رہتے ہیں۔

۱۰۔ نوجوان کی خوش قسمتی ۹۰ فیصد اس پر منحصر سمجھی جاتی ہے کہ بحری جہاز کے ذریعے اسے زندگی کے سمندر میں پھینک دیا جائے تاکہ وہ چاہے تو ساحل تک تیر نکلے یا چاہے تو ڈوب جائے۔

۱۱۔ جو اپنی محنت سے کوئی چیز پیدا کرتا ہے اس پر اس کا پہلا حق ہے اس کو یہ بتانے کیلئے کسی الہام کی ضرورت نہیں ہوتی۔

۱۲۔ جو آزادی چاہتے ہیں انہیں ایک کے بعد دوسری ضرب لگا لگا کر اپنی غلامی کی زنجیریں توڑنا ہونگی۔

رجسٹرڈ ایل نمبر
تار کا پتہ سرفروش پشاور
مشرق و مغرب
ہفتہ وار
سرفروش
پشاور
شرح چندہ
اجرت اشتہارات
ایڈیٹر
کانشی رام افق
جلد (۲)
پشاور - بروز پیر مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۳۱ء
نمبر (۸)
شہید شاہنواز خان
جنہوں نے ضمانت داخل کرنے کے بعد اپنے آپ کو گولی سے ہلاک کر لیا تھا۔
Ex. P. G.
2/11/37
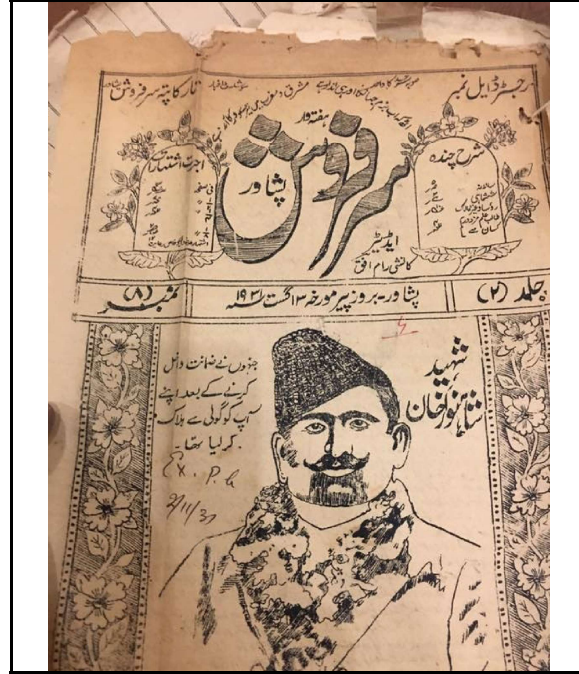
نوجوان بھارت سبھا کا اخبار سرفروش

باب نمبر۱۰ سرحدی قوانین

جب دسمبر ۱۹۲۹ء میں لاہور میں دریائے راوی کے کنارے مکمل آزادی کی تجویز منظور ہوئی تھی تو صوبہ سرحد میں رائج جابرانہ امتیازی قوانین کے سلسلے میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور دوسرے رہنماؤں نے اس عظیم الشان اجتماع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ملک بھر کے سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں کی توجہ اس ظلم وستم کی طرف مبذول کرانے میں کامیابی حاصل کر لی تھی۔ اور کانگرس کی سبجیکٹ کمیٹی نے اس سلسلے میں ایک سہ رکنی کمیٹی بھی تشکیل دے ڈالی تھی۔ اس میں ڈاکٹر سید محمود، ڈاکٹر کچلو اور لالہ دونی چند شامل تھے۔ اس کمیٹی کے ایک رکن ڈاکٹر کچلو کی جگہ بعد میں (پاکستان کے سابق وزیر اعظم معین قریشی کے دادا) مولانا عبدالقادر قصوری کو نامزد کر دیا گیا۔

صوبہ سرحد میں جو جابرانہ امتیازی قوانین نافذ رہے ہیں جو پورے ملک کسی اور صوبے میں نافذ نہ تھے وہ یہ تھے:

۱۔ **قانون جرائم سرحد یا ایف سی آر:**

اس قانون نے خاص طور پر صوبہ سرحد کے باشندوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ اس کے ذریعے اہلیان سرحد کی آزادی، مال و جائیداد ہر وقت انتظامیہ کے افسروں کے رحم و کرم پر ہوتی تھی۔ دیوانی و فوجداری مقدمات میں سرداروں کے ذریعے اور ضمانتوں اور احکام اخراج کے ذریعہ غرض یہ کہ سیکڑوں طریقوں سے لوگوں کو مبتلائے مصیبت رکھا جاتا تھا۔

۲۔ **سیکورٹی ریگولیشن:**

اس کا مقصد یہ تھا کہ یہاں کے لوگ ملک کے باقی حصوں کے لوگوں سے الگ رہیں اور بیرون سرحد کے رہنماؤں سے ملاقات سے محروم رہیں۔ علاوہ ازیں انتظامیہ کے افسران جس کو چاہیں کسی خاص مقام پر چلے جانے کا حکم دے دیں۔

اس کے علاوہ اس عشرے میں یہاں دوسرے خصوصی قوانین بھی نافذ کئے گئے مثلاً:

۳۔ **غازی ایکٹ یا مرڈرس آرٹ ربجس ریگولیشن:**

اس کے تحت کسی بھی شخص کو کسی اپیل دلیل یا وکیل کا حق دیئے بغیر چند گھنٹوں میں تختہ دار پر لٹکایا جا سکتا تھا۔ (حبیب نور کو اسی کے تحت پھانسی کی سزا دی گئی تھی)۔

۴۔ سیفٹی ریگولیشن:

یہ جابرانہ قوانین بعد میں ایک نئے اضافے کے طور پر اس عشرے کے اوائل میں شامل کر لئے گئے تھے۔ اس کے ذریعے سرحد کے باشندوں کی جائیدادوں کو یہاں کے افسروں کی مرضی پر منحصر چھوڑ دیا گیا۔

سیفٹی ریگولیشن کی مختصر خاصیت یہ تھی کہ یہ مارشل لا کا جانشین تھا۔ چونکہ ان دنوں سیاسی آزادی کا دور نہ تھا اس لئے بیرون ملک اور خود ملک کے اندر دوسرے صوبوں کے لوگوں کو بھی صوبہ سرحد میں خصوصی طور پر نافذ کئے جانے والے قوانین وضوابط کی آڑ میں کی جانے والی امتیازی زیادتیوں کا پتہ نہ چلتا تھا۔ اور اگر کوئی اخبار اس بارے میں کچھ لکھ دیتا تو اس کی شامت آجاتی۔

جبر کے ان امتیازی قوانین کی فہرست اور ان کی تفصیل سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر ۵۸، فائل نمبر ۹۹۹ کے صفحہ نمبر ۵ پر آرکائیوز ریکارڈ میں موجود ہے۔

صوبہ سرحد کے قومی رہنماؤں نے مروجہ ظلم وستم کے امتیازی قوانین سے کانگرس کی مرکزی قیادت کو آگاہ کرنے کیلئے اور اس کی مدد حاصل کرنے کیلئے صلاح مشورہ کیا۔ چنانچہ سپیشل برانچ فہرست اول کے بستہ نمبر ۲۵ کی فائل نمبر ۳۵۶ بابت ۱۹۲۹ء، صفحہ نمبر ۳ محکمہ دستاویزات لائبریری صوبہ سرحد کے ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں کانگرس کے تاریخی اجلاس لاہور سے کئی دن پہلے یعنی ۱۷ دسمبر ۱۹۲۹ء کو ڈاکٹر سی سی گھوش کی صدارت میں سرحد کانگرس کا اجلاس منعقد ہوا جس میں ایک قرارداد کی رو سے آل انڈیا کانگرس سے درخواست کی گئی کہ وہ صوبہ سرحد میں رائج تمام ظالمانہ اور غیر انسانی قوانین اور ان کے استعمال کی تحقیق کیلئے ایک کمیٹی مقرر کرے اور صوبہ سرحد کے عوام کو اس قسم کے مظالم سے آزاد کرانے کیلئے قوانین تجویز کرے۔

باب نمبر۱۱ فیصلہ کن اقدام

سرحدی قوانین کی تحقیق کیلئے نامزد کردہ ارکان ڈاکٹر سید محمود، لالہ دونی چند اور مولانا عبدالقادر قصوری ۲۰ اپریل ۱۹۳۰ء کی رات فرنٹیر میل ٹرین کے ذریعے لاہور سے پشاور روانہ ہوگئے تاکہ پروگرام کے مطابق اگلی صبح ۲۱ اپریل ۱۹۳۰ء کو پشاور پہنچ کر اپنا کام شروع کرسکیں۔ ان کے پروگرام میں مذکورہ قوانین کی تحقیق کر کے متبادل سفارشات پیش کرنا تھا ان کے کام میں کوئی جلسہ یا پرچار وغیرہ کرنا شامل نہیں تھا۔

جونہی ٹرین اٹک کے مقام پر پہنچی تو مسٹر سیلون اے ایس پی اور ایک انڈین افسر نے ان حضرات کو ٹرین سے اتار لیا اور شمال مغربی سرحدی صوبے کے سیکورٹی ریگولیشن مجریہ ۱۹۲۲ء کی دفعہ ۳(e) (ترمیم شدہ ریگولیشن III مجریہ ۱۹۲۸ء) کے تحت صوبہ سرحد میں داخلے کی ممانعت کے احکام دکھائے۔

(خفیہ نمبر ST۔۳۸۹ مورخہ ۲۱ اپریل ۱۹۳۰ء از ڈپٹی کمشنر برائے سیکرٹری ٹو چیف کمشنر سرحد اور خفیہ فائل نمبر ۳۵۶ بستہ نمبر ۲۵ سپیشل برانچ محکمہ دستاویزات صفحہ نمبر ۱۱۵)

ان میں مولانا عبدالقادر قصوری، لالہ دونی چند آف امبالہ اور ڈاکٹر سید محمود کے بارے میں صوبہ سرحد میں داخلے کے امتناعی نوٹس کا ذکر تھا۔ اور ساتھ ہی یہ کہا گیا تھا کہ ان کو اٹک پر ہی روک لیا جائے کیونکہ اس سے آگے نوشہرہ تک ٹرین نہیں ٹھہرتی۔

جب یہ حکم نامہ ان حضرات کو دکھایا گیا تو ڈاکٹر سید محمود نے کہا کہ جب تک انہیں گرفتار نہ کرلیا جائے وہ صوبہ سرحد میں داخلے کے ارادے سے باز نہیں آئیں گے۔ اس پر اے ایس پی نے ان سے یہ کہہ کر چل دیا کہ ''آپ گرفتار ہوگئے ہیں'' تھوڑی دیر بعد انہیں آگے لے جا کر اس نے کہا کہ آپ گرفتار نہیں ہیں۔ اس پر ڈاکٹر سید محمود نے حکم نامے کی پشت پر احتجاجی جملے لکھے۔ (اخبار ٹریبیون لاہور ۲۷ اپریل ۱۹۳۰)

ادھر پشاور میں ان ارکان کمیٹی کے استقبال کی تیاریاں زور و شور سے ہو رہی تھیں۔ صبح ہی سے آغا سید لعل بادشاہ، پیڑا خان، ڈاکٹر سی سی گھوش، سید قاسم جان، خان میر ہلالی، امر سنگھ، سیٹھی غلام ربانی، اللہ بخش برقی اور اچرج رام گھمنڈی ۲۵ باوردی رضا کاروں کے ساتھ پشاور صدر ریلوے سٹیشن پہنچ

چکے تھے۔ وہاں انہیں معلوم ہوا کہ ٹرین سے کمیٹی کے ہر سہ اراکین کو اتار کر صوبہ سرحد میں داخلے سے روک دیا گیا ہے۔ اس پر سب کارکن ایک جلوس کی شکل میں شہر واپس آئے۔ راستے میں نقارہ بجا بجا کر غلام ربانی سیٹھی نے اعلان کیا کہ چونکہ صوبہ سرحد کے جابرانہ قوانین کی انکوائری کیلئے آنے والی فرنٹیر انکوائری کمیٹی کو ظالم حکومت نے اٹک پر روک لیا ہے اور ڈاکو شاہی حکومت ان ظالمانہ قوانین کو برقرار رکھنا چاہتی ہے اس لئے آج شام پانچ بجے شاہی باغ میں ایک جلسہ عام منعقد ہوگا۔

شرکائے جلوس راستے میں نعرے لگا رہے تھے

''انقلاب زندہ باد''

اپ اپ دی نیشنل فلیگ

ڈاؤن ڈاؤن دی یونین جیک

جب جلوس سرکٹ ہاؤس کے قریب پہنچا تو نوجوان بھارت سبھا کے اللہ بخش برقی نے خود بھی یہ نعرے لگائے۔ کچھ آگے جا کر پیر بخش پہلوان نے یہی نعرے لگائے۔

سنٹرل جیل پشاور کے سامنے پہنچے تو غلام ربانی سیٹھی نے ڈھول پیٹ کر شام پانچ بجے کے فیصلہ کن جلسہ عام کا اعلان کیا۔ جلوس میں شامل محمد یعقوب قومی جذبات سے معمور ہو کر ''ظالم حکومت برباد''، ''برطانیہ برباد'' کے فلک شگاف نعرے لگانے لگا۔ لیکن اسے مزید ایسا کرنے سے روک دیا گیا۔

اسلامیہ کلب روڈ (خیبر بازار) سے آگے نوجوان بھارت سبھا کا اچرج رام گھمنڈی آزادی کا گیت گانے لگا۔ غلام ربانی سیٹھی اور امر سنگھ بھی حریت کے نغمے اور اشعار پڑھنے لگے۔

جلوس قصہ خوانی پہنچا تو یکے بعد دیگرے غلام ربانی سیٹھی، اللہ بخش برقی اور حاجی کرم الٰہی نے شام پانچ بجے کے جلسے کے انعقاد کا اعلان دہرایا۔

۲۱ مارچ کی اسی تاریخی شام کو شاہی باغ میں وہ فیصلہ کن جلسہ عام ہوا جس میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے انگریزی حکومت کے مظالم کے خلاف تاریخی قرارداد پیش کی جو جنگ کا بگل بن گئی۔ اس جلسے کی کاروائی آئی بی کی سیاسی ڈائری کے ۱۹۳۰ء کے ریکارڈ میں موجود ہے۔ یہ ریکارڈ ڈپٹی کمشنر کے دفتری ریکارڈ میں پہلی فہرست کے بستہ نمبر ۱، شمارہ نمبر ۱۷ کی فائل کے صفحہ نمبر ۲۱۳ پر درج ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ:

''فرنٹیر انکوائری کمیٹی کے صوبہ سرحد میں داخلہ کے امتناعی احکام کے اجراء کے سلسلے میں ۲۱

اپریل ۱۹۳۰ء کوشام چھ بجے سے ساڑھے سات بجے تک شاہی باغ میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔اس کی صدارت آغا لعل بادشاہ نے کی۔اس میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے اس جلسہ کی مرکزی قرارداد پیش کی جوسرکاری رپورٹ کے شروع ہی میں تفصیل سے درج کی گئی ہے۔قرارداد یہ تھی:

''صوبہ سرحد کے عوام کا یہ جلسہ سرحد حکومت کے اس جابرانہ اقدام کے خلاف اظہار نفرت کرتا ہے جس میں فرنٹیر انکوائری کمیٹی کے اراکین کوصوبہ سرحد کا دورہ کرنے سے روک دیا گیا جوصوبہ سرحد میں مروجہ من مانی کے قوانین سے متعلق تفتیش کرنے کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔ یہ جلسہ سرحد کے عوام سے بالعموم اور بار کے اراکین سے بالخصوص توقع کرتا ہے کہ وہ سرحد کی صوبائی کانگرس کمیٹی کو سرحدی ضابطوں کے خلاف اپنے تحریری بیانات ارسال کریں گے اوران قوانین کو کالعدم کروانے کے لئے پرامن جدوجہد کریں گے۔ یہ اجلاس آل انڈیا کانگرس کمیٹی سے بھی درخواست کرتا ہے کہ وہ اس معاملے کومناسب توجہ دے''۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے اس قرارداد کے متعلق خطاب کرتے ہوئے عوام سے کہا کہ آپ اس قسم کی قرارداد کو ہنگامی صورت حال میں پیش کرنے کی اہمیت سے واقف ہیں۔ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی درخواست پرصوبے کا دورہ کرنے اوراس سرزمین بے آئین میں رائج جابرانہ قوانین سے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی گئی تھی۔ ڈاکٹر سید محمود، لالہ دونی چند اور مولانا عبدالقادر حکومت کے مظالم کی تحقیقات کرنے سرحد کی طرف آرہے تھے کہ سرحد حکومت نے اٹک کے قریب ایک وارنٹ کے تحت انہیں روک دیا جوحکومت کی روایتی بدفطرتی ہے۔انسانوں میں اس حکومت کی مثال بھیڑ کے بھیس میں بھیڑیے کی سی ہے جو بھیڑوں کو کھا جاتا ہے اور یہ حکومت اپنی فطرت کے مطابق خون خرابے اورظلم وجور پر پردہ ڈالے رکھنے کی کوشش کرے گی تا کہ کوئی اس اصل کے چہرے سے نقاب نہ ہٹا سکے۔ مذکورہ کمیٹی ان باتوں کو بے نقاب کرنے آرہی تھی۔حکومت یہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے مظالم کی تحقیقات ہواورانہیں عوام کے سامنے لایا جائے کیونکہ عوام اس سے سبق حاصل کریں گے۔ خواب غفلت سے بیدار ہوں گے اوران قوانین سے نجات حاصل کرنے کی پوری کوشش کریں گے کیونکہ ان قوانین سے گلوخلاصی کے بغیر وہ سکھ اور چین سے نہیں رہ سکتے۔اگر وہ چین اور سکون سے رہنا چاہتے ہیں تو انہیں غلامی کا جوا اتار پھینکنا ہوگا۔اب صرف باتیں ہی کرنے کا وقت گزر چکا۔اب عملی جدوجہد کی ضرورت ہے۔اب میدان عمل میں کود پڑو۔سب مل جل کر حکومت کی مزاحمت کرو۔اس کے ساتھ ہی

انہوں نے مذکورہ قرارداد پیش کی۔

پیر شہنشاہ آف کوہاٹ نے کہا کہ کسی رہنما کو داخلے سے روکنا حکومت کی پرانی عادت ہے۔ چاہے کوئی کتنی دور دراز سے کیوں نہ آیا ہو تا کہ وہ ساتھ کوئی بم لا کر عوام کے حوالے کر کے تباہی نہ پھیلا دے۔ حکومت اپنے آپ کو مہذب سمجھتی ہے۔ انہوں نے لندن میں سر ہملٹن گرانٹ کی تقریر کا حوالہ دیا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اگر آزادی مل گئی تو پٹھان ہندوستان پر چھا جائیں گے اور اس کی دولت اور دوشیزاؤں کے مالک بن جائیں گے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ آؤ دیکھو کہ انگریز وحشی ہیں یا ہم۔ ان باتوں کا علاج تقریریں نہیں بلکہ جانوں کی قربانیاں ہیں اور میں آپ سے تشدد کرنے کو نہیں کہتا۔ انہوں نے کہا کہ داس، بھگت سنگھ اور دت کی موت نے ہمیں نیا حوصلہ دے دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلمان ۷ کروڑ ہیں اور ۲۲ کروڑ ہندو انہیں کھا جائیں گے۔ بات تعداد کی نہیں حقوق کی ہے۔ حقوق کا مسئلہ فوقیت رکھتا ہے لیکن یہ مسئلہ بھیک مانگ کر حل نہیں ہوسکتا۔ آپ کو حقوق کیلئے حکومت کے آمنے سامنے آنا ہوگا۔ اگر مسلمانوں میں سے چھ کروڑ مارے گئے اور ایک کروڑ باقی رہ گئے اور صرف بیوائیں زندہ بچیں تو وہ بھی ہندوؤں سے اپنے حقوق لے سکتی ہیں۔ (اس موقع پر تالیاں بجائی گئیں)

آپ خدا کے سوا کسی کے سامنے سر نہ جھکائیں۔ اس ظالم حکومت کی اطاعت نہ کریں۔ آپ جو زندگی گزار رہے ہیں اس سے بدتر اور کیا زندگی ہوگی؟

افغانستان اور وزیرستان کو دیکھیں۔ کتنی بیوائیں ان کی وجہ سے غم سے نڈھال ہیں۔ آپ لوگوں کو اب فیصلہ کرنا ہوگا کہ آپ تخت چاہتے ہیں یا تختہ۔ آگے بڑھیں اور اپنے آبا و اجداد کا نام روشن کریں۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر مسلمان آزاد نہیں ہوتے تو ہندوؤں ہی کو ۱۰۰ فیصد حقوق دے دو۔ چلو مسلمان تو اب غلام ہیں ہی۔ لیکن اس سے ایران، افغانستان اور دوسرے ممالک تو ان کی سازشوں سے آزاد ہو جائیں گے۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ خدا کے لئے رکن سازی کریں اور وہی کام کریں جو بھگت سنگھ اور دت نے کیا۔ ان الفاظ کے ساتھ انہوں نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی قرارداد کی تائید کی اور کہا کہ اس وحشی اور شکاری کتوں کی حکومت کو صرف الفاظ سے نہیں ہٹایا جا سکتا۔

مولانا خان میر ہلالی نے کہا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور پیر شہنشاہ قرارداد پر مکمل روشنی ڈال چکے ہیں۔ آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے تین وکلاء کی ایک کمیٹی صوبے میں ''بولٹن گردی'' کی تحقیق کرنے اور اس کی حقیقت کو بے نقاب کرنے کے لئے مقرر کی تھی۔ ہم حکومت کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

اس نے اپنا ایک رخ ظاہر کیا ہے اور ہم اس کا دوسرا رخ بھی دکھا دیں گے کہ ہم پر کیسے خودغرضانہ قوانین مسلط کئے جا رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ بنوں میں ان قوانین کے تحت گرفتاریاں کی گئی ہیں۔ ان کا نارمن بولٹن نادر شاہ کی طرح حاکم ہے۔ اگر کمیٹی اپنی تحقیقات کر لیتی تو اسے خطرہ تھا کہ اسلحہ مطلق العنانیت اور ظلم و جبر وغیرہ کچھ کم نہ ہو جائیں۔ یہ ظالم کیسے کیسے مظالم ڈھا رہے ہیں۔ تقریروں کا وقت گزر چکا، تقریروں اور تحریروں سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ پرسوں ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء کو صوبے میں شراب خانوں پر پکٹنگ شروع ہوگی۔ بیوپاریوں کو نوٹس پہلے ہی دے دیئے گئے تھے۔ لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ اب ہم ایسا کرنے پر مجبور ہونگے۔ حکومت اسے روکنے کے لئے جو چاہے کر لے۔ نوجوانوں کو میدان میں آگے آ کر ثابت کرنا چاہئے کہ وہ ہر قسم کی قربانی کیلئے تیار ہیں۔ آپ کانگرس کے جھنڈے تلے جمع ہو کر مضبوط قوت بن جائیں گے۔ ان الفاظ کے ساتھ انہوں نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی قرارداد کی تائید کی۔

رحیم بخش غزنوی نے کہا کہ میں نے اس سے پہلے کئی تقریریں کی ہیں لیکن آج میں اس واقعے کے بارے میں کچھ کہوں گا۔ جابرانہ قوانین کی تحقیق کے لئے جو کمیٹی سرحد آ رہی تھی اسے اٹک پر روک لیا گیا کیونکہ ہم غلام ہیں۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ کیا تین افراد حکومت چھیننے کے لئے آ رہے تھے یا اس بات کا خطرہ تھا کہ ضعیف عبدالقادر لاٹ صاحب کی موٹر کار پر زبردستی قبضہ کرنے کے لئے آ رہے تھے۔ ہم نے کمیٹی کو دعوت دی تھی اور انہوں نے اسے روک لیا۔ لیکن میں ان پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ ہمارے جذبات کو دبا نہیں سکتے۔ آپ پر یہ امتیازی مظالم کیوں روا رکھے جا رہے ہیں۔ کیا آپ دوسروں کی طرح ٹیکس اور دوسرے سرکاری واجبات ادا نہیں کرتے؟ میں کئی بار اس بات کا اعادہ کر چکا ہوں کہ نمک کے قانون کے ساتھ ہی یہ انگریزی قانون بھی ختم کرایا جائے۔ جس طرح حکومت نے آپ کے بھائی بندوں کو اٹک سے واپس بھیج دیا اسی طرح آپ اس حکومت کو للکاریں اور اسے بھی دیس سے نکال دیں۔

اس موقع پر مقرر نے سامعین سے پوچھا کہ کیا آپ میری حمایت کرتے ہیں تو سامعین نے جواب دیا ''بالکل'' کرتے ہیں۔ اس پر رحیم بخش غزنوی نے کہا کہ ''ہم پرسوں مورچہ باندھ لیں گے'' حکومت کے پاس بندوقیں ہیں اور وہ آزاد ہے کہ جو چاہئے کرے۔ وہ قتل کرنے سے نہیں ہچکچاتی اور ہم جان دینے سے نہیں ہچکچائیں گے۔ کراچی میں خون بہایا گیا ہے۔

میں بولٹن کو چیلنج کرتا ہوں کہ آئے اور ہمارے خون میں نہالے۔ میں کسی انگریز کو قتل نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ پاک خون میں ناپاک خون کی ملاوٹ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اوران الفاظ کے ساتھ انہوں نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی قرارداد کی تائید کی۔

سردار عبدالرب نشتر نے کہا کہ میں دیر سے پہنچنے کی معذرت چاہتا ہوں اور میرے لئے زیادہ وقت لینا اس حکومت کو زیادہ وقت دینے کے مترادف ہوگا۔ آپ اس جلسہ میں اور گلی کوچوں میں کمیٹی کی آمد کے مقصد کے بارے میں سن چکے ہیں۔ ہم کو اتنی آزادی بھی حاصل نہیں ہے جتنی ایک انگریزی کتے کو ہوتی ہے۔ آپ میں سے جو مالدار اور نواب ہیں انگریز کی نظر میں ان کی بھی وقعت نہیں ہے۔ سیاسی اعتبار سے تو سارا ہندوستان غلام ہے اور یہ کہنا غلط ہوگا کہ باقی ملک کو چھوڑ کر صرف صوبہ سرحد ہی میں جبر وستم ہے۔ البتہ باقی ماندہ ملک قوانین کے لحاظ سے کچھ بہتر ہے کیونکہ صوبہ سرحد میں سخت ضابطے اور قانون نافذ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان پر قانون کی عمل داری نہیں ہے۔ جس طرح ایک انگریز سیاستدان نے جو حکومت کا طرف دار تھا خود بہت پہلے تسلیم کیا تھا۔ وکیلوں نے قوانین کا مطالعہ کیا ہے لیکن یہاں اسے کافی نہیں سمجھا جاتا۔

فرنٹیر کرائمنر ریگولیشن کے تحت جرگہ سسٹم کے بارے میں انہوں نے طنز وتضحیک کی اور کہا کہ اگر عدالتی مقدمہ چلانے کے لئے کافی شہادت نہ بھی ہو تو مجسٹریٹ مقدمہ جرگہ میں بھیج سکتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ملزم سفارش یا ذاتی اثر ورسوخ کا نشانہ بن جاتا ہے۔ میرے اپنے مشاہدے میں کئی ایسے لوگ آئے ہیں جنہوں نے خواہش ظاہر کی کہ ان کے مقدمے کو جرگے کے پاس بھیج دیا جائے جہاں اثر و رسوخ چل سکتا ہے۔ ہم موجودہ صورت حال میں باقی ماندہ ہندوستان کے شانہ بشانہ چلنا چاہتے ہیں۔ ہمارے یہاں آنے والے رہنماؤں سے پینل لاز کے تحت ضمانتیں طلب کی جارہی ہیں۔ یہاں پر یہ پریشان حالی زیادہ ہونے کے باوجود پینل لاز کو بھی صوبہ سرحد کے لئے کافی نہیں سمجھا گیا اور حکومت نے دفعہ ۴۰ سرحدی تیار کر لی جس میں کوئی اپیل کوئی دلیل نہیں ہوتی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو ضمانت دو یا جیل جاؤ۔ ہمیں باقی ملک سے الگ تھلک رکھنے کے لئے نت نئے مظالم ڈھائے جارہے ہیں۔ حکومت یہ برداشت نہیں کرسکی کہ باہر سے لوگ آکر ہماری داد رسی کریں۔ کانگرس کمیٹی کو ہماری یہ زبوں حالی گوارا نہ تھی ورنہ اس کے صدر جیل نہ جاتے۔ اس نے ایک کمیٹی کی تشکیل کی لیکن اس کی راہیں مسدود کر دی گئیں۔ اس طرح تو کمیٹی حکومت کے لئے زیادہ نقصان

دہ ثابت ہوئی کیونکہ اگر اسے صوبے میں آکر تحقیقات کرنے دیا جاتا تو نہ معلوم وہ حکومت کو مجرم گردانتی یا نہ گردانتی۔

میرے رائے میں اس طرح ہمیں اتنی ہمدردیوں کی توقعات نہ ہوتیں جتنی اب ہیں کیونکہ ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حکومت کسی قسم کی تحقیقات کرنا نہیں چاہتی اور ہمیں اس کا عملی ثبوت مل چکا ہے۔ حکومت کا یہ اقدام کتنا جابرانہ ہے کہ اس نے تین نہتے افراد کے داخلے کو روک دیا۔ حکومت نے ہماری طرف سے ذمہ داری پوری کر دی ہے۔

ہمارا الزام تھا کہ صوبے میں سخت گیرانہ قوانین نافذ ہیں اور حکومت کے اس اقدام نے اس کا ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ اب آپ کا کام ہے کہ اگر آپ کو اصالتاً پیش ہونے دیا جائے تو آپ ان قوانین کے تحت جن مظالم اور تکلیفوں کا سامنا کر رہے ہیں اس کی تحریری تفصیلات کمیٹی کو مہیا کریں۔ عام طور پر دیہاتی ان قوانین کا نشانہ بنتے ہیں۔ ایک جرگے کے واقعے میں ملزم کو بے گناہ قرار دیا گیا تو ڈپٹی کمشنر نے فائل ایک دوسرے جرگے کو بھیج دی کہ مرنے والے کی ماں نے درخواست دائر کی تھی جس میں اس نے کہا تھا کہ مرنے والے نے خواب میں آکر اسے کہا تھا کہ اسے اس شخص نے قتل کیا ہے جس کی گائے بھورے رنگ کی ہے۔ بنابریں ملزم گرفتار ہو گیا تھا لیکن ناکافی ثبوت کی بنا پر بری ہو گیا تھا۔ جرگے کے لوگوں نے قتل کے ایک جھوٹے الزام میں گرفتار ہونے والے شخص کے خلاف فیصلہ سنایا۔ لیکن جس شخص نے مبینہ طور پر قتل کیا تھا وہ آ گیا اور ملزم بَری ہو گیا۔ ایک طرف شہریوں کو اپنے نمائندے میونسپلٹیوں میں بھیجنے کی اجازت نہیں اور دوسری طرف دیہات کے لوگوں کو جرگے کے لئے مناسب قرار دیا جاتا ہے۔ جہاں ایک ۲۰ سال تجربہ رکھنے والا مجسٹریٹ کسی نتیجے پر پہنچنے میں ناکام رہا ہو۔ انہوں نے کہا کہ قتل کے کیس میں خان بہادر سعد اللہ خان کو فیصلہ صادر کرنے کا اختیار حاصل نہیں لیکن جب وہ گھر جا کر جرگے میں بیٹھے تو اسے یہ اختیار حاصل ہو جاتا ہے یعنی عام تعلیمی معیار کا شخص قتل کا فیصلہ صادر کر سکتا ہے۔ ایک طرف اتنی پابندی اور دوسری طرف اتنی آزادی۔ سرحد کے عوام کو ان حقوق کا اہل بھی نہیں سمجھا جاتا جو باقی ہندوستان کے عوام اپنے پاؤں تلے روندرہے ہیں۔ انہوں نے عوام سے التماس کی کہ وہ کمیٹی کو اس قسم کے واقعات ارسال کریں اور میں خود وکلاء سے اس قسم کی درخواست کروں گا۔ کانگرس بھی مواد جمع کر کے کمیٹی کو بھیجے گی۔ یہ کوئی نئی باتیں نہیں جہاں علی برادران کی ماں بی/اماں کے سرحد میں داخلے پر پابندی ہو وہاں تین مرد حضرات کے داخلے کا کیا سوال؟۔ میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی قرارداد کی تائید

کرتا ہوں۔اس صوبے کے عوام کو اظہار رائے اور تبادلہ خیال کے حقوق بھی حاصل نہیں جس طرح انہیں سرکاری اجازت کے بغیر حجرہ چلانے کا حق بھی حاصل نہیں اور اس کے لئے وہ کوئی مظاہرہ بھی نہیں کر سکتے۔یہ اپنی نوعیت کی بدترین مثالیں ہیں۔

لالہ پیڑا خان نے کہا کہ حکومت نے کمیٹی کا داخلہ اس لئے ممنوع قرار دیا ہے کہ سرحد کے عوم کوئی پروپیگنڈہ نہ کر سکیں۔یہ اس ''ڈاکو شاہی'' حکومت کی پالیسی ہے۔جنگ عظیم میں اس صوبے نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔اگر آپ دوسرے صوبوں کے برابر حقوق حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس ''ڈاکو شاہی'' حکومت کو ختم کرنا ہوگا۔انہوں نے عوام کو بنوں میں حبیب اللہ خان، کندن لعل اور بعض دیگر افراد کی گرفتاریوں پر مبارکباد پیش کی کہ انہوں نے صوبے کے نام کی لاج رکھ لی ہے۔ہماری گرفتاریاں بھی ہونے والی ہیں۔میں جیل جانا چاہتا ہوں کیونکہ میں تو پہلے ہی ایک قیدی ہوں۔انہوں نے پختونوں سے کہا کہ دیکھیں آپ لوگ اب کیا کریں گے۔میں نے حال ہی میں ڈاکٹر کچلو سے کہا تھا کہ اگر سرحد کے عوام جاگ اُٹھے تو انہیں دبایا نہیں جا سکے گا۔اور میں نے اتمان زئی میں اندازہ لگا لیا کہ سرحد کے عوام جاگ اٹھے ہیں۔آپ کا نمک خوار سر ہملٹن گرانٹ انگلستان میں بیٹھ کر ہندوستان کی بات کرتا ہے۔آپ کانگرس کے حسابات کی باز پرس تو کرتے ہیں لیکن انگریزوں سے نہیں کرتے جو ہندوستان کی دولت لوٹ لے گئے ہیں۔ہمیں ایک دو دن میں جیل بھیج دیا جائے گا۔

کوہاٹ کے پیر شہنشاہ نے نوجوانوں سے اپیل کی کہ باہر کا کپڑا استعمال نہ کریں۔دیسی کپڑا استعمال کریں۔ہوسکتا ہے مجھے دوبارہ تقریر کرنے کا موقع نہ ملے۔کیونکہ مجھے گرفتار ہونے کی توقع ہے۔انہوں نے کہا کہ ہماری روزانہ آمدنی ۷ پیسے ہے اور ہم پانچ روپے یومیہ خرچ کر بیٹھتے ہیں اور ہماری غربت وافلاس کی یہی وجہ ہے۔

تمام حاضرین نے ہاتھ اٹھا کر بیرونی کپڑا استعمال نہ کرنے کا وعدہ کیا۔انہوں نے پشتو دان لوگوں سے مخاطب ہو کر اپنی اپیل دہرائی اور لوگوں نے تائید میں جواب دیا۔

اتمان زئی کے غفور خان نے کہا کہ یہ آزادی اور غلامی کی جنگ ہے۔ہشتنگر کے لوگ قربانی کے لئے تیار ہیں اور پشاور میں شروع ہونے والی سول نافرمانی میں ہشت نگر کے عوام اپنے وعدے کے مطابق ہر قسم کی قربانی پیش کریں گے۔

یہ روئیداد ڈپٹی کمشنر آفس اور محکمہ پولیس کی اپریل تا دسمبر ۱۹۳۰ء کی سیاسی ڈائری میں پہلی فہرست کے بستہ نمبر ۳، نمبر شمار ۳۸ کے صفحہ نمبر ۲۲۷ میں بھی موجود ہے۔

باب نمبر ۱۲ خفیہ اجلاس

۲۲ اپریل کو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے مکان واقعہ گاڑی خانہ پر جمعیت نوجوانان (جسے نوجوان بھارت سبھا یا انجمن نوجوانان وطن بھی کہا جاتا تھا) کے کارکنوں کا ایک اجلاس عبدالرحیم پوپلزئی کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں اگلے دن کے احتجاجی پروگرام کی تفصیلات طے کی گئیں اور مختلف سرفروش کارکنوں کو ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ عین اسی دن پنجاب سے آئے ہوئے اس وطن پارٹی (بھارت سبھا) کے کارکن بھی اجلاس میں موجود تھے۔ اس قسم کا ایک اور اجلاس سید لال بادشاہ بخاری کے مکان واقع لعل بادشاہ بازار پر بھی منعقد ہوا جس میں کانگرس کے کارکنوں نے حصہ لیا اور اگلے دن کے پروگرام پر بات چیت ہوئی۔ ان اجلاسوں میں یہ طے ہوا کہ کارکن پشاور اور گردنواح کے قریہ قریہ میں پہنچ کر لوگوں کو اگلے دن ۲۳ اپریل کے پروگرام، شراب کی دکانوں پر پکٹنگ اور مظاہرے وغیرہ سے آگاہ کریں۔ جن افراد کے ذمہ پشاور کے عوام کو راتوں رات باخبر کرنے کا کام تھا ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

۱۔ حافظ محمود
۲۔ عبدالغنی درزی
۳۔ محمد یعقوب
۴۔ عبدالجلیل
۵۔ ممدوڈورا
۶۔ مددخان

ان اجلاسوں کا حال بعض دوسرے مضمون نگاروں کی طرح ایک واقف کار سیاسی کارکن اور اسیر فرنگ محمد یونس قریشی نے بھی بیان کیا ہے۔ جناب محمد یونس قریشی وہ مرد مجاہد تھے جو قومی آزادی کی تحریک کے علاوہ مظلوم مخلوق خدا کی اقتصادی آزادی کی جدوجہد اور یونین سازی میں بھی مفتی اسلام مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے معاون خاص رہے۔ چنانچہ جب علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے تاریخ انسانی کے ایک عظیم الشان باب کا افتتاح کرتے ہوئے انسانوں میں سے سب سے پس ماندہ مخلوق یعنی خاکروبوں کے انسانی حقوق کے لئے آواز اٹھائی اور پشاور میں ۲۶ تا ۲۸ مارچ ۱۹۲۹ء کو تین روزہ پہلی

تاریخی فرنٹیئر سوپیرز کانفرنس بمقام پولوگراؤنڈ منعقد کی جس میں انہوں نے خطبہ استقبالیہ بھی پڑھا، تو محمد یونس قریشی ایک عرصہ دارز تک اس تحریک کی قیادت میں بھی سرگرم عمل رہے۔ یہی محمد یونس قریشی اخبار ''بانگ حرم'' پشاور میں ''جنگ آزادی میں سابق صوبہ سرحد کا حصہ'' کے عنوان سے چھپنے والے اپنے اس سلسلہ مضامین کی قسط نمبر۳ میں مندرجہ بالا خفیہ اجلاسوں کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں:

''ادھر رات کو پولیس گرفتاریوں میں مصروف تھی اور ادھر پشاور کے سیاسی کارکن اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے تیار ہو رہے تھے اور شہر کے مختلف مقامات پر میٹنگیں منعقد کی جارہی تھیں۔ چنانچہ ایک میٹنگ مولانا عبدالرحیم صاحب پوپلزئی کے حجرے میں منعقد ہوئی۔ اس میٹنگ میں نوجوان بھارت سبھا کے ورکروں نے شرکت کی۔ اتفاق سے اس رات مولانا صاحب کے مکان پر کچھ باہر کے کارکن بھی آئے ہوئے تھے جنہوں نے اس اجلاس کی کاروائی میں حصہ لیا۔ اس طرح کی میٹنگ سید لعل بادشاہ کے گھر میں بھی ہوئی جہاں یہ فیصلہ ہوا کہ صبح شہر میں مکمل ہڑتال کی جائے، جلوس نکالا جائے اور مظاہرے کئے جائیں۔

اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے چند رضا کار مخصوص کئے گئے جن کے نام یہ ہیں۔ حافظ محمود، عبدالغنی درزی، محمد یعقوب، عبدالجلیل، ممدوڈ ورااور مدد خان وغیرہ۔ ان کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ رات ہی رات شہر کے تمام محلوں میں پھیل جائیں اور لوگوں کو کل کی ہڑتال، جلوس اور مظاہرے کے لئے تیار کریں۔ ادھر پولیس بڑی ہوشیاری سے ایک ایک ورکر کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ حکومت یہ چاہتی تھی کہ پہلے یہاں کے سرکردہ کارکن گرفتار کر لئے جائیں اور بعد ازاں لوگ خود بخود قابو میں آجائیں گے۔

(بانگ حرم پشاور ۲۱ جون ۱۹۶۰)

وارکونسل:

سول نافرمانی کے پروگرام کو منظّم طور پر چلانے کے لئے ایک وارکونسل تشکیل دی گئی تھی۔ اس کے رہنماؤں کے نام ٹرائیبل ریسرچ سیل کے بستہ نمبر۶۴ کی فائل نمبر ۱۷۷۵ کے صفحہ نمبر ۲۴ سے ۳۱ تک کی رپورٹ میں موجود ہیں۔

علاوہ ازیں ۲۶ اپریل ۱۹۳۰ء کے اخبار ٹربیون لاہور میں بھی یہ فہرست اسی ترتیب سے چھپی تھی۔ ترتیب کے لحاظ سے ان ذرائع نے وارکونسل کے بارہ ارکان کے نام اس طرح درج کئے تھے:

۱۔ سید آغا لعل بادشاہ بخاری
۲۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی
۳۔ خان علی گل خان
۴۔ مولانا خان میر ہلالی
۵۔ رحیم بخش غزنوی
۶۔ پیڑا خان
۷۔ اچرج رام
۸۔ عبدالرحمٰن ریا
۹۔ روشن لعل
۱۰۔ غلام ربانی
۱۱۔ اللہ بخش برقی
۱۲۔ عبدالغفور آتش

صوبہ سرحد کے آئی جی پی نے صوبہ سرحد میں شروع ہونے والی گڑبڑ کی وجوہات سے متعلق تحریری رپورٹ میں یکم مئی ۱۹۳۰ء کو لکھا کہ نوجوان بھارت سبھا پشاور میں ۱۹۲۸ء کے اواخر یا ۱۹۲۹ء کے شروع میں وجود میں آئی۔ انہوں نے یہ بھی لکھا کہ سرحد میں کانگرس کا چرچا اس لئے زیادہ ہوا کہ اس نے خلافتی رہنماؤں کی حمایت حاصل کر لی تھی۔

ممتاز خلافتی رہنماؤں کی کانگرس سے وابستگی نے جس طرح کانگرس کو پزیرائی بخشی اس کا ذکر کرتے ہوئے آئی جی پی نے لکھا ہے کہ آغا سید لعل بادشاہ بخاری، غلام ربانی سیٹھی اور علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اس معاملے میں مثال کے طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ رہنما کانگرس کے لئے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ آئس مانگر آئی جی پی صوبہ سرحد کی یہ رپورٹ ٹرائبل ریسرچ سیل کے بستہ نمبر ۶۴ کی فائل نمبر ۱۷۷۵ کے صفحہ نمبر ۲۸ پر لائبریری محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد میں موجود ہے۔

عبدالغفور آتش نہ صرف ۱۹۳۰ء میں وار کونسل کے رکن تھے بلکہ بعد میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی قیادت میں چلائی جانے والی تحریک غلہ ڈھیر کی وار کونسل کے بھی رکن تھے۔ تحریک غلہ ڈھیر صوبہ سرحد میں سرخپوش کسانوں کے پہلے معرکہ آزادی کے طور پر یاد کی جاتی ہے۔ سرکاری ریکارڈ

Whos Who میں بھی عبدالرحیم پوپلزئی کے قریبی معتمد رفیق کے طور پر عبدالغفور آتش کا نام لکھا ہے۔

اپریل ۱۹۳۰ء کی تحریک کے دوران نو جوان تحریک نے عبدالغفور آتش کو گرفتاری نہ دینے کی ہدایت کی تھی۔ اس لئے وہ روپوش ہو کر رسالپور چھاونی چلے گئے تھے۔ بعد میں جب جماعت کی طرف سے گرفتاری پیش کرنے کی اجازت مل گئی تو وہ رسالپور ہی میں خود پولیس کے سامنے پیش ہو گئے۔ پولیس افسر ایک ہندو تھا۔ لیکن قومی آزادی کی تحریک سے ہمدردی رکھتا تھا۔ اس نے آتش صاحب کو پیش کش کی کہ وہ اگر روپوش رہنا چاہیں تو ان کو ایسا کرنے کے لئے خفیہ طور پر چھوڑا جا سکتا ہے۔ لیکن آتش صاحب نے کہا کہ پہلے چونکہ پارٹی کا حکم تھا کہ میں باہر کے کام نمٹانے کیلئے روپوش ہو جاؤں اس لئے میں نے ایسا کیا اور اب جماعت نے گرفتاری پیش کرنے کو کہا ہے تو میں اسی حکم کے تحت گرفتاری دے رہا ہوں۔ اس پر پولیس افسر کچھ سوچ میں پڑ گیا۔

پھر وہ اٹھا اور آتش صاحب کو اپنے گھر لے گیا۔ وہاں اس نے ان کی خوب خاطر مدارت کی اور ان کو مرغ پلاؤ کھلایا۔ بعد میں بڑے احترام سے ان کو گرفتار کر کے چالان پیش کر دیا۔

باب نمبر ۱۳ گرفتاریاں اور ہنگامے

۲۳ اپریل کی صبح ہوتے ہوتے وار کونسل کے اکثر رہنماؤں کو ان کے گھروں پر چھاپے مار کر گرفتار کر لیا گیا۔ مفتی سرحد مولانا عبدالرحیم کی گرفتاری کا منظر صنوبر حسین کا کا جی نے بعد میں اپنے ایک تاریخی مضمون میں بیان کیا تھا۔ ان کے مضمون شائع شدہ بانگ حرم ۱۱ مئی ۱۹۵۸ء کے مطابق مفتی سرحد اور ڈی ایس پی کے درمیان یہ مکالمہ ہوا تھا۔

مفتی: (طنزیہ ہنسی ہنستے ہوئے) ''کیوں جناب نافرمانی تو کل ہوگی۔ اس وقت کیسے آنا ہوا۔ ہم تو نافرمانوں میں بھی نہیں''

ڈی ایس پی: مولانا صاحب! آپ اس نافرمانی سے فائدہ اٹھا کر انقلاب برپا کریں گے۔ اس واسطے آپ کی گرفتاری بطور حفظ ماتقدم ہے۔

مفتی: بھائی انقلاب کہاں ہے۔ ابھی تو ہم نمک بنا رہے ہیں۔ (ان کا اشارہ نمک سازی کے قانون کی خلاف ورزی کی طرف تھا)۔ ان کے اس جملے میں انقلاب کی حسرت بھی تھی اور ایک لطیف طنز بھی۔

آخری دو رہنماؤں کو صبح ہونے کے بعد گرفتار کیا گیا تو اہل پشاور بھی اپنے قائدین کی گرفتاریوں سے باخبر ہو چکے تھے۔ گرفتاریوں کا ذکر کرتے ہوئے ایس ایس پی نے اپنے بیان میں خاص طور پر عبدالغفور آتش کا نام لیا ہے اور ان کی گرفتاری میں پولیس کی ناکامی کا اعتراف کیا ہے۔

آخری دو رہنماؤں کو گھنٹہ گھر کے سائے تلے گرفتار کیا گیا تو تحصیل گورگھٹڑی سے ہیسٹنگ میموریل (چوک یادگار) تک لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ چکے تھے۔ خاموش احتجاج نعروں میں بدلنے لگا تھا۔ جونہی اللہ بخش برقی اور غلام ربانی کو پولیس وین میں دھکیلا گیا تو ہجوم اپنے آپ سے باہر ہو گیا۔ پولیس وین چند قدم ہی چلی ہوگی کہ ہجوم نے پولیس کی گاڑی کے ٹائر پنکچر کر دیئے۔ اس لئے اللہ بخش اور غلام ربانی نے خود ہی نیچے اتر کر پیشکش کی کہ وہ رضا کارانہ طور پر کابلی تھانہ پہنچ کر گرفتاری دے دیں گے۔ پولیس کے پاس اس تجویز کو قبول کرنے کے علاوہ کوئی راستہ نہ تھا۔ چنانچہ پولیس ہجوم کو چھوڑ کر کابلی تھانے کو چلی۔ ادھر پشاوریوں کا ہجوم اللہ بخش برقی اور غلام ربانی سیٹھی کے ساتھ ساتھ انقلاب زندہ باد کے نعرے لگاتا ہوا کابلی کی طرف روانہ ہوا۔ چوک یادگار سے جلوس بازار بٹیر بازاں اور پھر مسگراں چوک کے راستے قصہ خوانی کی طرف چلا۔ راستے میں لوگوں کی کثیر تعداد جلوس میں شامل ہوتی چلی گئی۔ اللہ بخش

برقی اور غلام ربانی سیٹھی نے اپنے وعدے کے مطابق تھانہ کابلی پہنچ کر گرفتاری پیش کر دی اور تھانے کے باہر ہجوم آزادی، انقلاب اور سامراج دشمنی پرمبنی نعرے لگا تا رہا۔

دوسری طرف انتظامیہ اور پولیس پہلے سے کی ہوئی پیش بندی کے مطابق شہریوں کو ملک کے دوسرے لوگوں کے برابر حقوق مانگنے کے جرم میں خوفناک تشدد کا نشانہ بنانے کی تیاری کر کے جیل والے پل کے اس پار کھڑی تھی۔ سب سے پہلے انتظامیہ کا سربراہ ڈپٹی کمشنر مٹکاف چھاونی سے کار میں سوار قصہ خوانی کی طرف آیا اور ہجوم کے درمیان سے گزرتا ہوا قصہ خوانی چوک تک چلا گیا اور پھر واپس آ کر اپنا رن پورا کرنے والا ہی تھا کہ کسی نے اس پر ایک اینٹ دے ماری جس سے وہ زخمی ہوا اور چکرا کر تھانے کی سیڑھیوں پر گر گیا۔ اس کے ساتھ ہی تھانے سے فون کر کے چھاونی میں کاروائی کے لئے تیار فوج قصہ خوانی طلب کر لی گئی۔

سب سے پہلے پولیس نے کاروائی کی ابتداء کی اور آتشیں اسلحہ لئے پولیس والے شہریوں پر حملہ آور ہوئے تو شہری پولیس والوں سے گتھم گتھا ہوگئے۔ اس دوران ایسا واقعہ بھی پیش آیا کہ ایک پشاوری تین چار پولیس اور فوج کے افراد پر پل پڑا۔ اس واقعے کا ذکر ڈپٹی کمشنر اور ایس ایس پی نے اپنی تحریری رپورٹوں میں خاص طور پر کیا ہے۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

''اسی لمحے ایک بلوائی نے میرے ساتھ کھڑے آرمرڈ کاروں کے اس افسر پر حملہ کر دیا جس کے ہاتھ میں ریوالر تھا۔ اور وہ اس سے یہ ہتھیار چھیننے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ مدد کے لئے شور مچانے لگا اور کپٹن کاب میں اور ایک پولیس والا بڑی کوشش کرنے کے بعد بلوائی سے ہتھیار چھڑوانے میں کامیاب ہو سکے''۔ اس سانحے کا ذکر ایس ایس پی مسٹر فوکس اس طرح کرتا ہے:

''ایک لمبا تڑنگا پشاوری لفٹننٹ سنج کے ساتھ مشت و گریباں ہو کر ان سے ان کا خود کار پستول چھیننے کی کوشش کر رہا تھا۔ انسپکر بشیر احمد ان کی مدد کو آئے اور پشاوری کو ڈنڈے مار کر اس کی خود کار ہتھیار پر گرفت ڈھیلی کی جس سے پستول چل گیا اور اس سے انسپکٹر کی بائیں ہاتھ کی انگلیاں اور بائیں ران زخمی ہوگئی''۔

عوام کے ہاتھوں زچ ہو کر انتظامیہ اور پولیس والوں نے فوج کی مدد طلب کی تو قربانی کے بکرے کے طور پر آگے آگے دیسی گھڑ ہوالی (گھڑ وال کے لوگ) فوج تھی اور اس کی آڑ میں پیدل اور گھوڑ سوار انگریز فوجی تھے۔ سب سے پہلے چار آرمرڈ کاریں تیزی سے شہر میں داخل ہوئیں اور نصف

درجن بھر شہریوں کو کچل کر آگے بڑھ گئیں۔ان کے ساتھ ایک انگریز موٹر سائیکل سوار مظاہرین کو کچل کر بازار میں آگے تک چلا گیا تو پشاور کا مانی (عبدالرحمٰن سقہ) یہ بربریت برداشت نہ کر سکا اور اس نے اپنی تیز کلہاڑی ایک بھرپور وار سے اس کا کام تمام کر دیا اور بعد میں قتل کا مقدمہ بھگتتا رہا۔

شروع میں تو گھڑ والیوں کو ہی حکم دیا گیا کہ عوام پر گولی چلا دیں لیکن انہوں نے دیسی لوگوں پر گولی چلانے سے انکار کر دیا اور بعد میں کورٹ مارشل کے تحت سنگین سزائیں پائیں۔

پھر انگریزی فوج نے آگے بڑھ کر قصہ خوانی بازار میں گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔اس اثناء میں ایک پشاوری دولہا آگے بڑھا اور اپنی نئی زری کی شیروانی جو اس نے ایک روز قبل اپنی شب عروسی پر پہنی تھی بے ساختہ اتار کر ایک پنساری کی دکان میں رکھے مٹی کے تیل کے ڈبے میں ڈبوئی، ہرمل سلگا کر دھواں پھونکنے والے ملنگ سے دیا سلائی لی اور شب عروسی کی زرق برق شیروانی کو آگ لگا دی۔اسے آگ لگی ہی تھی کہ اس نے اسے آرمڑ کار پر پھینک دیا۔دیکھتے دیکھتے آرمرڈ کار کی پٹرول کی ٹنکی نے آگ پکڑ لی اور آرمرڈ کار میں سے ایک انگریز نکل کر بھاگ کھڑا ہوا۔

اتنے میں فوج نے گولیوں کی بوچھاڑ تیز کر دی۔پھر اتنی گولیاں چلائی گئیں کہ ان کے راونڈ شمار کرنا ممکن نہ تھا۔صبح ساڑھے دس بجے شروع ہونے والی فائرنگ کا سلسلہ دوپہر بارہ بجے تک چلتا رہا۔ پھر ڈیڑھ بجے سے شام پانچ بجے تک فوجی گاڑیوں اور پیدل مورچہ بند فوجیوں نے باقاعدہ گولے برسائے۔اس اندھا دھند فائرنگ سے پہلے کانگرس کے ایک رہنما حکیم عبدالجلیل ندوی قصہ خوانی آئے اور انہوں نے حکام کو گولی چلانے کے ارادہ سے باز رکھنے کے لئے قائل کرنا چاہا۔پٹیل کمیٹی کی رپورٹ میں ان کی گواہی کے مطابق انہوں نے حکام سے کہا کہ گولیوں کی بجائے عوام کو منتشر کرنے کے لئے پانی کے پائپوں سے پانی پھینکا جا سکتا ہے۔لیکن جب حکام نے ان کی بات نہ مانی تو وہ وہاں سے چلے گئے۔ اس دن قصہ خوانی بازار میں تاحد نگاہ لاشیں ہی لاشیں تھیں۔

میدان میں ڈٹے ہوئے حریت پسندوں کو موت کی نیند سلا دینے کے بعد سفاک سپاہیوں نے محلّہ جنگی، ڈھکی نعلبندی اور ناظر طاہر وردی وغیرہ کوچوں میں گھس گھس کر ایک ایک راہ گیر کا تعاقب کیا، بالا خانوں کی سیڑھیاں چڑھ کر اور گھروں کی چھتوں تک پر ہر دیسی باشندے کو خاک وخون میں تڑپا دیا۔

قصہ خوانی میں انسانی حقوق اور شہری آزادیوں کی حفاظت کیلئے دو بڑی عمارتیں تھیں ایک

تھانہ کابلی جو شہریوں کو جان و مال کے تحفظ کا یقین دلانے کے لئے قائم تھی اور دوسری ٹاؤن ہال جو تھانہ کابلی کے سامنے میونسپل پلازہ کی جگہ پر واقع تھی اور یہ شہری آزادیوں اور شہری سہولتوں کی فراہمی کا دھوکہ دینے کے لئے تھی۔ ان دونوں عمارتوں کے بیچوں بیچ کھلی سڑک پر لاتعداد انسانی لاشیں انسانی حقوق اور شہری آزادیوں کا مطالبہ کرنے کی پاداش میں نشان عبرت بنادی گئی تھیں۔ ایک عمارت سے تو گولیوں کی برسات کر کے شہریوں سے ۲۳ اپریل ہی کو زندہ رہنے کا حق بھی چھینا جا رہا تھا اور دوسری عمارت سے ۳۱ مئی کو فائرنگ کر کے چھینا جانے والا تھا۔

ایک انگریز مسٹر جین شارپ عدم تشدد کی تحریکوں پر اپنی کتاب میں حریت پسندوں کی بہادری اور انگریزوں کی سنگدلی کا منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''نوجوان شہری آگے بڑھ کر رضاکارانہ طور پر سپاہیوں سے کہتے کہ چلاؤ گولی ہمارے سینے پر اور سفاک سپاہی بلا تامل ان پر فائر کھول دیتے''۔

کئی شہریوں نے آگے بڑھ کر صرف اتنی التجاء کی کہ انہیں اگر ان کے پیاروں کی لاشیں اور زخمی اٹھانے دیا جائے تو وہ پرامن طور پر منتشر ہو جائیں گے۔ لیکن کسی کی ایک نہ سنی گئی۔ اندھا دھند گولیاں چلاتے ہوئے بوڑھا، بچہ، شیر خوار یا خاتون، غرض کسی کا لحاظ نہ کیا گیا۔ یہاں تک کہ گود میں بچے اٹھائے راہ چلتی ماؤں کو ان کے بچوں سمیت گولیوں سے بھون دیا گیا۔ ایک شہری عندلیب قوال کے بالا خانے کا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ دروازہ تو نہ کھلا البتہ اس کی موت کا دروازہ کھول دیا گیا۔

فوج شہریوں کا شکار کرتے ہوئے قصہ خوانی میں آگے ہی آگے بڑھتی اور شہری مقدور بھر مزاحمت کرتے رہے۔ ان کے ہاتھوں میں اینٹ روڑے اور ڈنڈے تھے ایک آدھ کے پاس کلہاڑی تھی اور بس۔ لوگ حملہ آوروں کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے راستے میں گڑھے کھود دیتے، پیٹیاں اور لکڑی کے صندوق سڑک کے بیچ میں لڑھکا دیتے یا ہتھ گاڑیاں اور ریڑھیاں سڑک پر دھکیل کر مورچہ بنا لیتے۔ ٹیلی فون کے تار سڑک کے آر پار کھمبوں سے باندھ کر حملہ آوروں کو روکنے کی کوشش بھی کی گئی۔ لیکن فوج تھی کہ بڑھتی چلی جاتی تھی اور بازار مسگراں سے چوک یادگار اور پھر تحصیل گور گھٹڑی تک کی خاک دیسی خون کی تلاش میں چھان ماری۔ ۸۰ ہزار نفوس کے شہر میں ایک ہی دن سینکڑوں گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔

پٹیل کمیٹی کے گواہوں نے عبدالرؤف وکیل کے بالا خانے کے سوراخوں سے دیکھا کہ سرکاری گاڑیاں آئیں اور لاشیں اٹھا اٹھا کر نامعلوم مقامات پر لے جاتی رہیں۔ ادھر موت کا یہ رقص

جاری تھا اور ادھر پشاور سنٹرل جیل میں انسانی آزادی کے متوالے وار کونسل کے رہنماؤں کو قید کر دیا گیا تھا۔ پشاور جیل کے عام قیدی اپنے شہر کے ماتم کدہ بننے کی پل پل کی خبریں سن رہے تھے۔ انہیں چند گھنٹوں میں اپنے شہر اور شہریوں کے اجڑنے کی لاتعداد کہانیاں سننے کو ملیں تو وہ حواس باختہ ہو کر چیخنے چلانے لگے۔ جیل میں عام بغاوت ہو گئی۔ جیل کی چکیاں توڑ دی گئیں اور جیل کے عملے نے بھاگ کر جان بچائی۔ قیدیوں نے رہنماؤں سے کہا کہ آپ ہمارے رہنما ہیں اور ہم آپ کی فوج۔ اس اثناء میں آغا سید لعل بادشاہ بخاری اور علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے قیدیوں سے خطاب کرتے ہوئے انہیں سمجھایا کہ صرف جیل میں قیدیوں کے بلوہ کر دینے سے آزادی کی منزل تو حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ ان کے لئے مزید مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ اس لئے وہ انارکی کو انقلاب نہ سمجھیں۔ اس سے ان کی محنت اکارت جائے گی۔ اتنے میں فوج جیل کے اندر بھی بھیج دی گئی اور قیدی اپنی کوٹھڑیوں میں واپس چلے گئے۔ اگلے دن وار کونسل کے رہنماؤں کو جیل سے باہر لے جا کر قلعہ بالا حصار میں قید کر دیا گیا اور قلعے کے ان قیدیوں کو ایک ہفتے کے اندر اندر قید بامشقت کی سنگین سزائیں سنا دی گئیں۔

سب سے زیادہ وہ سزا کے مستحق مولا رحیم کے جن دو بندوں کو گردانا گیا وہ دونوں رحیم نامی تھے۔ مفتی سرحد اور اس کے ساتھی رحیم بخش غزنوی کو نو نو سال قید بامشقت سنا کر گجرات جیل بھیج دیا گیا۔ راستے میں دو دو قیدیوں کو ایک ہی ہتھکڑی میں جکڑ کر پولیس گاڑی میں ٹھونس دیا گیا۔

باب نمبر ۱۴ یادگار شہداء

قصہ خوانی کے اس خونی معرکے کے پانچویں دن شہر سے فوج ہٹالی گئی تو تحریک خلافت نے اسی روز شاہی باغ میں ایک جلسہ عام منعقد کیا جس میں بے گناہوں کے سفاکانہ قتل عام پر غم وغصہ کا اظہار تھا۔اسی روز خلافت کے پرانے رضا کار اور قومی کارکن قصہ خوانی کے خشک میوہ فروش عاشق حسین بقال نے اپنی جیب سے ایک سو روپے خرچ کر کے محمد عاشق گلکار سے قصہ خوانی میں شہیدوں کی پہلی یادگار تعمیر کروادی اور اس پر یہ الفاظ کندہ کروائے: ''یادگار شہیدان آزادی ہند''۔۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء

پشاور کے شہریوں نے اس یادگار پر پھول نچھاور کرنے اور دیئے جلانے شروع کر دیئے۔اس پر عاشق بقال کو گرفتار کر لیا گیا اور پھر ۱۹ مئی کو اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر یادگار کے مقام پر لایا گیا اور اسے حکم دیا گیا کہ توڑ و اپنی اس یادگار کو۔اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔لیکن بے رحم انگریز فوجیوں کے نرغے میں اسے حکم کی تعمیل کے سوا کوئی صورت نظر نہ آئی اور اس نے اپنی بنائی ہوئی یادگار پر کلہاڑی کا وار کر دیا۔اس کے بعد سپاہیوں نے اس سے کلہاڑی چھین کر یادگار کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا۔پھر چند سپاہیوں نے اس ڈھیر کا ملبہ اٹھایا اور گاڑی میں ڈال کر لے گئے۔

نوجوان تحریک نے اس یادگار کی دوبارہ تعمیر کے لئے مسلسل کئی سال تک کوششیں کیں اور اس میں انہیں انگریزوں کے بعد اپنی کانگرسی حکومت کی مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔آخر کار یہاں ایک چھوڑ دو یادگاریں بنالی گئیں اور اس وقت سیاسی منظر نامے میں موجود دو حریفوں نے ان پر سرخ اور سبز رنگ چڑھا دیئے۔موجودہ سنگ سفید کی یادگاریں تیسری اور پھر چوتھی بار تعمیر کی گئیں ہیں۔

لیکن پہلی یادگار شہداء کا اصل قصہ جو پرانی کتابوں اور سرکاری دستاویزات میں موجود ہونے کے باوجود آہستہ آہستہ لوگوں کی یادداشتوں سے محو ہوتا گیا۔اب فرضی داستانوں میں ڈھل چکا ہے اور جن لوگوں کا اس زمانے میں وجود تک نہ تھا وہ بھی اس کے معمار بننے کے دعویدار بنتے رہے ہیں۔آج بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ آزادی کی اصل عمارت کس کس کی ہڈیوں پر اٹھائی گئی اور اس میں کس کس کا خون پسینہ شامل تھا۔

انگریزی حکومت کی خفیہ سرکاری ڈائری بابت ۹ دسمبر، ۱۳ دسمبر، ۱۵ دسمبر ۱۹۳۷ء وغیرہ سے پتہ چلتا ہے کہ کانگرس کے برسر اقتدار آنے کے بعد سرحد کے ان سرفروش نوجوانوں نے جو نوجوان بھارت

سبھا کے کالعدم قرار دیئے جانے کے بعد سے کانگرس سوشلسٹ پارٹی کے نام سے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی قیادت میں کام کر رہے تھے اس یادگار شہدا کی تعمیر کے لئے تحریک چلائی۔ ان میں عبدالغفور آتش اور رام سرن نگینہ بہت سرگرم ہوتے تھے۔ پہلے پہل تو کانگرسی حکومت نے ان کا مطالبہ تسلیم نہ کیا۔ لیکن جب تحریک نے زور پکڑا تو نوجوان تحریک کا مطالبہ تسلیم کر لیا گیا اور یہ یادگار تعمیر کی گئی۔ خفیہ ڈائری میں یہ بھی لکھا ہے کہ ان نوجوان نے حکومت کو الٹی میٹم دے دیا تھا کہ اگر شہیدی یادگار اپنے اصل مقام پر دوبارہ تعمیر نہ کی تو ہم خود اس کی تعمیر شروع کر دیں گے۔ اس معاملے میں معرکہ آزادی کی وار کونسل کے ایک ذمہ دار رکن اور جنگ آزادی کی صف اول کے رہنما، جریدہ ''مظلوم دنیا'' کے مدیر اعلیٰ عبدالرحمان ریا نے روز نامہ ''ترجمان افغان'' پشاور کے ۵ مئی ۱۹۵۴ء کے شمارے میں اس طرح روشنی ڈالی ہے۔

''پہلی مرتبہ جب صوبہ سرحد میں کانگرس وزارت قائم ہوئی تو اس نے یادگارِ شہیدان قصہ خوانی دوبارہ تعمیر کرانے سے صاف انکار کر دیا کہ یہاں تو فقرا اور مساکین لوگ مارے گئے اور کوئی مشہور قوم پرست (کانگرس) نہیں مارا گیا تھا۔ یہ نوجوان بھارت سبھا کی کوششوں کا ثمرہ تھا کہ موجودہ یادگار شہیدان عالم وجود میں آئی۔ سب سے پہلے نوجوان بھارت سبھا کے ممبروں نے یادگار شہیدان پر پھول چڑھائے جس کے بعد یہ رسم ایک فیشن بن کر رہ گئی۔ جسے مفاد پرست ہر سال دہراتے ہیں اور جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ آج تک ان شہداء کے پس ماندگان کو کوئی عملی امداد قطعاً نہیں دی گئی''۔

عبدالرحمٰن ریا یہاں تک لکھتے ہیں:

۱۔ کانگرس کا یہ دعویٰ کہ ۱۹۳۰ء کی جنگ آزادی اس کی کوششوں کا نتیجہ تھا بالکل غلط ہے۔

۲۔ یہ کہ انگریز کے کھجوری میدان پر قبضہ جمانے، صوبہ سرحد میں نوجوان تحریک کو کچلنے اور غازی امان اللہ خان کے تحت افغانستان پر دوبارہ قبضے کو روکنے کے لئے یہ ایک گہری سازش تھی جو گاندھی جی اور انگریزوں کے درمیان ہوئی۔ چنانچہ بعد میں گاندھی ارون پیکٹ نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

۱۹۳۰ء کی وار کونسل کے ایک اور مشہور رکن مولانا خان میر ہلالی نے بھی اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مولانا خان میر ہلالی نے بھی ۲۱ اپریل ۱۹۳۰ء کے شاہی باغ کے جلسہ عام میں اپنی تقریر میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی احتجاجی قرارداد کی حمایت کی تھی۔

اتمان زئی کے جلسہ عام میں سول نافرمانی شروع کرنے کے پروگرام کا اعلان بھی انہوں نے ہی کیا تھا۔ مولانا خان میر ہلالی ہفت روزہ ''جمہوریت'' کی ۲۶ اپریل ۱۹۵۷ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں:

''شہدا کے متعلق مسلم لگی، سرخپوش اور دوسری جماعتیں اس بات کی دعویدار ہیں کہ عوام نے یہ قربانی ان کی جماعت کے تحت دی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قصہ خوانی کی قربانی صرف اور صرف پشاور کی کانگرس کمیٹی (جو اس وقت نوجوان بھارت سبھا اور تحریک خلافت کے اشتراک سے کام کر رہی تھی) کی قیادت میں دی گئی کیونکہ مسلم لیگ یا خدائی خدمتگار تحریک کا ان دنوں شہر میں وجود ہی نہ تھا۔ سرحد کی صوبائی کانگرس کے صدر اس وقت آغا لعل بادشاہ تھے اور جنرل سیکرٹری خان علی گل خان۔ اسی طرح نوجوان بھارت سبھا کے صدر مولانا عبدالرحیم پوپلزئی تھے اور جنرل سیکرٹری خان میر ہلالی۔ (جمہوریت، ۲۶ اپریل ۱۹۵۷ء)

بہر حال ایک یادگار کی بجائے دو یادگاریں وجود میں آ گئیں تو جن لوگوں نے اصل حقائق کا مشاہدہ کیا تھا ان کو شہیدوں کے خون کے ساتھ اس طرح کے سلوک سے سخت حیرت بھی ہوئی اور افسوس بھی۔ چنانچہ جناب خاطر غزنوی نے اس سے متاثر ہو کر ایک نظم کہی جو اس طرح ہے:

یادگاریں

ہم نے آزادی وطن کے لئے سب سے پہلا قدم اٹھایا تھا
اور اس جرم ناسزا کے عوض اپنے سینے پرہ زخم کھایا تھا
قصہ خوانی میں گھومنے والو تم یہاں آ کے بٹ سے جاتے ہو
گھول کر زہر اپنی نظروں میں اپنے مقصد سے ہٹ سے جاتے ہو
درمیان ان کے تم تعصب کی ایک دیوار چنتے جاتے ہو
اپنے رو پہلے کارناموں پر ایک سیہ جال بنتے جاتے ہو
جان دی ہم نے جس یقین کے لئے اس کو دو نیم کر دیا تم نے
سبز اور سرخ یادگاروں میں ہم کو تقسیم کر دیا تم نے
(ماخوذ از سنگ میل)

باب نمبر ۱۵ شہدائے پشاور کی پہلی برسی

23 اپریل 1931ء کو شہدائے پشاور کی برسی منائی گئی۔ اس موقع پر کئی اخبارات نے معرکہ قصہ خوانی کے حوالے سے خصوصی ایڈیشن اور نمبر شائع کئے۔ بعض اخبارات نے جن میں "فرنٹیر ایڈوکیٹ"، "پرتاب"، "ہندوستان ٹائمز" شامل تھے، سانحہ 23 اپریل کی تصاویر بھی شائع کیں۔ بعض اخبارات نے اگلے دن 24 اپریل کی اشاعت کو اس خصوصی نمبر کے لئے مخصوص رکھا۔

سیاسی رہنما اس ماہ کے وسط میں چند دن پہلے ہی گجرات جیل اور دیگر جیلوں سے گاندھی ارون پیکٹ کے نتیجے میں رہا کئے گئے تھے۔ ان میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی بھی شامل تھے۔ انہوں نے رہا ہوتے ہی دوبارہ تعمیری سیاسی کام شروع کر دیا تھا۔ 23 اپریل 1931 کو پشاور شہر میں زبردست مظاہرے ہوئے، لیکن تمام مظاہرے پرامن تھے۔ سب سے زیادہ جوش وخروش تحریک خلافت، کانگرس اور نوجوان سبھا کے جلوسوں میں دیکھا گیا۔ ان مظاہروں کا ذکر خلاصہ خفیہ پولیس سال 1931ء میں بھی موجود ہے۔

پونے تین بجے بعد از دوپہر کریم پورہ بازار سے نوجوان سبھا کا ایک جلوس نکالا گیا جو کانگرس دفتر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں شرکاء جلوس نعرے لگا رہے تھے۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اور کاکاجی صنوبر حسین قیادت کر رہے تھے۔ کانگرس کے دفتر میں نوجوان تحریک کے علاوہ دیگر کئی تنظیموں کے رضا کار بھی آ کر جمع ہونے لگے۔ چنانچہ سہ پہر تین بجکر بیس منٹ پر کانگرس دفتر سے جمعیت نوجوانان اسلام، خلافت کمیٹی، سادات کمیٹی، خواتین کا جلوس، نوجوان بھارت سبھا، اکالی جتھہ اور بال بھارت سبھا کے جلوس بھی نکالے گئے۔ کانگرس دفتر کے باہر ان سب تنظیموں کا اجتماعی جلوس تیار ہوا ہی تھا کہ چارسدہ سے بسوں میں سوار سرخپوشوں کا جلوس بھی کانگرس دفتر کے قریب ہی سہ پہر 35-3 پر ان سے آ ملا۔ اس جلوس میں خان عبدالغفار خان، میاں جعفر شاہ، عبدالاکبر خان وغیرہ بھی تھے ان کیساتھ چارسدہ سے جو لوگ بسوں میں سوار ہو کر پہنچے تھے ان کی تعداد 88 کے قریب تھی۔

اب کانگرس دفتر کے باہر جو ہجوم گھنٹہ گھر میں جمع ہوا تو سی آئی ڈی کی رپورٹ کے مطابق جو سپیشل برانچ فہرست اول سال 1931ء میں موجود ہے رضا کاروں کی تعداد حسب ذیل تھی۔

تحریک خلافت پشاور 85 رضا کار

کانگرس کمیٹی پشاور	75رضاکار
نوجوان بھارت سبھا	48رضاکار
جمعیت نوجوانان اسلام پشاور	26 رضاکار
بال بھارت سبھا	20رضاکار
سادات کمیٹی پشاور	18رضاکار
اکالی جتھہ پشاور	17رضاکار
محمد علی رجمنٹ نمبر1	16رضاکار

نوجوان تحریک کے جلوس کی قیادت امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی، فخر مہمند کاکاجی صنوبر حسین مہمند، روشن لعل، بخشی فقیر چندوید، اچرج رام گھمنڈی، سید امیر بادشاہ ماسیزئی کر رہے تھے۔ شرکاء جلوس ایک سرخ اور ایک سیاہ پرچم اُٹھائے ہوئے تھے اور ہر شخص کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سیاہ جھنڈا بھی تھا۔ جلوس کے ساتھ پلے کارڈ بھی تھے۔ جن پر کچھ اس طرح کے نعرے درج تھے۔

انقلاب زندہ باد

محنت کش زندہ باد

سرمایہ داری مردہ باد

شہدائے پشاور زندہ باد

مزدوروں اور کسانوں کی آزادی

شہیدوں کے خون نے ہمیں راستہ دکھایا ہے

جلوس میں شریک نوجوان تحریک کے رضاکار یہ نعرے بلند کرتے رہے۔

انقلاب زندہ باد

گڑھوالی اسیروں کو رہا کرو

اسیران پشاور کو رہا کرو

اسیران میرٹھ کو رہا کرو

کامریڈ ہری کشن کو رہا کرو

اپ اپ دی نیشنل فلیگ

ڈاؤن ڈاؤن دی یونین جیک

انقلابی خواتین نے بھی جلوس نکالا۔اس جلوس میں ایک سوعورتیں شامل تھیں۔جن میں دس بارہ مسلمان خواتین بھی تھیں اس جلوس کی قیادت نوجوان سبھا اور کانگرس کی خاتون رہنما نکودیوی کر رہی تھی۔اس کے ساتھ اٹو اور نہالی نامی خواتین بھی پیش پیش تھیں۔خواتین" بھگت سنگھ زندہ باد" کے نعرے لگا رہی تھیں۔بعض خواتین قومی ترانے گا رہی تھیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ نوجوان بھارت سبھا پنجاب کے جوان سال سرفروش بھگت سنگھ کو اپنے ساتھیوں سمیت 23 مارچ کو پھانسی دی گئی۔ بھگت سنگھ اور ان کے ساتھیوں کو آنریری مجسٹریٹ نواب محمد احمد خان کے حکم کے تحت پھانسی کی سزا ہوئی۔اور انہیں لاہور سنٹرل جیل میں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔وقت کا عجیب تغیر دیکھئے کہ اسی جیل کے قریب چوک میں کئی سال بعد نواب محمد احمد خان کا قتل بھی ہوا جو سابق وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے مقدمے کے طور پر دنیا بھر میں مشہور ہوا۔

باب نمبر ۱۶ نوجوان ہری کشن کو پھانسی

۱۹۳۰ء کے معرکۂ قصہ خوانی کے بعد آزادی کے متوالوں کو چن چن کر پابند سلاسل کیا گیا، تو ہری کشن اور اُس کا بھائی بھگت رام تلواڑ بھی گرفتار کر لئے گئے۔ ان دنوں اتنی گرفتاریاں ہوئیں کہ جیلوں میں جگہ نہ رہی۔ چنانچہ حکومت نے بعض نوجوانوں سے ایک فارم پر دستخط لے کر اُنہیں رہا کرنا شروع کر دیا۔ اس فارم پر آئندہ کے لئے خلافِ قانون سرگرمیوں میں حصہ نہ لینے کا اِقرار تھا۔ ہری کشن کم عمر تھا اور انگریزی پوری طرح نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اُس نے بھی فارم پر دستخط کر دیئے، تو اُسے رہا کر دیا گیا۔ جبکہ اُس کے بھائی کو فارم پر دستخط نہ کرنے کی وجہ سے ڈیڑھ سال قیدِ بامشقت کی سزا بھگتنی پڑی۔ جواں سال ہری کشن جب رہا ہو کر گھر پہنچا تو اُسکی رہائی پر گھر میں کہرام مچ گیا۔ اُس کے والد کو اُس کی اِس طرح رہائی سے سخت صدمہ ہوا اور اُس نے اچھے ''چال چلن'' کے فارم پر دستخط کر کے رہا ہونے پر ہری کشن کو بہت بُرا بھلا کہا۔ ہری کشن نے کہا کہ اُس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے اور اُسے اُس فارم پر دستخط کرنے پر معافی مانگنے کا مرتکب نہ سمجھا جائے۔ لیکن اُس کے والد نے اُسے بتایا کہ بنگال کے سینکڑوں انقلابی (جن میں لڑکیاں بھی شامل تھیں) معافی نہ مانگنے کی وجہ سے جیلوں میں بند ہیں اور خود تمہارا بھائی بھگت رام بھی جیل میں ہے اور تم اس طرح چلے آئے ہو۔ ہری کشن کو اِن باتوں سے سخت شرمندگی ہوئی۔ اُس نے دِل ہی دِل میں تہیہ کر لیا کہ اس داغ کو مٹانے کے لئے وہ ملک کی آزادی کے لئے جان کی قربانی پیش کرے گا۔ اُس نے اپنے ایک دوست اور نوجوان بھارت سبھا کے ایک رکن چمن لعل سے اپنے عزم کا اظہار کیا۔

۱۹۳۰ء میں آزادی کی جو لہر اُٹھی تھی اُس نے نوجوانوں کو بہت زیادہ متاثر کیا تھا۔ اُن دِنوں نوجوان بھارت سبھا ملک بھر میں سب سے زیادہ سرگرمِ عمل تھی۔ اس جماعت کے ارکان نے فیصلہ کیا کہ ملک کی آزادی کے لئے عظیم قربانی پیش کی جانی چاہئے اور ایک طریقہ انگریز گورنر کو نشانہ بنا کر پھانسی پانا ہوسکتا ہے۔ یہ تجویز سب کو پسند آئی کیونکہ اِس طرح ملک میں ہر جگہ جوش وجذبہ پیدا کیا جا سکتا تھا اور اس قسم کی خبر سنسر کر کے چھپائی نہ جا سکتی تھی۔ چنانچہ چمن لعل جس نے نوجوان بھارت سبھا کے حلقوں میں ہری کشن کے عزم کا ذکر کر رکھا تھا، ہری کشن سے ملنے غلہ ڈھیر آیا اور اُسے اس کام کے لئے آگے آنے کو کہا۔ ہری کشن نے جب یہ سنا کہ ساتھیوں نے اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اُس کا

اِنتخاب کیا ہے، تو اُس کی خوشی کی کوئی اِنتہاء نہ رہی۔ ہری کشن کو بتایا گیا کہ ۲۳ دسمبر ۱۹۳۰ء کو پنجاب یونیورسٹی کے کانوکیشن کے موقع پر گورنر پنجاب کونشانہ بنایا جائے۔ ہری کشن کے انقلابی دوستوں نے گورنر پنجاب پر حملے کے لئے تین پروگرام تیار کئے تھے۔

پہلا یہ کہ گورنر پنجاب پر گولی چلائی جائے چاہے وہ مر جائے یا بچ جائے لیکن اس سے برطانوی حکومت کا حوصلہ ضرور پست ہوگا۔

دوسرا یہ کہ گولی چلانے والے (ہری کشن) کو بچانے کیلئے موقع پر موجود درجن بھر دوسرے انقلابی ساتھی ریوالور، بم اور دستی بم استعمال کریں گے۔

اسی طرح تیسرا پروگرام برطانوی فوج کی پریڈ کے موقع پر ایک نصب شدہ ٹائم بم چلانا تھا۔

دوسرا منصوبہ سن کر ہری کشن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے کہا کہ ''میرے بھائی مجھ پر اعتماد کرو، میں بھاگنے والا نہیں ہوں۔ میں ملک وقوم کیلئے اپنی جان لڑانے کیلئے آیا ہوں۔ میں اپنی جان بچانے کیلئے دوسرے انقلابی کارکنوں کی جانیں خطرے میں ڈالنے کیلئے نہیں آیا۔ ان انقلابیوں کی ضرورت آئندہ اس قسم کے دوسرے منصوبوں میں پڑ سکتی ہے''۔

ساتھیوں نے ہری کشن سے کہا کہ ''یہ خاصا مشکل کام ہوگا۔ تمہارے بچ نکلنے کے امکانات بہت ہی کم ہونگے۔ گرفتاری کے بعد پولیس والے تمہیں بے دردی سے ماریں پیٹیں گے۔ وہ تمہیں اذیتیں دیں گے۔ تمہیں برف کی سلوں پر لٹایا جائے گا۔ وہ تمہارے ناخن کھینچ کھینچ کر گوشت سے جدا کریں گے۔ تمہیں سونے نہیں دیا جائے گا۔ اور اس طرح تم سے سب کچھ اگلوانے کی کوشش کی جائے گی۔ ان کو تم پر کوئی رحم نہیں آئے گا''۔

ہری کشن خاموشی سے یہ سب کچھ سنتا رہا اور پھر بولا:

''میں ان اذیتوں سے خوب باخبر ہوں جو مجھے دی جانے والی ہیں۔ میں ان کیلئے پوری طرح تیار ہوں۔ آپ مجھے آزمائش میں ڈال کر دیکھ لیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔ میں ذہنی اور جسمانی طور پر تیار ہو کر ملک کیلئے بڑی قربانی دینے کیلئے آیا ہوں۔ میں اس موقع کی تلاش میں رہا ہوں۔ برائے کرم مجھے اس موقع سے محروم نہ کیجئے''۔ یہ کہتے ہوئے ہری کشن آبدیدہ ہوگیا۔

آزادی کا متوالا ہری کشن:

ہری کشن مردان کے گاؤں غلہ ڈھیر کا رہنے والا تھا۔ وہ جنوری ۱۹۰۸ میں پیدا ہوا اور ۹ جون ۱۹۳۱ کو ۲۳ سال کی عمر میں پھانسی کے پھندے پر جھول گیا۔ وہ ایک خوشحال زراعت پیشہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا باپ گورداس مل ابھی ڈھائی سال ہی کا تھا کہ ایک دِن مقامی نواب نے ان کی زمین ہتھیانے کے لئے رات کے اندھیرے میں گورداس مل کے باپ دیوان چند کو قتل کر دیا تھا۔ گورداس مل جب جوان ہوا تو اس نے زمینوں کی دیکھ بھال سنبھال لی۔ وہ غریب دہقانوں کی مدد کے لئے ہر وقت تیار رہتا تھا۔ لیکن غیر ملکی حکمرانوں کے مظالم نے اُسے حکومت کا مخالف بنا دیا تھا۔ ۱۹۲۱ء کے احمد آباد میں منعقد ہونے والے کانگریس کے سالانہ اجلاس میں اپنی بیوی کے ہمراہ شریک ہونے کے بعد اس نے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو بدیسی آقاؤں کے خلاف بیدار کرنے کا کام شروع کر دیا تھا۔ وہ خفیہ اور اعلانیہ طور پر کانگریس کا لٹریچر تقسیم کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے کانگریس کے ہر سالانہ اجلاس میں باقاعدگی سے شرکت شروع کر دی۔ گورداس مل کے نو بیٹوں اور ایک بیٹی میں سے ہری کشن دوسرے نمبر پر تھا۔ ملک کی آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینے کے لئے ہری کشن نے سکول کو خیر باد کہہ دیا۔ اس کے چھوٹے بھائی بھگت رام نے بھی جو ہائی سکول فیروز پور میں تعلیم حاصل کر رہا تھا نوجوان بھارت سبھا کی رکنیت اختیار کر لی۔ اس طرح یکے بعد دیگرے ہری کشن کے تمام بھائی آزادی کی جدوجہد میں شریک ہو گئے۔

اس کے بعد چمن لعل نوجوان بھارت سبھا کے ساتھیوں اور ہری کشن کے درمیان رابطہ کرنے کے لئے آئے دِن غلہ ڈھیر آنے جانے لگا۔ ایک دِن چمن لعل ہری کشن سے ملنے آیا تو وہ گھر پر نہیں تھا اور اپنے باغ میں والد کے ساتھ کام کرنے گیا ہوا تھا۔ گورداس مل کو چمن لعل کے بارے میں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ نوجوان بھارت سبھا کا اِنقلابی ہے۔ لیکن اُسے اِس بات کا پتہ نہیں تھا کہ اُس کے بیٹے ہری کشن سے اُس کے ملنے کا مقصد کیا ہے۔ گورداس مل نے چمن لعل سے کہا کہ تم مجھے ساری بات بتا دو تو میں تمہیں یقین دِلاتا ہوں کہ میں بھی تمہاری مدد کروں گا۔ اِس پر چمن لعل نے گورداس مل کو پوری بات بتا دی۔ یہ سن کر گورداس مل بہت خوش ہوا اور اُس نے نوجوانوں کی قربانی کے جذبہ کی بہت تعریف کی۔ گورداس مل نے اپنے بیٹے ہری کشن سے کہا کہ بیٹے جس کام کے لئے تمہارا اِنتخاب ہوا ہے اُس پر مجھے کوئی اِعتراض

نہیں۔لیکن تم تو ابھی بہت کم عمر ہو! کیا تم نے خوب سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے؟۔ ہری کشن نے جواب دیا کہ میں نے یہ فیصلہ اپنی خوشی سے کیا ہے۔ اِس پر گورداس مل نے ہری کشن سے کہا کہ تم اِس بات پر اچھی طرح غور کرلو کہ اس منصوبے کا نتیجہ تمہاری یقینی موت ہوگا۔اگر تم بعد میں اِس منصوبے سے پیچھے ہٹ گئے تو ہمارے تلواڑ خاندان کی بہت بدنامی ہوگی۔ اِس لئے اگر پیچھے ہٹنا ہے تو اب بھی وقت ہے اور اگر ارادہ مصمم ہے تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ہری کشن نے کہا کہ میں ایک بہادر پختون کا بیٹا ہوں اور میں غداری کا مرتکب ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ مجھے آپ کی آشیرباد چاہئے۔

ہری کشن کے والد نے بیٹے کا جواب سن کر کہا کہ اب میں خود ہی تمہیں اِس کام کی تربیت دوں گا۔ گورداس مل قریبی گاؤں طورو گئے اور اپنے ایک دوست سے اپنے بیٹے کے لئے ایک ریوالور مانگ لائے۔ گورداس مل خود ایک زبردست نشانہ باز تھے۔ اُنہوں نے روزانہ کئی کئی گھنٹے اپنے گھر کی نچلی منزل پر بیٹے کو نشانہ بازی کی مشق کرانی شروع کردی۔ وہ ہر روز کارتوسوں کی ایک تھیلی کھولتے اور ہری کشن ریوالور سے فائر کرتا رہتا۔ یہ سلسلہ کئی ہفتوں تک جاری رہا۔ اِس کے علاوہ گورداس مل اپنے بیٹے ہری کشن کو سرفروش حریت پسندوں کے تاریخی کارناموں کے واقعات سناتے۔ یہاں تک کہ ۱۹ دسمبر ۱۹۳۰ء کا دِن آپہنچا اور لالہ گورداس مل اپنے بیٹے ہری کشن اور چمن لعل کو نوشہرہ ریلوے سٹیشن لے گئے جہاں سے دونوں نوجوانوں نے لاہور جانا تھا۔ وہاں پہنچ کر گاڑی میں سوار کرانے سے پہلے اُنہوں نے دونوں کو گلے لگایا اور پھر چمن لعل سے کہا کہ ہری کشن کم سن ہے وہ پختہ کار نہیں ہے۔ وہ اس دنیا کے نشیب وفراز سے پوری واقفیت بھی نہیں رکھتا۔ اِس لئے اس کا خیال رکھنا اور اسے تنہا مت چھوڑنا۔ چمن لعل نے جواب دیا کہ ہم دونوں کا جینا مرنا ایک ہی مقصد کیلئے ہے۔

گورداس مل نے اپنے بیٹے ہری کشن سے یہ بھی کہا کہ ''دیکھو بیٹا! ہر ایک اِنسان کو ایک نہ ایک دِن مرنا ہی ہے۔لیکن جو ملک کے لئے موت کو گلے لگائے وہ امر ہوجاتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے راستے سے نہیں ہٹوگے اور مجھ یقین ہے کہ تم تلواڑ خاندان کے نام کو بٹا نہیں لگاؤ گے''۔ گورداس مل نے ہری کشن کو رخصت کیا تو اُس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

ہری کشن لاہور پہنچا تو اُس کے ساتھیوں نے اُسے بتایا کہ پورے اِنتظامات نہ ہونے کی وجہ سے منصوبہ ترک کردیا گیا ہے۔ یہ خبر ہری کشن پر بجلی بن کر گری۔ اُس کو اپنے والد لالہ گورداس مل سے کیا ہوا وعدہ یاد آیا کہ وہ اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹے گا۔ اِس لئے اُس نے ساتھیوں سے کہا کہ میں اکیلا ہی

یہ کام کروں گا۔ میری آپ لوگوں سے اِتنی گزارش ہے کہ آپ اِس منصوبے کو خفیہ رکھیں تا کہ میں اپنا کام کیئے بغیر ہی نہ پکڑا جاؤں۔ ساتھیوں نے اُس کے عزم کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

ہری کشن اپنے بعض دوستوں کے ساتھ پنجاب یونیورسٹی کے سینیٹ ہال گیا اور اُس جگہ کا جائزہ لیا جہاں سے اندر داخل ہو کر اُس نے اپنا کام کرنا تھا۔ اُس کے ان دوستوں نے اُس کے لئے ایک طالب علم محمد یوسف کا داخلہ پاس اور ایک عدد گریجویٹ چغہ حاصل کیا۔ اُنھوں نے ریوالور چھپانے کے لئے ایک کتاب کے صفحوں میں کٹائی کر کے ایک خانہ بھی بنوالیا۔ ۲۳ دسمبر کو پولیس کی بھاری نفری سینیٹ ہال کے اِرد گرد کے تمام راستوں پر متعین کی گئی تھی۔ ہری کشن نے بڑے اِطمینان سے اپنا داخلہ کارڈ دِکھا کر اپنی نشست حاصل کر لی۔ مقررہ وقت پر سیکیورٹی سٹاف کے حصار میں گورنر سر جفرے ڈی مانٹمورینسی ہال میں داخل ہوا۔ جب وہ ڈگریاں تقسیم کر چکا اور جانے لگا تو ہری کشن اپنی نشست سے اُٹھا اور کرسی پر کھڑے ہو کر گورنر پر گولی چلا دی۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ پہلی گولی گورنر کے سینے کو چھوتی ہوئی اُس کے بائیں بازو میں لگی دوسری اُس کی کمر میں لگی۔ اس دوران میں گورنر کو پولیس افسروں نے گھیرے میں لے لیا۔ ہری کشن کی کوشش تھی کہ گھیرے میں لینے والوں میں سے کسی کو بھی گولی نہ لگے۔ ایک سب انسپکٹر چانن سنگھ اپنا ریوالور لے کر ہری کشن پر جھپٹا تو ہری کشن کی تیسری گولی اُس کے جبڑے میں لگی۔ وہ ہری کشن کو اُدھر ہی چھوڑ کر ہال کے دروازے کی طرف لپکا تا کہ جان بچا سکے۔ باہر لان میں پہنچ کر وہ گر پڑا اور مر گیا۔ چوتھی گولی سی آئی ڈی کے انسپکٹر بدھ سنگھ ودھاون کو لگی اور پانچویں لیڈی ہارڈنگ وومن کالج لاہور کی ایک لیڈی ڈاکٹر مس درمت (Dermitt) کو جا لگی۔ جب تک ہری کشن کے ریوالور میں آخری گولی باقی تھی، کوئی بھی اُس کے قریب نہیں آتا تھا۔ جب برآمدہ میں نکل کر اُس نے آخری گولی بھی چلا دی تو وہ دیوار پر جا لگی۔ جب اُس کا ریوالور خالی ہو گیا تو پولیس کے اہلکاروں نے جمع ہو کر اُسے قابو کر لیا۔ گورنر کو اس دوران ہال سے متصل کمرے میں لے جایا گیا اور اِبتدائی طبی اِمداد دی گئی اور پھر میو ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ ہری کشن کو پکڑ کر وہیں ایک الگ کمرے میں لے جایا گیا اور اس کا ابتدائی بیان لینے کے بعد اسے تھانہ انارکلی پہنچایا گیا۔ تھانے میں اسے بری طرح تشدد کا نشانہ بنایا گیا تا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے نام اُگل دے۔ اس میں پولیس کو ناکامی ہوئی تو ہری کشن کو شاہی قلعہ لاہور منتقل کر دیا گیا اور اس پر رات دن تشدد کیا جاتا رہا۔ لاہور کے قلعے میں ہری کشن کے ہاتھ پاؤں باندھ کر گھنٹوں کھڑا رکھا جاتا تا کہ وہ سو نہ سکے۔ اسے برف پر ننگا کر کے لٹایا جاتا اور اس کے سینے پر برف کی سل رکھی جاتی۔

اسے زبردستی سوئیوں والی کرسی پر ننگا بٹھایا جاتا۔ ہری کشن کے ہاتھوں کے ناخن ایک ایک کر کے گوشت سے باہر نکالے جاتے۔ لیکن ہری کشن بار بار یہی کہتا کہ ''میں اکیلا ہی اس واقعے کا ذمہ دار ہوں۔ میرے ساتھ کوئی دوسرا آدمی نہیں تھا''۔

آخرکار پولیس نے قلعے کے عقوبت خانے میں ہی دفعہ 167 سی پی سی کے تحت ایک مجسٹریٹ کو بلوالیا۔ مجسٹریٹ نے اس کا بیان قلم بند کیا۔ بیان میں ہری کشن نے یہی کہا کہ میں اکیلا ہی اس مقصد کے لئے لاہور آیا تھا کہ انگریز گورنر کو جو برطانوی راج کی علامت ہے، نشانہ بناؤں کیونکہ برطانوی راج نے ہندوستان کے لوگوں پر بے شمار مظالم ڈھائے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں کسی اور کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتا تھا لیکن چانن سنگھ پر اپنے دفاع کی خاطر گولی چلائی اور باقی لوگ ازخود سامنے آ کر زخمی ہوئے ورنہ میرا مقصد انہیں گزند پہنچانا نہ تھا۔

مجسٹریٹ نے اسے جیل بھیجنے کا حکم دیا اور 2 جنوری 1931ء کو ہری کشن کو بروسٹال جیل لاہور منتقل کر دیا گیا۔ اگلے دن اسے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور ای ایس لیوس(E.S. Lewis) کے سامنے پیش کیا گیا تو اسے صفائی کیلئے وکیل کرنے کا موقع نہ دیا گیا۔ ہری کشن یہ کہتا تھا کہ اسے اس پر فخر ہے اور وہ پھانسی کے پھندے کو چوم کر اپنے گلے میں ڈالنے کے لئے بے تاب ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اگر اسے موقع ملے تو وہ یہی کام دوبارہ بھی کرے گا۔

۵ جنوری ۱۹۳۱ء کو دفعہ ۳۰۲ کے تحت اس پر اے ایس آئی چانن سنگھ کے قتل کی فرد جرم عائد کر دی گئی اور ایک فرد جرم دفعہ ۳۰۷ کے تحت گورنر پر قاتلانہ حملے کی عائد کی گئی۔ اسے صفائی کی شہادت کا کوئی موقع نہ دیا گیا۔ سب شہادتیں یک طرف استغاثہ کی لی گئیں۔

ہری کشن نے مجسٹریٹ کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا کہ صرف گورنر کو نشانہ بنانا اس کا مقصد تھا اور یہ کہ ریوالور، کارتوس، کپڑے اور انگوٹھی سب اس کے اپنے ہیں۔

اس دوران ہری کشن کے خاندان پر زمین تنگ کر دی گئی۔ اس کے آبائی مکان پر چھاپے مارے گئے، اس کے رشتہ داروں کو گرفتار کیا گیا اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائی گئیں۔

ہری کشن کے والد گورداس مل اور بھائی جمنا داس جیل میں ہری کشن سے ملاقات کے لئے پہنچے تو ہری کشن کا سارا جسم نیلا پڑ چکا تھا۔ اس کا چہرہ اور جسم تشدد سے پھولا ہوا تھا۔ وہ اس کی آنکھیں بھی سوجن کیوجہ سے پوری طرح نہیں کھل سکتی تھیں۔ گورداس مل نے ہری کشن سے کہا کہ بیٹا تمہارے چہرے

پر جما ہوا خون اور جسم کی سوجن خود بخود یہ بتا رہی ہے کہ تمہارے ساتھ انہوں نے کیا سلوک کیا ہے۔ لیکن مجھے ایک بات کا جواب دو، یہ کہہ کر گورداس مل پشتو زبان میں پھٹ پڑے۔ انہوں نے کہا کہ "وہ جن تھا یا آدمی، وہ تم سے بچ کر کیسے نکل گیا" حالانکہ میں نے تمہیں تربیت دیتے وقت کتنی محنت کی تھی"۔

ہری کشن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ ہر کام کی کامیابی خدا کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ میرا ایمان گیتا پر ہے اور میں اوا گون (دوسرے جنم) کو مانتا ہوں۔ میں نے ملک کی خدمت کی ایک حقیر سی کوشش کی ہے، مجھے معلوم ہے کہ مجھے موت کی سزا ہوگی، میں اس کے لئے تیار ہوں، لیکن میرا دوسرا جنم بھی ہوگا تو میں دھرتی ماتا کے لئے دوبارہ اپنی جان کا نذرانہ پیش کروں گا اور اگلے جنم میں بھی ایسا کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ دھرتی ماتا کو آزادی مل جائے۔

مقدمے کی کارروائی:

حریت پسندوں کے مقدمات کیلئے قائم شدہ کمیٹی نے پورن چند مہتہ کو ہری کشن کے دفاع کیلئے مقرر کیا۔ جلد ہی بیرسٹر آصف علی بھی خود گجرات جیل سے رہا ہونے کے بعد ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔

بیرسٹر آصف علی نے درخواست کی کہ چونکہ صوبہ پنجاب کا انتظامی سربراہ خود اس مقدمے کا فریق ہے اس لئے مقدمہ پنجاب سے باہر چلانا چاہئے ورنہ انصاف نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہ درخواست بھی نامنظور کر دی گئی۔ اور جلد جلد کارروائی مکمل کی جانے لگی۔

استغاثہ کی کارروائی ختم ہونے کے بعد ہری کشن کا بیان ریکارڈ کیا گیا۔ وہ بہت خوش وخرم دکھائی دیتا تھا۔ اس کے چہرے پر فتح کی چمک تھی۔ دھیمی پر وقار آواز میں اس نے پہلے وہی کچھ دہرایا جو وہ پہلے مجسٹریٹ کے سامنے کہہ چکا تھا۔ اس نے ایک تحریری بیان بھی پڑھ کر سنایا جس میں ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء کو قصہ خوانی بازار کے سانحہ کا ذکر تھا جس میں مسلح فوج نے نہتے شہریوں پر گولیاں برسائی تھیں جس میں بے شمار مرد عورتیں اور بچے ہلاک ہوئے تھے۔

مردان میں میرولیس ڈھیری کے مقام پر نہتے خدائی خدمتگاروں پر گولی چلانے اور ڈنڈے برسانے کا ذکر تھا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ ایک نوجوان حبیب نور کو اس الزام میں کہ اس نے چارسدہ کے انگیریز اسسٹنٹ کمشنر پر پستول سے فائر کرنے کی کوشش کی، فرد جرم عائد کرنے کے ۲۴ گھنٹوں کے اندر

اندر سزائے موت دی گئی۔

ہری کشن نے یہ بھی کہا کہ مجھے انگریز لوگوں سے کوئی ذاتی پرخاش نہیں ہے لیکن میں اس نظام کا خاتمہ چاہتا ہوں جس میں چند غیر ملکی پوری ہندوستانی قوم کو ظلم کی چکی میں پیس رہے ہیں اور اس ملک کے عوام کا ایک صدی سے زیادہ عرصہ سے استحصال ہو رہا ہے۔

ہری کشن نے کہا کہ

''مجھے معلوم ہے کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ مجھے اس پر کوئی پشیمانی نہیں ہے۔ اگر میری زندگی کی قربانی سے ہندوستان کی آزادی کی منزل قریب ہو سکتی ہے تو میں ایک بار تو کیا بار بار ہزاروں مرتبہ اور ہر جنم کے بعد اپنی زندگی کو اس پر قربان کرنے کیلئے تیار ہوں۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ میری موت کے بعد ہزاروں ہری کشن اس وقت تک پیدا ہوتے رہیں گے جب تک ملک کو آزادی نہیں ملتی۔ میں انگریزوں پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اب وقت آ پہنچا ہے کہ وہ ہمارے خلاف مجرمانہ مظالم پر نظر ثانی کریں اور جتنا جلد ہو سکے اس ملک سے نکل جائیں''۔

آخر میں ہری کشن نے ''انقلاب زندہ باد'' کا نعرہ لگا کر بیان ختم کیا۔ اس نے اپنے دفاع کیلئے گواہ پیش کرنے سے انکار کر دیا۔

۲۶ جنوری ۱۹۳۱ء کو ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج مسٹر اے۔ ایچ۔ بی اینڈرسن نے جیوری سے کہا کہ وہ عدالت کے سامنے اپنا فیصلہ پیش کرے۔ جیوری نے متفقہ طور پر ہری کشن کو مجرم قرار دیا لیکن اس کی کم سنی کے باعث اس کے لئے عمر قید تجویز کی۔ لیکن مسٹر اینڈرسن نے جیوری کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے ہری کشن کو سب انسپکٹر چانن سنگھ کے قتل کے مقدمے میں سزائے موت سنا دی۔

اس کے علاوہ اس کو گورنر پر قاتلانہ حملے کے جرم میں عمر قید اور انسپکٹر بدھ سنگھ ودھاون اور لیڈی ڈاکٹر مس درمت (Dermitt) پر قاتلانہ حملے کے جرم میں بھی عمر قید کی سزا سنائی۔ ہری کشن نے بڑے سکون سے فیصلہ سنا اور اینڈرسن کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اس کی دلی خواہش پوری کر دی۔ سزائے موت کے فیصلے کے بعد ہری کشن کو بورسٹال جیل لاہور سے سنٹرل جیل لاہور منتقل کر دیا گیا۔

۱۰ مارچ ۱۹۳۱ء کو ہائی کورٹ میں دائر اپیل مسترد کر دی گئی اور پھر پرائیوی کونسل نے بھی ہری کشن کی موت کی سزا بحال رکھی۔

ہری کشن تختہ دار پر:

ہری کشن کو انتہائی راز دارانہ انداز میں میانوالی جیل منتقل کر دیا گیا۔ ۹ جون ۱۹۳۱ء کی تاریخ اس کی پھانسی کے لئے مقرر ہوئی۔ گورداس مل کو معلوم ہوا کہ ہری کشن کو ۹ جون کو پھانسی دی جانے والی ہے تو وہ خاندان کے دیگر افراد کو لے کر ۸ جون کو میانوالی جیل پہنچ گئے۔ بھگت رام کو بھی اس کی درخواست پر بھائی سے آخری ملاقات کیلئے پشاور جیل سے میانوالی لایا گیا۔

آخری ملاقات کے دوران جیل سپرنٹنڈنٹ بھی موجود رہا۔ گورداس مل نے اپنے پھانسی ہونے والے بیٹے ہری کشن سے اس کی آخری خواہش کے بارے میں پوچھا تو ہری کشن نے جواب دیا کہ میری خواہش یہ ہے کہ میری موت پر آنسو نہ بہائے جائیں۔ بلکہ اس پر خوشی منائی جائے کیونکہ میں تو صرف ایک چولے سے دوسرا چولہ بدل کر اگلی منزل پر رواں دواں ہو جاؤں گا۔

ایک گھنٹہ پورا ہوتے ہی خاندان والوں کو ہری کشن سے جدا کر دیا گیا اور وہ ایک سرائے میں رات بسر کرنے چلے گئے۔ وہ صبح چار بجے سرائے سے جیل واپس آئے تو جیل کے ہر طرف مسلح پولیس کے سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ صبح چھ بجے تین دفعہ ایک نعرہ فضا میں بلند ہوا ''انقلاب زندہ باد'' جس کا مطلب یہ تھا کہ ہری کشن کو پھانسی گھاٹ لے جایا جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جیل کا دروازہ کھلا ایک سٹریچر پر ہری کشن کی لاش ڈال کر ایک وین میں رکھی گئی اور نذر آتش کرنے کے لئے روانہ کر دی گئی۔ اس مقام تک بھاری پولیس نفری نے کسی کو جانے نہ دیا۔

ہری کشن ملک کی آزادی کے لئے مر کر امر ہو گیا۔

باب نمبر ۱۷ عبدالرحیم پوپلزئی کا شاہی باغ میں پھانسی پر احتجاج

میرے محترم بھائیو! آپ نے یہاں پر ہونے والے جلسہ میں پہنچنے کے لئے کافی زحمت اٹھائی ہے۔لیکن جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کو یہاں آنے میں جس قدر تکلیف کا سامنا کرنا پڑا ہے اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں اس سلسلے میں آپ سے کچھ گزراشات کرنا چاہوں گا۔حقیقت یہ ہے کہ جلسے کیلئے 6:00 بجے شام کا وقت مقرر کیا گیا تھا۔نوجوان بھارت سبھا نے اعلان کر دیا تھا کہ شاہی باغ میں ایک جلسہ عام منعقد کیا جائے گا۔اس جلسے کا کیا مقصد تھا؟ جلسہ کس سلسلے میں ہونا تھا؟ وہ مقصد یہ تھا کہ صوبہ سرحد کے بہادر اور غیور فرزند ہری کشن کی پھانسی پر ماتم کیا جائے۔اسی لئے نوجوان بھارت سبھا نے جلسے اور جلوس کا اعلان کیا تھا۔لیکن یہ حکومت جس کی بنیادیں ہی ظلم و ستم پر استوار ہیں اور جس کے وقار دبدبے اور طاقت کا انحصار ہی ظلم و جبر پر ہے یہ نہیں چاہتی کہ ہم تھوڑی دیر کے لئے یہاں بیٹھ کر اس سرفروش کا ماتم کر لیں۔حکومت نے آج شام چار بجے نوجوان بھارت سبھا کو پابندی کا حکم نامہ بھیج دیا اور اپنی روایتی پالیسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حکم جاری کیا ہے کہ آج 11 جون کو نوجوان بھارت سبھا کے زیر اہتمام دفعہ 144 کے تحت کسی جلسے کی اجازت نہیں ہے۔اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے آج نوجوان بھارت سبھا کے غیور نوجوان میدان عمل میں کود پڑے ہیں اور ان میں سے کئی ایک یکے بعد دیگرے گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے سنا ہوگا کہ دس نوجوان گرفتار ہو چکے ہیں۔اس کے بعد جونہی تیسرا جتھہ گرفتاری پیش کرنے کیلئے آگے بڑھا تو حکومت حواس باختہ ہوگئی اور اس نے اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ وہ مزید گرفتاریاں نہیں کر سکتی۔ہم نے کہا کہ ہم گرفتاریاں دینے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ہم جلوس نکالیں گے، جلسہ منعقد کریں گے۔حکومت نے کہا کہ وہ ہمیں گرفتار نہیں کر سکتی۔ جب چند رضا کاروں نے جو گرفتاریاں پیش کرنا چاہتے تھے، یہ پوچھا کہ آخر کیوں ان کو گرفتار نہیں کیا جاتا، تو حکومت نے جواب دیا کہ ہمارے پاس آپ لوگوں کے لئے راشن نہیں ہے۔اس کے بعد ہم یہاں آئے اور آپ کے سامنے وہ قراردادیں پیش کر دیں جو ہم پیش کرنا چاہتے تھے۔نوجوان بھارت سبھا کے اغراض و مقاصد کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلائی جا رہی ہیں۔اس سلسلے میں کچھ کہنے کے لئے یہ وقت مناسب نہیں ہے لیکن میں مختصراً اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اس کے اغراض و مقاصد میں یہ بھی شامل ہے کہ اس وقت اسے اپنا تعمیری کام بھی مکمل کرنا ہے۔نوجوان بھارت سبھا اپنے اغراض و مقاصد

کے حصول کیلئے تعمیری پروگرام پر کاربند ہے۔ سبھا یہ چاہتی ہے کہ دنیا کے ماضی اور حال پر نگاہ دوڑائی جائے اور تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو ہر ایک کو اس بات کا پتہ چلے گا کہ دنیا میں کتنے ہی انقلابات برپا ہوتے رہے ہیں لیکن درحقیقت دنیا میں بسنے والے عوام جو غریب اور محتاج تھے محروم و مجبور ہی رہے اور مالدار اور خوشحال لوگ ہی عموماً فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ دنیا کے ابتدائی ادوار میں بھی جب لوگ مل جل کر مشترکہ بود و باش اختیار کرتے تھے، انقلاب آتے رہے ہیں اور ایک بادشاہ کو معزول کر کے دوسرا اور دوسرے کو ہٹا کر تیسرا حکومت پر قبضہ کرتا رہا لیکن اس سے کبھی بھی غریب رعایا کی حالت میں بہتری نہیں آسکی۔ انقلاب نے موجودہ زمانے تک مختلف صورتیں اختیار کی ہیں۔

آج کا انقلاب کسانوں اور مزدوروں کا انقلاب ہوگا۔ آج اس بات کی کوششیں جاری ہیں کہ دنیا بھر کے کسان و مزدور متحد ہو جائیں اور بادشاہت اور سامراجیت کا خاتمہ کر ڈالیں۔ کسانوں مزدوروں کو متحد اور جتھہ بند ہو کر اپنی تحریک کو ایک مثالی تحریک بنانا چاہئے۔

ہندوستان کے 35 کروڑ لوگوں میں سے اکثریت غریبوں اور مزدوروں کی ہے جن کو کھانے کیلئے روٹی اور رہنے کیلئے مکان میسر نہیں ہے۔ لوگ کھلے آسمان تلے رات گزارنے پر مجبور ہیں۔ جب عوام اس حالت میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں تو نوجوان بھارت سبھا یہ نہیں چاہتی کہ کم از کم 32 کروڑ کے لگ بھگ لوگ تو مفلسی اور بے چارگی کی زندگی بسر کریں اور ایک قلیل تعداد میں امیر لوگ عیش و عشرت کرتے رہیں۔ یہ مختصراً نوجوان بھارت سبھا کے وہ اغراض و مقاصد ہیں جو میں نے آپ کے سامنے پیش کئے۔ میں آپ سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہری کشن کو پھانسی دے کر حکومت نے جس طرز عمل کا مظاہرہ کیا ہے اسے ہم ظلم و استبداد پر مبنی سمجھتے ہوئے اس پر اظہار نفرین کرتے ہیں۔ حکومت کی آج کی شکست سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ اس نے جو پالیسی اختیار کر رکھی ہے وہ سراسر غلط ہے۔

افسر استغاثہ کی چھٹی بنام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور:

بادشاہت برطانیہ بنام مولوی عبدالرحیم ولد عبدالحکیم ساکن پشاور شہر

الزام زیر دفعہ 124-A انڈین پینل کوڈ

افسر استغاثہ کی شکایت مؤدبانہ عرض ہے۔

ا۔ کہ مولوی عبدالرحیم نے 11 جون 1931ء کو شاہی باغ پشاور میں ہری کشن کی پھانسی پر اپنی

تقریر میں حسب ذیل معنی کے الفاظ کہے۔ "لیکن حکومت جس کی بنیاد ظلم وتشدد پر رکھی گئی ہے اور جس کی عزت، وقار، تسلط اور قوت سب کا دار و مدار جبر، تشدد اور استبداد پر ہے، یہ نہیں چاہتی تھی کہ لوگ یہاں آ کر بیٹھیں اور تھوڑی دیر کیلئے آنجہانی جانثار شہید وطن کا ماتم کریں۔ آج چار بجے اس نے ایک وارنٹ (حکم) زیر دفعہ 144 بھیج کر نوجوان بھارت سبھا پر جلسہ کرنے اور جلوس نکالنے کی پابندی عائد کر دی اور اس طرح اپنی پرانی روش استعمال کی"۔

۲۔ یہ کہ ان الفاظ سے مذکورہ مولوی عبد الرحیم نے قانون کے ذریعے قائم شدہ حکومت کے خلاف غم وغصہ اور نفرت پیدا کی یا پیدا کرنے کی کوشش کی یا اس کے خلاف عدم اطمینان ابھارا یا ابھارنے کی سعی کی۔ اور اس طرح انڈین نیشنل کوڈ کی دفعہ 124-A کے تحت قابل تعزیر جرم کا مرتکب ہوا۔

۳۔ مذکورہ مولوی عبد الرحیم پر دفعہ 124-A کے تحت مقدمہ چلانے کے بارے میں مقامی انتظامیہ کا حکم ساتھ منسلک ہے۔

۴۔ اس لئے استدعا ہے کہ ملزم پر مقدمہ چلایا جائے اور جن جرائم کا مرتکب پایا جائے، ان کی سزا دی جائے۔

دفتر چیف کمشنر سے ڈپٹی کمشنر کو مراسلہ:

جناب والا! مجھے یہ کہنے کی ہدایت ملی ہے کہ چیف کمشنر نے 11 جون 1931 کو شاہی باغ میں اس تقریر کرنے کی پاداش میں جس کا مقصد برطانوی ہند میں قانون کے ذریعے قائم شدہ حکومت کے خلاف نفرت اور عدم اطمینان پھیلانا تھا، مولوی عبد الرحیم کے خلاف انڈین پینل کوڈ کی دفعہ 124-A کے تحت مقدمہ چلانے کی منظوری دے دی ہے۔

۲۔ مجھے دفعہ 196 سی پی سی کے تحت ایک رسمی حکم نامہ پیش کرنا ہے جس میں پولیس افسر استغاثہ کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ زیر دفعہ 124-A آئی پی سی مولوی عبد الرحیم کے خلاف اقدامات کرے اور درخواست کرے کہ مقدمہ کے فیصلہ کے فوراً بعد مقدمہ کے نتیجہ سے حکومت کو مطلع کیا جائے گا۔ عدالت میں پر کرنے کیلئے استغاثہ کا مسودہ بھی پولیس کے افسر استغاثہ کیلئے منسلک ہے۔

۳۔ مجھے درخواست کرنی ہے کہ مقدمہ کا نتیجہ انسپکٹر جنرل پولیس اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس سی آئی ڈی شمال مغربی سرحدی صوبہ کو بھی بھیجا جائے گا ار مجسٹریٹ کے فیصلے کے ایک نقل ان دونوں افسروں

کو بھیجی جائے گی۔ ملزم کو سزا ہونے کی صورت میں مجرم کی طرف سے کی جانے والی اپیل پر تاج برطانیہ کی نمائندگی کرنے والے وکیل کو ہدایت کی جائے کہ وہ جوڈیشل کمشنر کے فیصلے کی ایک نقل بھیج کر مقامی انتظامیہ کو مقدمے کے نتیجہ سے مطلع کرے۔

چیف کمشنر کا مراسلہ محکمہ داخلہ حکومت ہند کے سیکرٹری کے نام:

بعنوان: دفعہ 124-A کے تحت مقدمہ

جناب والا:

مجھے آپ کو اطلاع دینے کا اعزاز حاصل ہے کہ مولوی عبدالرحیم سکنہ پشاور شہر کے خلاف دفعہ 124(A) آئی پی سی کے تحت 11 جون 1931ء کو پشاور میں ایک ایسی قابل اعتراض تقریر کرنے پر مقدمہ چلانے کی منظوری دی گئی ہے۔ جس کا مدعا یہ تھا۔

"لیکن حکومت جس کی بنیاد ہی تشدد وظلم پر رکھی گئی ہے اور جس کی عزت، وقار، تسلط اور قوت سب کا دارومدار جبر وتشدد اور استبداد پر ہے، یہ نہیں چاہتی تھی کہ لوگ یہاں آ کر بیٹھیں اور تھوڑی دیر کیلئے آنجہانی جانثار کا ماتم کر لیں۔ آج چار بجے اس نے ایک حکم زیر دفعہ 144 بھیج کر نوجوان بھارت سبھا پر جلسہ کرنے اور جلوس نکالنے کی پابندی عائد کر دی اور اس طرح اپنی پرانی روش استعمال کی۔

۲۔ مولوی عبدالرحیم نوجوان بھارت سبھا پشاور کے کا صدر ہے۔ اس کو سول نافرمانی تحریک کے دوران زیر دفعہ (A) 124 سزا ہوئی تھی اور معاہدہ گاندھی ارون کے تحت رہا کیا گیا تھا۔ ایک خفیہ رپورٹ کے مطابق یہ مولوی اس مرکزی اشترا کی پارٹی بمبئی کا ایک ایسا رکن ہے جس کو صوبہ سرحد میں سیاسی اور اقتصادی صورت حال پر ایک رپورٹ مرتب کرنے کیلئے امرتسر میں متعین کیا گیا تھا۔

عبدالرحیم پوپلزئی اور عبدالغفور آتش ساکنان پشاور پر دفعہ 124-A آئی پی سی کے تحت مقدمہ چلانے کی استدعا۔ یہ درخواست ایس ایس پی اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور کی تجویز پر کی جارہی ہے۔

پبلک پراسیکیوٹر اس بات پر متفق ہے کہ موجود شہادت کی بناء پر مقدمہ کامیاب ہونے کی توقع ہے۔

از طرف

ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس

سی آئی ڈی صوبہ سرحد

منسلکہ 16 عدد

ا۔	مسودہ حکم زیر دفعہ 196 سی پی سی	دوعدد
۲۔	مسودہ استغاثہ	دوعدد
۳۔	ڈپٹی کمشنر پشاور کو خط کا مسودہ	دوعدد
۴۔	حکومت کو خط کا مسودہ	دوعدد

ہر خط کی دو دو کاپیاں

سیکرٹری یاد نمبر 2640/2842 آئی۔بی مؤرخہ یکم اگست 1931ء

پریس ٹیلی گرام جو پکڑے گئے:

منجانب ایس ثناءاللہ

برائے

۱۔ ایسوسی ایٹڈ لاہور

۲۔ ایسوسی ایٹڈ دہلی

۳۔ ایسوسی ایٹڈ شملہ

۴۔ ایسوسی ایٹڈ کلکتہ

۵۔ ایسوسی ایٹڈ بمبئی

۶۔ ایسوسی ایٹڈ مدراس

۷۔ پائنیر آلہ باد

۸۔ لیڈر الہ باد

۹۔ آج بنارس

۱۰۔ سرچ لائٹ پٹنہ

اسسٹنٹ کمشنر پشاور شہر کی عدالت سے گاؤں ماشوخیل کے احتجاج کرنے والے دس

سرخپوشوں میں سے کچھ کو بلوہ کرنے پر 25 روپے جرمانہ اور چھ چھ ماہ قید بامشقت ہوئی۔ تین کو رہا کر دیا گیا۔ ایک کو تنبیہ کی گئی ہے۔ یقین ہے کہ کانگرس کا غیر ملکی کپڑے کے تاجروں کے ساتھ کوئی عارضی معاہدہ طے پایا گیا ہے جس کے نتیجے میں پکٹنگ ہٹالی گئی ہے۔

عبدالرحیم صدر اور عبدالغفور رکن نوجوان بھارت سبھا کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے دفعہ 124-A کے تحت بالترتیب ایک سال اور تین سال قید بامشقت کی سزا۔ مولانا کو بی کلاس۔ احتجاج کرنے والے تین سرخپوشوں گل محمد، دلاور اور امین اللہ کو ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر چارسدہ (ای او ایم) کی عدالت سے پولیس کے سپاہیوں کا راستہ روکنے پر تین تین ماہ قید بامشقت اور ۲۲۴ اور ۳۵۳ روپے الگ الگ فی کس جرمانے کی سزا۔

پہلے گواہ استغاثہ اے ایس پی سٹی مسٹر ہمفرے کا بیان:

میں اے ایس پی سٹی ہوں، میرے ماتحت ایک سٹینوگرافر تعینات ہے جسے سیاسی جلسوں میں بھیجا جاتا ہے۔ اسے 11 جون 1931ء کو شاہی باغ میں ایک جلسہ عام میں شرکت کیلئے بھیجا گیا تھا۔ اس جلسے میں اس نے تقاریر کے شارٹ ہینڈ نوٹس لئے۔ وہ اردو سٹینوگرافر ہے جسے لکھنو میں اس مقصد کیلئے تربیت دی گئی ہے۔ مفصل منتقلی کے بعد نوٹس 12 جون 1931ء کو میرے حوالے کئے گئے۔ احکام یہ ہیں کہ اصل شارٹ ہینڈ نوٹس متعلقہ گزیٹڈ افسر اپنے پاس رکھے گا اور اگر ضروری ہوا تو وہ عدالت میں گواہی کے دوران انہیں پیش کرے گا۔ 12 جون سے آج تک یہ نوٹس میرے قبضے کے باہر نہیں رہے۔ میں اب انہیں پیش کرتا ہوں۔ ان میں پورے جلسے کی کاروائی ظاہر کی گئی ہے۔

یہ جلسہ نوجوان بھارت سبھا کے زیر اہتمام شاہی باغ میں ہری کشن کی پھانسی کے خلاف احتجاج کرنے کیلئے منعقد کیا گیا تھا۔ یہ پھانسی اسے پنجاب کے گورنر پر قاتلانہ حملے اور ایک پولیس افسر کے حقیقی قتل کے الزام میں ہوئی تھی۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے زیر دفعہ 144 اس قسم کے مظاہروں کو ممنوع قرار دینے کا حکم جاری کیا تھا۔ اسی تنظیم نے پشاور شہر میں اس سلسلے میں ایک جلوس نکالا اور اسے روکا گیا جس کے نتیجے میں الگ الگ مقدمات وجود میں آئے۔

موجودہ جلسہ شاہی باغ میں جلوس سے ایک گھنٹہ بعد منعقد ہوا۔ میں دفعہ 144 کے تحت

جاری شدہ احکام دکھاتا ہوں، میں نے شاہی باغ میں اس جلسہ عام کو منتشر کیا تھا۔عوام میں سے کسی ایک فرد کو جلسے کی کاروائی کی رپورٹ کیلئے آمادہ کرنا تقریباً ناممکن تھا کیونکہ وہ اس قسم کا تعلق رکھنے سے خائف رہتے ہیں۔اس قسم کے دستخط حاصل کرنے کیلئے کوشش کی گئی لیکن کامیابی نہ ہوسکی۔

دوسرے گواہ شارٹ ہینڈ رپورٹر احمد زمان شاہ کا ضمنی بیان:

میں نے لکھنؤ کرسچن سکول آف کامرس میں مختصر نویسی میں تربیت حاصل کی اور اردو سٹینوگرافی میں 19 ماہ کا کورس کیا۔ میں نے اس کا امتحان پاس کیا ہے۔اب میں پشاور ہیڈ کوارٹرز میں اے ایس پی سٹی کے ماتحت ملازم ہوں۔ 11 جون 1931 کو شاہی باغ میں نوجوان بھارت سبھا کے زیر اہتمام ایک جلسہ ہوا تھا۔ میں نے اس جلسے میں شرکت کی، جلسہ شروع کرتے وقت تقریباً 30 افراد جمع تھے۔ بعد میں 150 افراد جمع ہوگئے۔ جلسہ پانچ بج کر پانچ منٹ پر شروع ہوا اور سات بج کر چھیالیس منٹ پر ختم ہوا۔ اس جلسہ کو ایک پولیس افسر سیفو رخان اے ایس آئی نے تحریری آرڈر کے ذریعے منتشر کیا۔تقریریں پھر بھی جاری تھیں۔ جلسے کا صدر روشن لعل تھا جو بھارت سبھا سے تعلق رکھتا ہے۔ میں دونوں ملزمان کو نام اور شکل سے جانتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ عبدالرحیم آل انڈیا بھارت سبھا کا رکن ہے اور وہ صوبائی نوجوان بھارت سبھا کا صدر ہے۔عبدالغفور آتش انجمن کسانان کا جنرل سیکرٹری اور صوبائی نوجوان بھارت سبھا کا رکن ہے۔ دونوں پشاور شہر کے رہائشی ہیں، ان دونوں نے مذکورہ جلسے میں تقریر کی۔ میں نے ان کی تقریروں اور دیگر کاروائی کے شارٹ ہینڈ میں نوٹس لئے۔ بعد میں، میں نے اپنے نوٹس مفصل اردو میں منتقل کر لئے۔ مجھے دکھائے جانے والے نمونے میرے اصل شارٹ ہینڈ نوٹس کے ہیں۔ مجھے عدالت میں میرے ہاتھ سے لکھے ہوئے مفصل نوٹس کے P.C نمونے دکھائے گئے ہیں جن میں صرف دونوں ملزموں کی تقریریں شامل ہیں۔ میں نے عبدالرحیم اور عبدالغفور آتش کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی مختصر اور مفصل نویسی پر مبنی پوری تقریریں پڑھ لی ہیں۔مختصر نوٹس کو تفصیل سے لکھنے کے بعد میں نے اسے سپیشل برانچ کے انچارج افسر کے ذریعے اے ایس پی سٹی کے حوالے کر دیا تھا۔

سرکاری خفیہ نویس احمد زمان شاہ کا عدالتی بیان:

جب میں جلسہ گاہ گیا تو میرے ساتھ کوئی دوسرا رپورٹر نہ تھا اور تقریروں کے دوران بھی کوئی دوسرا رپورٹر موجود نہ تھا۔عبدالشکور ایچ۔سی ان دونوں (عبدالرحیم اور عبدالغفور آتش کی) تقاریر کے

دوران میرے ساتھ ہی بیٹھا ہوا تھا۔ میں سٹیج پر ہی بیٹھا تھا، میں نے مئی 1931ء میں شارٹ ہینڈ لکھائی کی تربیت کا ڈپلومہ حاصل کیا ہے۔ اس سے پہلے میں ملازمت میں تھا۔ مئی 1931ء میں واپسی کے فوراً بعد مجھے رپورٹنگ کے لئے تعینات کر دیا گیا۔ مئی میں اپنی تعیناتی سے لے کر 11 جون کو ان تقریروں کی رپورٹنگ تک میں نے اندازاً پندرہ جلسے بھگتائے ہیں۔ میں یہ نہیں جانتا کہ جس کرسچین سکول آف کامرس میں، میں نے تربیت حاصل کی وہ سرکاری ادارہ ہے یا نجی ادارہ۔ میں نے انگریزی شارٹ ہینڈ کی کوئی تربیت حاصل نہیں کی۔ جہاں تک میں جانتا ہوں اردو شارٹ ہینڈ لکھائی کا فن اداروں میں تقریباً 1919ء میں شروع ہوا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اردو شارٹ ہینڈ ایک مکمل سائنس ہے۔ چونکہ میں انگریزی مختصر نویسی میں تربیت یافتہ نہیں ہوں اس لئے میں اردو مختصر نویسی کا موازنہ انگریزی مختصر نویسی سے نہیں کر سکتا۔ میری تعلیم میٹرک ہے۔ اردو مختصر نویسی میں میری رفتار تقریباً 125 الفاظ فی منٹ ہے۔ اس کیس میں مختصر نویسی سے مفصل نویسی میں منتقلی میں نے خود اپنے ہاتھ سے کی۔ میں نے مفصل مسودہ اور مختصر مسودہ دونوں اگلے دن 12 جون 1931 کو ایس کرتار سنگھ کو دے دیئے تھے۔

دوبارہ بیان

جب میں تربیت حاصل کر رہا تھا تو میرے ساتھ 7 سرکاری ملازم اور ایک پرائیویٹ طالب علم وہی کورس کر رہے تھے۔ ایس کرتار سنگھ نے میری موجودگی میں ایک کانسٹیبل کے ذریعے شارٹ ہینڈ اور مفصل نوٹس براہ راست شہر کے اے ایس پی کو بھیج دیئے۔

تیسرے گواہ عبدالشکور ہیڈ کانسٹیبل کا بیان:

11 جون 1931ء کو شاہی باغ پشاور میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں، میں نے شرکت کی۔ وہاں ایک رپورٹر بھی موجود تھا جس کا نام احمد زمان شاہ تھا۔ عدالت میں موجود دو ملزموں سمیت بعض افراد نے تقریریں کی تھیں، میں کوئی نوٹس نہیں لے رہا تھا، کچھ دیر کے بعد اے ایس آئی سیفور خان جلسہ کو منتشر کرانے کے تحریری احکامات لے کر آ گیا جس سے جلسہ منتشر ہو گیا تھا۔

چوتھے گواہ سیفور خان اے ایس آئی کا بیان:

میں ان دنوں مضافاتی پولیس تھانے کا انچارج تھا۔ ساڑھے چھ بجے مجھے ٹیلی فون پر ایک پیغام بھیجا گیا جس میں کہا گیا کہ شہر میں گڑبڑ ہے اور ممکن ہے کہ شاہی باغ میں کوئی جلسہ منعقد کیا جائے۔

میں نے حوالدار عبدالشکور کو بھیجا۔ سات بجے اے ایس پی سٹی نے مجھے ایک ٹیلی فون پیغام کے ذریعے خود شاہی باغ جانے اور اس کی رپورٹ دینے کو کہا۔ جب میں شاہی باغ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ جلسہ ہورہا تھا۔ عبدالشکور اور رپورٹر موجود تھے، میں کچہری دروازے آیا اور اے ایس پی کو رپورٹ دی۔ تقریباً شام 7 بج کر 40 منٹ پر زمرود خان ایس آئی پولیس گارڈ کے ساتھ دفعہ 144 کے تحت جلسہ منتشر کرنے کے احکام کی نقل لے کر پہنچ گئے۔ میں نے جلسہ میں احکام پہنچائے جن پر عمل کیا گیا۔ نمونہ P.B اصل حکم نامہ ہے جس کی پشت پر میری رپورٹ کی تصدیق موجود ہے۔

مولانا عبدالرحیم کا بیان:

نام: مولانا عبدالرحیم

ولد: مولوی عبدالحکیم

عمر: 35 سال

ذات: پوپلزئی

ساکن: پشاور شہر

پیشہ: پروفیسر تھیالوجی

سوال: کیا تم جلسے میں موجود تھے؟ اور اگر تھے تو کیا تم نے کوئی تقریر کی تھی؟

جواب: میں کوئی بیان دینے کیلئے ہرگز تیار نہیں ہوں۔

تتمہ استغاثہ:

سوال: کیا تم گواہان استغاثہ کو مکرر حصہ کیلئے طلب کرانا چاہتے ہو؟

جواب: سید احمد زمان شاہ گواہ استغاثہ کو مکرر حصہ کیلئے طلب کرانا چاہتا ہوں۔

سوال: کیا کوئی شہادت صفائی پیش کرو گے؟

جواب: نہیں

تتمہ بیان:

میں نے خود سن لیا ہے۔ میں بے گناہ ہوں عبدالرحیم بقلم خود

باب نمبر۱۸ عدالتی فیصلہ

تاج برطانیہ بنام

۱۔ مولوی عبدالرحیم

۲۔ عبدالغفور آتش آف پشاور شہر

الزام زیر دفعہ 124-A انڈین پینل کوڈ

برائے ملزم نمبر 1 مسٹر عبدالرب نشتر بی اے وکیل

برائے ملزم نمبر 2 مسٹر پیر بخش بی اے وکیل

فیصلہ:

تعارفی: یہ حکم انڈین پینل کوڈ کی دفعہ 124-A کے تحت دو ملزمان عبدالرحیم اور عبدالغفور آتش کے دو مقدموں کا احاطہ کرتا ہے جن کے بارے میں استغاثہ کا بیان ہے کہ انہوں نے شاہی باغ میں 11 جون 1931ء کو تقریریں کی تھیں۔ چونکہ دونوں تقریریں مبینہ طور پر ایک ہی جلسے میں کی گئیں اس لئے دونوں ملزموں پر اکٹھا مقدمہ چلایا گیا ہے۔ اور دونوں مقدموں میں ایک ہی حکم کے ذریعے کاروائی کرنا مناسب ہوگا۔

مقدماتی: مقدمے کی بنیاد یہ ہے کہ 11 جون 1931ء کو پشاور شہر کی نو جوان بھارت سبھا نے ہری کشن کی پھانسی پر خراج تحسین پیش کرنے کیلئے جلوس نکالنے کے پروگرام بنائے۔ ہری کشن مردان سب ڈویژن سے تعلق رکھنے والا وہ نو جوان تھا جس کو پنجاب کے گورنر پر قاتلانہ حملے اور ایک پولیس افسر کے قتل کے الزام میں مجرم قرار دے کر موت کی سزا دی گئی۔نو جوان بھارت سبھا پشاور شہر کے دفتر سے شروع ہونے والے جلوس منتشر کر دیئے گئے اور تقریباً دس شرکاء جلوس گرفتار کر لئے گئے۔ ان افراد پر الگ الگ مقدمات چلا کر سزائیں دی گئی ہیں تاہم چند رہنما اور جلوس کے باقی ماندہ شرکاء شاہی باغ پہنچ گئے۔ جہاں انہوں نے ہری کشن کی پھانسی کے سلسلے میں ہونے والے ہر قسم کے جلسے جلوسوں پر دفعہ 144 کے تحت پابندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تقریباً شام سات بجے جلسہ شروع کر دیا۔

جلسے میں ایک اردو شارٹ ہینڈ رپورٹر گواہ استغاثہ نمبر 2 اور تھانہ مضافات کا ایک ہیڈ کانسٹیبل گواہ استغاثہ نمبر 3 جس کی حدود میں جلسہ ہو رہا تھا، موجود تھے۔

جلسے سے عبدالرحیم اور عبدالغفور آتش نے خطاب کیا۔ یہ دو ملزمان ہیں جن کے خلاف مقامی انتظامیہ کی منظوری سے زیر دفعہ 196 سی پی سی مقدمات چلائے گئے۔ ان دو افراد کی تقریروں کو گواہ استغاثہ نمبر 2 نے اردو شارٹ ہینڈ میں لکھا تھا۔ بعد میں اسی شام ان کو مفصل اردو میں منتقل کر دیا گیا اور یہ پولیس کے مطابق پولیس کے ایک افسر مجاز (اے ایس پی پشاور شہر) کو اگلی صبح حوالے کر دی گئی تھیں۔ اے ایس پی نے بیان دیا ہے کہ شارٹ ہینڈ اور مفصل اندراجات 12 جون سے اب تک اس کے پاس رہے ہیں جس کی اس نے بطور گواہ استغاثہ نمبر 1 عدالت میں شہادت دی ہے۔ مختصر نویس نے لکھنؤ کے ایک کامرس سکول میں 19 ماہ کی تربیت حاصل کی ہوئی تھی اور اس کی استعداد کا ڈپلومہ حاصل کر رکھا تھا۔ میں نے شارٹ ہینڈ اندراجات بغور دیکھے ہیں جو صفائی اور احتیاط سے لکھے ہوئے لگتے ہیں۔ تقریروں کے انگریزی تراجم فائل میں لگا دیئے گئے ہیں اور یہ ملزم کو بھی سنا دیئے گئے تھے۔ عبدالرحیم کی تقریر میں مندرجہ ذیل حصے شامل ہیں۔

''ایک جلسہ منعقد کیا جانا چاہئے تاکہ ہمارے صوبہ سرحد کے عظیم اور غیور سپوت ہری کشن کی موت پر ماتم کیا جا سکے۔ لیکن حکومت جس کی بنیاد ظلم و جبر پر ہے اور جس کے وقار، دبدبے اور قوت کا دارو مدار ظلم پر ہے، یہ نہیں چاہتی کہ ہم کچھ دیر کے لئے اس شہید وطن کا ماتم کر لیں''۔

مقرر آگے چل کر اپنی تنظیم کی طرف سے دفعہ 144 کی خلاف ورزی کرنے اور احکام کی خلاف ورزی میں جلسہ منعقد کرنے کا ذکر کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی تنظیم کی اس پالیسی کا ذکر کرتا ہے جسے وہ تعمیری کہتا ہے اور وہ اسے کسانوں اور مزدوروں کا ایک انقلاب قرار دیتا ہے جو بادشاہت کا خاتمہ کر دے گا۔

عبدالغفور آتش کی تقریر اس سے بڑھ کر اشتعال انگیز ہے۔ اور اس کا ترجمہ بھی فائل میں لگایا گیا ہے۔ تقریر میں جذبات کو ابھارنے والے اور حکومت کے اقدامات کے خلاف تاثر پیدا کرنے والے متعدد مقامات کی مثالیں موجود ہیں۔ وہ حبیب نور کے واقعہ کی یاد دلاتا ہے۔ حبیب نور جس نے چارسدہ کے اسسٹنٹ کمشنر کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور کہتا ہے کہ اس کی پھانسی خلاف قانون تھی۔ وہ اس طرح بیان کرتا ہے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے تین ہیرے سکھ دیو، بھگت سنگھ اور ہمارے کامریڈ ہری کشن کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ چند دن قبل شالیمار باغ میں گولی چلائی گئی۔ اس کے بعد میں اپنے بھائیوں کو خبردار کرتا ہوں کہ وہ خاموش نہ رہیں۔ تین اور نوجوان جلد ہی تختہ دار پر جھولنے والے ہیں۔ دو نوجوان جنہوں نے جیل کے ایک افسر کو قتل کیا ہے عنقریب پھانسی کئے جانے والے ہیں۔ یاد رکھو صرف الفاظ سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

آج ہمیں عملی میدان میں کچھ کر کے دکھانا ہے کیونکہ اگر آج آپ کے پاس کرنے کو کچھ ہے تو اسے عمل سے دکھانا ہوگا اور اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو مر کر دکھاؤ۔ جابر حکومت کو اپنی طاقت اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھا دو۔

دونوں ملزموں نے کسی سوال کا جواب دینے سے انکار کیا اور وہ اپنے خلاف پیش کی جانے والی شہادتوں کی وضاحت کرنے کا موقع حاصل کرنے سے انکاری تھے۔ ان کے وکیل سے کہا گیا کہ انہیں خبردار کر دے کہ زیر دفعہ (2)342 سی پی سی عدالت کو ان کے انکار سے نتائج اخذ کرنا پڑیں گے۔ لیکن وہ قائل ہونے پر آمادہ نہ ہوئے۔

انہوں نے کسی قسم کا دفاع کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ ان کے لئے جیسا کہ ان کے وکیل نے دلائل دیئے ہیں کہ موقف یہی ہے کہ تقریر کے اندراجات کی شہادت کی تصدیق کسی اور شہادت سے نہیں ہوتی اور اس لئے مقدمہ نا کام ہے۔

عبدالرحیم کے مقدمے میں یہ دلیل بھی دی گئی ہے کہ اس کی تقریر تعمیری ہے اور اس کے الفاظ محتاط طور پر چنے گئے ہیں اور یہ کہ اگر اس کو اسی طرح بھی مان لیا جائے جیسا کہ شارٹ ہینڈ کے اندراجات میں ہے تو یہ مشکل ہی سے دفعہ 124-A کے تحت آتی ہے۔

اطلاق کرنے کے لئے نکات:

نکات حسب ذیل ہیں:

(الف) کیا استغاثہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ تقریریں جو شارٹ ہینڈ رپورٹر نے مفصل اردو میں منتقل کیں اور جو فائل میں انگریزی ترجمے کے ساتھ منسلک ہیں، کافی صحت کے ساتھ ملزمان کی وقوعہ کے دوران تقریروں کی نمائندگی کرتی ہیں؟

(ب) اگر ایسا ہے تو کیا یہ تقریریں زیر دفعہ 124-A انڈین پینل کوڈ سزاوار ہیں۔

بحث:

ملزم کے لئے یہ دلیل دی گئی ہے کہ اردو شارٹ ہینڈ اندراج ایک مکمل سائنس نہیں ہے اور یہ کہ شارٹ ہینڈ رپورٹر تقریریں ریکارڈ کرنے سے صرف ایک ماہ پہلے ہی اپنے کورس کی تکمیل کر کے واپس لوٹا تھا اور اسی لئے وہ اپنے کام میں اناڑی تھا اور یہ کہ اس کے استعمال شدہ الفاظ کی شہادت اس وقت تک قابل قبول نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کی تصدیق کسی دوسرے ذریعے سے نہ ہوتی ہو۔ اس گواہ نے

ڈیڑھ سال سے زائد عرصے کی تربیت حاصل کر رکھی تھی اور ایک ڈپلومہ حاصل کیا ہوا تھا اور اس لئے بادی النظر میں یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس فن میں خوب ماہر تھا۔ ایسی کوئی وجہ موجود نہیں ہے، جس سے ثابت ہوتا ہو کہ اردو مختصر نویسی درحقیقت ایک درست سائنس نہیں ہے۔ اصل اندراجات کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صفائی سے لکھے گئے ہیں اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ اس وقت فوراً ہی مفصل طور پر منتقل کر دیئے گئے تھے، جب کہ لکھنے والے کی یادداشت ابھی تازہ تھی۔ جس طریقے سے تقریریں مفصل لکھی گئیں ہیں، اس سے وہ پورے طور پر واضح اور موقع محل کے مطابق معلوم ہوتی ہیں اور یہ ممکنہ طور پر سمجھا نہیں جاسکتا کہ وہ مختصر نویس کی اپنی اختراع ہیں یا پھر بعد میں گھڑ لی گئی ہیں۔ درحقیقت تقریروں کے شارٹ ہینڈ اندراجات سے زیادہ نتیجہ خیز شہادت ہو ہی نہیں سکتی۔ جلسے میں شریک ایسے افراد کی مزید شہادت جس سے تقریروں کا رجحان ظاہر ہوتا ہو اس کی نسبت بہت کم اہمیت رکھتی ہے کیونکہ کسی دوسرے انسان کے خطاب کے صحیح صحیح الفاظ کو یاد کرنا بہت مشکل سمجھا جاتا ہے۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ملزمان نے اپنے خلاف مقدمے کے سلسلے میں کسی بھی قسم کا جواب دینے سے قطعی انکار کیا ہے۔ انہوں نے اس سے مطلقاً انکار نہیں کیا کہ جلسہ منعقد ہوا تھا۔ یا انہوں نے اس میں شرکت نہیں کی یا یہ کہ انہوں نے اس میں تقریریں نہیں کیں یا یہ کہ تقریریں واقعی اس صورت میں تھیں جن میں وہ عدالت میں پڑھی گئیں۔

زیرِ دفعہ 342 سی پی سی، میں یہ نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہوں کہ وہ درحقیقت اس بات سے انکاری نہیں ہیں کہ انہوں نے یہ تقریریں کیں۔

(ب) جیسا کہ پہلے دیکھا گیا ہے کہ عبدالرحیم کی تقریر دوسرے ملزم کی تقریر سے کم اشتعال انگیز تھی۔ تاہم اس بات میں کوئی شک وشبہ موجود نہیں ہے کہ جن اقتباسات کا حوالہ دیا گیا ہے انہیں ان حالات کی روشنی میں لیا جائے جن میں جلسہ منعقد کیا گیا۔ یعنی ایک سیاسی قاتل کی مدح سرائی، تو اس سے قانون کے ذریعے قائم شدہ حکومت کے خلاف منافرت اور عدم اطمینان پھیلانے کے سوا کوئی اور اثر مرتب ہو نہیں ہوسکتا۔

دفعہ 124-A کے الفاظ بہت وسیع ہیں اور مذکورہ تقریر سننے والا کوئی بھی شخص یہ تاثر لینے میں تامل نہیں کرسکتا کہ یہ حکومت کے خلاف نفرت پھیلانے کیلئے تیار کی گئی تھی۔

دوسری تقریر کے سلسلے میں ذرا بھی شک موجود نہیں ہے کہ یہ دفعہ 124-A کے تحت آتی

ہے۔اس ملزم کے وکیل نے درحقیقت ملزم کے آتش بار انداز کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اسے اس بنا پر معاف کر دینا چاہئے کہ وہ پہلے ملزم (عبدالرحیم) کی نسبت کم پڑھا لکھا ہے۔اس کی تقریر کا مخصوص اقتباس یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نہ صرف حکومت کے خلاف نفرت اور اہانت پھیلا رہا تھا بلکہ وہ دوسروں کو ہری کشن کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کے لئے اکسا بھی رہا تھا۔متاثر ہونے والا کوئی شخص اگر ایسی ذہنیت کا حامل ہو جیسی ذہنیت بدقسمتی سے آج کل عام طور پر پائی جاتی ہے تو وہ یہی تاثر لے گا کہ ہری کشن کی مثال قابل تقلید ہے اور سیاسی قتل ایک اچھی بات ہے۔ان وجوہات کی بنا پر میں مولوی عبدالرحیم اور عبدالغفور آتش کو زیر دفعہ 124-A مجرم گردانتا ہوں۔میں سمجھتا ہوں کہ عبدالرحیم کے معاملے میں ایک سال کی بامشقت قید کی سزا کافی ہے اور عبدالغفور آتش کو میں تین سال قید بامشقت کی سزا دیتا ہوں۔عبدالرحیم پشاور کے ایک نامور مولوی کا بیٹا ہے اور اسے B کلاس میں رکھا جائے گا۔عبدالغفور آتش ایک مستری ہے اور اسے خاص سہولت دینے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

او کے کیرو

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور

مورخہ:14 ستمبر 1931ء

سزا برقرار:

مسٹر عبدالرب نشتر وکیل برائے درخواست گزار نمبر 247۔مسٹر پیر بخش وکیل برائے درخواست گزار نمبر 255 سال 1931ء۔قاضی میر احمد خان پبلک پراسیکیوٹر برائے تاج برطانیہ 1931ء۔عدالت کا فیصلہ فریزر جے۔سی نے پہنچایا۔یہ فیصلہ اپیل نمبر 247 اور اپیل نمبر 255 برائے سال 1931ء کے لئے ہوگا۔دونوں درخواست گزار، مولوی عبدالرحیم اور عبدالغفور آتش 11 جون 1931ء کو شاہی باغ میں تقریریں کرنے کے سلسلے میں مجرم ثابت ہوئے ہیں۔اولذکر کو ایک سال قید بامشقت اور موخرالذکر کو تین سال قید بامشقت کی سزا ہوئی ہے۔

دفعہ 196 سی پی سی پر ہمارے سامنے ایک ابتدائی اعتراض اٹھایا گیا۔اس بات پر اصرار کیا جاتا ہے کہ شکایت پر ملزمان کو مقامی حکومت کے حکم کے تحت یا اس کے اختیار کے تحت سزاوار بنایا گیا۔درحقیقت افسر استغاثہ خدا بخش ڈی ایس پی نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے سامنے دونوں کی الگ الگ

شکایت پیش کی تھی۔شکایات کے ساتھ دو دستاویزات منسلک تھیں جن میں ایک چیف کمشنر کے سیکرٹری کا خط ڈپٹی کمشنر کے نام تھا جس میں خدا بخش کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ دفعہ 196 سی پی سی کے تحت شکایت کرے اور اس دفعہ کے تحت ایک الگ حکم نامہ جس میں تقریروں کے اقتباسات تھے اور اس میں بھی خدا بخش کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ دفعہ 124-A آئی پی سی کے تحت الزام عائد کرے۔اس لئے الزام درج کرنے تک کے حقائق بابڑہ ڈرامہ کیس جیسے ہیں جو حال ہی میں عبدالغفور وغیرہ بنام تاج برطانیہ کے بارے میں ہمارے سامنے آیا(حوالہ اپیل نمبر 187 سال 1931)

ہم نے اس موقع پر اس امر کو پیش نظر رکھا کہ دفعہ (aa)200 سی پی سی کے تحت اگر کوئی سرکاری ملازم اپنے سرکاری فرائض کے تحت کسی کے خلاف شکایت کرتا ہے تو مجسٹریٹ کے لئے یہ لازمی نہیں کہ وہ شکایت کنندہ کا بیان ریکارڈ کرے اور یہ کہ شکایت میں موجود الزامات ہی بیان شدہ حقائق کا بادی النظر ثبوت مانے جائیں گے۔ یہاں بھی اعتراض اٹھایا گیا کہ اگرچہ پابندی کے حقائق درج شکایت میں حلفیہ طور پر بیان کئے گئے لیکن چونکہ شکایت کنندہ کا خلفیہ بیان موجود نہیں ہے اس لئے اس کو شکایت کا حقیقی ثبوت نہیں سمجھا جا سکتا۔اس اعتراض کو مسترد کرتے ہوئے ہم نے لکھا کہ دفعہ 200 کی مد (aa) کا فائدہ یہ ہے کہ مجسٹریٹ کے دائرہ اختیار حاصل کرنے کے لئے ضروری بادی النظر کا ثبوت شکایت کے بیان میں ہی موجود ہے۔تاہم یہ بادی النظر کا ثبوت ملزم عدالت میں حاضر ہوتے وقت چیلنج کر سکتا ہے۔یہ مطلق عدم اختیار کا معاملہ نہیں ہے کیونکہ اس میں محض ملزم کی طرف سے اعتراض اٹھانے میں ناکامی سے عدم اختیار بدل کر اختیار کے دائرہ میں نہیں آجاتا۔یہ دائرہ اختیار کا تعین کرنے والے حقائق کے کافی ثبوت پر مبنی معاملہ تھا اور اس صورت میں مزید ثبوت ترک کیا جا سکتا ہے۔دفعہ 196 سی پی سی میں صرف اتنا بیان ہوا ہے کہ کوئی عدالت اس وقت تک جرم کی سماعت نہیں کر سکتی جب تک کہ مقامی حکومت کے اختیار یا اس کے حکم کے مطابق عائد کردہ الزام موجود نہ ہو اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ الزام دفعہ 200 سی پی سی کے تحت ہی قبول کیا جاتا ہے نہ کہ بعد میں کسی موقع پر۔اگر بابڑہ کیس کے معاملے میں ہمارا خیال درست ہے اور آج اپنے سامنے پیش ہونے والے دلائل سننے کے بعد بھی ہم اسی خیال کے حامی ہیں تو جرم کی سماعت درست طور پر کی گئی تھی اور دائرہ اختیاران مقدمات میں درست طور پر حاصل کیا گیا تھا۔ہماری توجہ دفعہ 252 سی پی سی کی طرف دلائی گئی ہے اور یہ بحث کی گئی ہے کہ چونکہ (ماسوائے عدالت کی طرف سے درج کی جانے والی شکایت کے) شکایت کنندہ پر جرح لازمی ہے تو

دائرہ اختیار کی موجودگی کے حوالے کے باوجود بھی جب ملزم حاضر ہوتو شکایت کنندہ پر جرح ضرور ہونی چاہئے تا کہ کاروائی درست تسلیم کی جائے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ دلیل بے بنیاد ہے اوراسے اس لئے تسلی بخش کامیاب تسلیم نہیں کیا جاسکتا کہ یہ سماعت کا اختیار رکھنے کو مقدمہ چلانے کے معاملے ساتھ خلط ملط کرتی ہے۔ اور یہ دونوں باتیں اصل میں الگ الگ ہیں۔ جس نوعیت کے معاملات کے ساتھ ہمارا اس وقت تعلق ہے اس میں سماعت کا اختیار دفعہ 196 کے تحت حاصل ہوتا ہے۔ اور جب یہ حاصل ہو جاتا ہے تو مجسٹریٹ کو دفعہ 203 یا دفعہ 204 کے تحت مزید اقدامات کرنے کی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ دوسری طرف یہ دفعہ 252 مقدمے کی ایک سطح کو بیان کرتی ہے۔ اس میں موجود کسی ایک رسمی درجے کی پابندی کو نظر انداز کرنے سے مجسٹریٹ قانونی طریقے سے حاصل شدہ دائرہ اختیار سے محروم نہیں ہو جاتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ایک بے قاعدگی ہوگی جسے دفعہ 537 سی پی سی سے درست کیا جاسکتا ہے۔ اگر اسے انصاف میں ناکامی سمجھ کر رہنے نہ دیا جائے۔ موجودہ صورت میں مجسٹریٹ کے دائرہ اختیار کو مقدمے کے دوران جھٹلایا نہیں گیا اور اب بھی یہ نہیں کہا گیا کہ دراصل مقدمہ مقامی حکومت کی مجاز اتھارٹی کے ہاں نہیں چلایا گیا۔ یہ محال بھی ہے کہ کیونکہ فیصلے میں کہا گیا ہے کہ دفعہ 196 کے تحت ضروری منظوری حاصل کر لی گئی تھی جس کی رو سے مجسٹریٹ نے صاف طور پر ان دستاویزات کا حوالہ دیا ہے جو الزام کے ساتھ منسلک تھیں اور جو اس افسر کے دستخطوں سے تصدیق شدہ تھیں جسے وہ ذاتی طور پر جانتا تھا۔ ہم اپنا خیال دہراتے ہیں کہ بہتر صورت یہ ہے کہ جو سرکاری ملازم شکایت کنندہ دفعہ 196 کے تحت الزام عائد کر رہا ہو، اس پر عدالت میں شخصی جرح کی جائے تاہم ایسا نہ کرسکنا کوئی غیر قانونی بات نہیں جو مقدمے کو متاثر کرتی ہو، خصوصاً اگر مقامی حکومت کی منظوری مقدمے میں متنازعہ نہ ہو اور اس کو مشکوک بنانے والی قابل ذکر وجوہات موجود نہ ہوں۔ ہم ابتدائی اعتراض کو مسترد کرتے ہیں۔

وہ حالات جن میں تقریریں کی گئیں، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے فیصلے میں مکمل طور پر بیان ہوئے ہیں۔ نوجوان بھارت سبھا پشاور نے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ ہری کشن کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے جلوس نکالے جائیں گے یعنی مردان سب ڈویژن کے ایک ایسے نوجوان کے لئے جسے لاہور میں گورنر پنجاب کو قتل کرنے کی کوشش کے دوران اور ایک پولیس افسر کو قتل کرنے پر موت کی سزا ہوئی۔

دفعہ 144 کے تحت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے جلوسوں کو ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شاہی باغ میں شام سات بجے ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ زیرغور دونوں

تقریریں ایک تربیت یافتہ اردو مختصر نویس کی لکھی ہوئی تھیں۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے فیصلے میں جن اقتباسات کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

عبدالرحیم کی تقریر سے:

''ہمارے سرحد کے عظیم اور غیور نوجوان ہری کشن کے ماتم کے لئے ایک جلسہ کیا جائے۔ تاہم حکومت جس کی بنیادیں ہی زبردستی اور ظلم پر استوار ہیں اور جس کے وقار دبدبے اور قوت کا دارو مدار ہی جبر پر ہے، نہیں چاہتی کہ ہم تھوڑی دیر کے لئے اس نوجوان کی شہادت کا ماتم کریں''۔

عبدالغفور کی تقریر سے:

ہماری آنکھوں کے سامنے تین ہیرے کامریڈ سکھ دیو، بھگت سنگھ اور کامریڈ ہری کشن تختہ دار پر لٹکا دیئے گئے۔ چند دن پہلے شالیمار باغ میں گولی چلی۔ ان حالات کے بعد میں اپنے بھائیوں کو خبردار کرتا ہوں کہ خاموش نہ بیٹھیں۔ تین مزید نوجوانوں کو جلد ہی تختہ دار پر لٹکایا جانے والا ہے۔ دو نوجوان، جنہوں نے جیلر کو ہلاک کیا، عنقریب پھانسی پانے والے ہیں۔ یادرکھو صرف الفاظ کے ذریعے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ ہمیں آج عملی طور پر کچھ کرنا ہے کیونکہ اگر آج آپ کچھ کرسکتے ہو تو عملاً کرکے دکھاؤ اور آپ جینا چاہتے ہو تو مر کر دکھاؤ۔ جو طاقت آپ کے بس میں ہے اس جابر حکومت کے خلاف استعمال کرکے دکھاؤ''۔

اپیل کنندگان جن کے وکیل نے ان کا دفاع کیا، مجسٹریٹ کے سامنے کسی قسم کا بیان دینے سے انکاری تھے اور کسی بھی طریقے سے اپنا دفاع نہیں کرنا چاہتے تھے۔ یہی قرین قیاس ہے۔ اس لئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے یہی اندازہ لگایا اور رپورٹیں اپیل کنندگان کے الفاظ کی خاصی حد تک نمائندگی کرتی ہیں۔ اور واضح رہے کہ ہمارے سامنے بھی ملزموں کے وکلاء رپورٹوں کی صحت کو چیلنج نہیں کرتے۔ اس لئے ہمارے لئے قابل غور سوال صرف یہ ہے کہ کیا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے درست طور پر تقریروں کو دفعہ 124-A کے تحت قرار دیا ہے؟۔ فیصلے کے ایک حصے میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

''جیسا کہ پہلے دیکھا جاچکا ہے کہ عبدالرحیم کی تقریر اپنے ساتھی ملزم کی تقریر سے کم اشتعال انگیز ہے۔ تاہم اس میں کوئی شبہ نہیں کہ منتخب اقتباسات کو جلسے کے پس منظر یعنی قاتل کو خراج تحسین پیش کرنے کے ساتھ دیکھنے سے قانون کے ذریعے قائم شدہ حکومت کے خلاف منافرت پھیلانے اور عدم

اطمینان پھیلانے کے سوا کوئی دوسرا اثر مرتب نہیں ہوتا''۔

عبدالرحیم کے وکیل نے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ ان الفاظ سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اندازہ لگایا کہ عبدالرحیم کی تقریر بذات خود تو بےضرر ہے لیکن اپنے حالات حاضرہ کی وجہ سے بغاوت کے قانون کی زد میں آتی ہے۔ یہ ہم پر واضح ہے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ایسا کوئی اندازہ نہیں لگایا، نہ ہی اس کا ارادہ ایسا اندازہ لگانے کا تھا۔ اس نے یہی کہا کہ عبدالرحیم کی تقریر عبدالغفور کی تقریر سے نسبتاً کم اشتعال انگیز ہے، نہ کہ یہ تقریر سرے سے اشتعال انگیز ہی نہیں ہے۔ وکیل اپنے دلائل میں کہتا ہے کہ تقریر اس قسم کی نہیں ہے اور یہ کہ تقریر کے وہ حصے جن کا انداز ایسا ہو یا ایسی تشریح کے حامل ہوں نظرانداز دینے چاہئیں اور ان حصوں کو قابل توجہ سمجھا جائے جو اس کے مطابق زیادہ تر تعمیری ہیں اور جن میں لوگوں کو سرمایہ داری اور امپیریالزم کے خلاف متحد کرنے اور سوشلزم کی حمایت کرنے کا ذکر ہے۔ تقریر کے زیادہ بھڑکیلے حصوں کے بارے میں اس کی توجیح یہ ہے کہ یہ حصے سامعین کو مقرر کی ہمدردی کا یقین دلانے اور ان کی توجہ پوری طرح حاصل کرنے کے لئے ایک خطیبانہ کاوش کے طور پر کہے گئے تا کہ وہ خطاب کے تعمیری حصے کے فوائد کو سمجھنے کے قابل ہو سکیں۔ یہ دلیل دی گئی ہے کہ حکومت کے خلاف منافرت پیدا کرنے یا عدم اطمینان پھیلانے کا کوئی ارادہ نہ تھا اور یہ بات تقریر کے نتیجے سے ثابت ہوتی ہے کہ جب پولیس افسر نے جلسہ منتشر کرنے کو کہا تو شرکاء پرامن طور پر منتشر ہو گئے۔

ہم اس وضاحت کو کلی طور پر قبول کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ تقریر کے جو حصے اشتعال انگیز نوعیت کے ہیں ان سے صرف نظر کیا جائے اور مقرر کا ارادہ باقی ماندہ حصوں سے معلوم کیا جائے۔ تقریر کا اندازہ بحیثیت مجموعی لگایا جا سکتا ہے اور ہم ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے اشتعال انگیز قرار دیئے جانے والے حصوں کے بارے میں وکیل کے نکتہ نظر کی پیروی نہیں کر سکتے۔ ہمیں تقریر میں اس قسم کا کوئی شائبہ تک نہیں ملتا کہ جو الفاظ حکومت کے خلاف نفرت پیدا کر سکتے ہیں، محض اس لئے استعمال کئے گئے تھے کہ سامعین کی توجہ حاصل کی جائے اور انہیں جب کہا جائے تو اس سے وہ منتشر ہونے پر آمادہ ہوں۔

حالات حاضرہ کے ساتھ الفاظ کو ملا کر دیکھنے کے معاملے میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے غلطی نہیں کی۔ یہ قاعدے پر مبنی مسلمہ اصول ہے کہ کسی شخص کو اس کے عمل کے فطری اور معقول نتائج کی رو سے ہی پرکھنا چاہئے۔ اور مقرر کے ارادے کو اس کے مخصوص سامعین پر مرتب ہونے والے اثر سے جانچنا

چاہیے، جس میں الفاظ کے وقت اور محل وقوع کو دیکھا جائے۔ اس کا استنباط سٹرا کی جے کے تلک کیس (22 بمبئی 112) سے ہوتا ہے۔ جن سامعین سے دو اپیل کنندگان مخاطب تھے وہ انتہائی جذباتی عناصر پر مشتمل تھے اور وہ ایک امتناعی حکم کی قصداً خلاف ورزی کے لئے جمع ہوئے تھے اور ان کا مقصد ایک قاتل کو شہید قرار دینا اور اس کی پھانسی کی اجازت دینے والی حکومت کی مذمت کرنا تھا۔ ان کے الفاظ کا فطری نتیجہ حکومت کے خلاف نفرت اور اہانت پیدا کرنا اور عدم اطمینان پھیلانا تھا۔ اور اس سے یہی اخذ ہوتا ہے کہ ان کا یہی ارادہ تھا۔ اگر الفاظ کا فطری اور ممکنہ نتیجہ ہمارا بیان کردہ ہی ہو تو ہم یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے ان کا ارادہ عملاً بدل جاتا ہے کہ جب پولیس نے سامعین کو منتشر ہونے کے لئے کہا تو انہوں نے مزاحمت نہ کی۔

ہم قرار دیتے ہیں کہ عبدالرحیم کو دفعہ 124-A کے تحت درست طور پر سزا دی گئی ہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے بجا طور پر کہا ہے کہ عبدالغفور کے الفاظ اور اس کی تقریر کا انداز دونوں انتہائی اشتعال انگیز تھے۔ جن حالات میں یہ الفاظ کہے گئے تھے وہی تھے جن میں عبدالرحیم نے تقریر کی اور مقرر کے ان ارادوں کے بارے میں کوئی ممکنہ شک موجود نہیں۔ اس کی سزا بھی برقرار رکھی جاتی ہے۔ ہمیں سزا کے معاملے میں مداخلت کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ دونوں اپیلیں مسترد کی جاتی ہیں۔

ایچ فریزر
جوڈیشل کمشنر

سعدالدین
ایڈیشنل جوڈیشل کمشنر

8 دسمبر 1931ء

باب نمبر ۱۹ گرفتاری پر عوامی احتجاج

29 اگست 1931ء کو عبدالرحیم پوپلزئی کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ ان کی گرفتاری پر عوامی مظاہرے ہوئے اور عبدالرحیم پوپلزئی کو جبر استبداد کے دور میں جرات کا مظاہرہ کرنے پر خراج تحسین پیش کیا گیا۔ ان دنوں کے بعض اجتماعات کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔

انجمن کسانان کی طرف سے ایک جلسے کا اہتمام 8 ستمبر 1931ء کو تکیہ سنگان پشاور شہر میں کیا گیا۔ سپیشل برانچ فہرست اول بستہ نمبر 2 فائل نمبر 24 صفحہ نمبر 47 لائبریری و محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد کے مطابق 8 ستمبر 1931 کو سرخ روشنائی سے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک اشتہار شہر میں چسپاں کیا گیا تھا جس کی سرخی تھی " جلسہ عام " اس کے ساتھ " انقلاب زندہ باد " اور کسانان زندہ باد " کے الفاظ درج تھے۔ اشتہار میں تحریر تھا کہ انجمن کسانان کا ایک جلسہ تکیہ سنگان پشاور شہر میں آج رات کو منعقد ہوگا۔ اس جلسے میں سیکڑوں افراد نے شرکت کی اور جلسہ رات 10 بجے سے بارہ بجے تک جاری رہا تھا۔ اس کی رپورٹ فائل نمبر 1309 میں صفحہ نمبر 31 پر مذکورہ ہے کہ 8 ستمبر کی رات کو تکیہ سنگان میں ایک " بڑا جلسہ عام " تھا۔ جلسے کی مفصل رپورٹ لائبریری محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد میں موجود سپیشل برانچ فہرست دوم کے بستہ نمبر 71 فائل نمبر 1309 بابت سال 1931ء میں موجود ہے۔ اس جلسے میں تقریر کرنے اور عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری اور سزایابی پر صدائے احتجاج بلند کرنے کی پاداش میں اللہ بخش برقی پر زیر دفعہ A-124 باغیانہ ایکٹ ایک اور مقدمہ کھڑا کر دیا گیا تھا۔ یہ جلسہ تحریک خلافت کے رہنما اللہ بخش یوسفی کی صدارت میں ہوا۔

جلسے میں سرچوش گل میر نے ایک نظم پڑھی جس میں کہا گیا تھا کہ " افغانو! اٹھو اور آزادی حاصل کرو" ایک اور پشتون نوجوان حبیب اللہ نے بھی ایک نظم پڑھی تھی جس میں پیغام دیا گیا تھا۔ کہ اے نوجوانو قربانی دو۔ اس میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ مخبروں اور سرکار کے ایجنٹوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ جلسے کے ایک مقرر ملک دلاور خان نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور عبدالغفور آتش کی گرفتاری کا ذکر کیا اور کہا کہ ان کی گرفتاری اس لئے عمل میں لائی گئی ہے کہ وہ نوجوان بھارت سبھا کے رکن تھے۔ ان کی گرفتاری کا مقصد اس تحریک کو کچلنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انجمن زمینداران (انجمن کسانان) کا مقصد کسانوں کو منظم کرنا ہے۔ دہلی معاہدے کے باوجود ہم پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ مولانا عبدالرحیم اور عبدالغفور

آتش کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ حکومت کو بے نقاب کر رہے ہیں۔ معاہدے کی رو سے انہیں گرفتار نہیں کرنا چاہیے تھا۔ گول میز کانفرنس کے بعد پھر حکومت کی مرضی تھی کہ وہ جو کچھ چاہتی کرلیتی۔

دلاور خان نے ایک قرارداد پیش کی کہ۔

" یہ جلسہ عبدالغفور اور مولانا عبدالرحیم کی گرفتاری کے خلاف احتجاج کرتا ہے اور حکومت کی طرف سے ان کے ساتھ عام قیدیوں جیسے سلوک پر حکومت کی مذمت کرتا ہے۔"

اللہ بخش برقی نے اپنی تقریر میں عبدالرحیم پوپلزئی اور عبدالغفور آتش کی گرفتاری کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ صرف اس وجہ سے گرفتار کئے گئے ہیں کہ وہ نوجوان بھارت سبھا کے ارکان ہیں۔ اس اقدام کا مقصد تحریک کو کچلنا ہے۔ لیکن ان کی گرفتاری سے حالات کی تبدیلی رونما ہوگی۔ انہوں نے ان دونوں کو دی جانے والی جیل کی ناقص خوراک کی شکایت کی اور کہا کہ حکومت نوجوانوں کو کچلنے پر تلی ہوئی ہے۔ لیکن وہ دن دور نہیں جب نوجوان وہ کام کریں گے جو بھگت سنگھ نے کیا تھا۔

انہوں نے ہری کشن کے پنجاب جانے اور پھانسی کے پھندے پر جھول جانے کا قصہ بیان کیا۔ انہوں نے نوجوانوں سے کہا کہ وہ چاہیں تو اس حکومت کو ختم کر سکتے ہیں۔ انہوں نے عبدالغفار خان کی پالیسی کا ذکر بھی کیا۔ اللہ بخش برقی نے یہ بھی کہا کہ حکومت نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور عبدالغفور آتش کو گرفتار کر کے اپنی موت کو دعوت دی ہے۔ پشاور شہر کے فضل رحمان نے ایک نظم پڑھی جس میں پیغام تھا کہ مسلمان اٹھیں اور دشمن کو مٹا دیں۔

ایک اور مسلمان جس کا نام سی آئی ڈی والوں کو معلوم نہ ہو سکا، کی تقریر بھی اس جلسے میں شامل تھی۔ اس نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ مسلمانو متحد ہو جاؤ اور اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلو۔ اس نے یہ بھی کہا کہ یہاں ہندوستان کے مقامی باشندوں کے معاوضے کم اور انگریزوں کی بھاری تنخواہیں مقرر ہیں۔ اس نے اپنی تقریر میں آزادی حاصل کرنے کیلئے اٹھ کھڑے ہونے کی اپیل بھی کی۔

اللہ بخش برقی پھر اٹھے اور کہا کہ مسلمانوں نے حکومت کی مدد کی۔ اپنی عاقبت خراب کی اور اپنے مقدس مقامات پر بمباری کی۔ اس کا انگریز کی طرف سے ان پر ظلم وستم کی صورت میں صلہ دیا گیا۔ انہوں نے اس سلسلے میں ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ کے سانحہ کی مثال پیش کی اور کہا کہ مسلمانوں کو اس روز گولیوں سے چھلنی کیا گیا۔ انہوں نے انگریزوں کے بے رحمانہ انداز میں مالیہ وصول کرنے کا ذکر بھی کیا اور کہا کہ لوگ مالیہ ادا کرنے کیلئے بیوی بچے تک فروخت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

اکبر پورہ کا قصہ بیان کرتے ہوئے اللہ بخش برقی نے کہا کہ نوجوانوں کو سنگینوں سے لہولہان کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ خدائی خدمت گاروں کو ڈپٹی کمشنر پشاور نے طویل المعیاد قید کی سزائیں سنائی ہیں۔ ڈپٹی کمشنر اپنے آپ کو خدا سمجھ بیٹھا ہے۔ سرخپوش اس حکومت کے مظالم کا مقابلہ کرنے اور انہیں ختم کرنے کے لئے سرخ لباس میں ملبوس ہو کر سامنے آئے ہیں۔ یہاں گاندھی مندر میں اور مولانا شوکت علی مسجد میں دعائیں مانگیں گے اور نوجوان خود بتادیں گے کہ آزادی کیسے حاصل کی جاتی ہے۔ انہوں نے حاضرین سے کہا کہ اپنے دوسرے دھندے پیچھے چھوڑ کر آزادی کے حصول کی جدوجہد میں لگ جائیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں بھگت سنگھ کی مثال دی۔ انہوں نے یہ قرارداد پیش کی جو منظور کر لی گئی۔

"یہ جلسہ اکبر پورہ اور اضاخیل کے زمینداروں کو مبارکباد پیش کرتا ہے" دلاور خان نے قرارداد کی تائید کی اور اکبر پورہ کا واقعہ بیان کیا۔ تحریک خلافت کے اللہ بخش یوسفی نے ایک تقریر کی جس میں انہوں نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور عبدالغفور آتش کو ان کی گرفتاری پر مبارک باد پیش کی۔ اور کہا کہ پچھلی دفعہ مولانا عبدالرحیم صاحب کو جیل میں بی کلاس دی گئی تھی اور اب ان کے ساتھ عام قیدیوں کا سا سلوک ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب میں سیاسی قیدیوں کو بیڑیاں نہیں ڈالی جاتیں جب کہ یہاں سیاسی قیدیوں کے پیروں میں بیڑیاں ڈالی جارہی ہیں۔

انہوں نے لوگوں سے کہا کہ کسانوں کی مدد کریں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مسلمان کی فطرت میں غلامی نہیں ہے۔ مسلمان غلام نہیں رہ سکتا۔ انہوں نے کہا کہ بعض لوگوں کے نزدیک مذہب اور سیاست جدا جدا ہیں لیکن اسلام انہیں جدا نہیں کرتا۔ اسلامی شریعت میں آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت کا حکم ہے۔ انہوں نے اتحاد کی اپیل کی اور کہا کہ آزادی ہمارا پیدائشی حق ہے۔ اور ہم اسے حاصل کر کے رہیں گے۔ آخر میں انہوں نے کسانوں کی امداد کی اپیل کی اور کہا کہ انقلاب روس کسانوں نے برپا کیا اور انقلاب فرانس فوج نے کیا۔ اللہ بخش یوسفی نے حسب ذیل قرارداد پیش کی۔

"یہ جلسہ محمد اسلم شرر کو ان کی گرفتاری پر مبارک باد پیش کرتا ہے اور ان کے ساتھ عام قیدیوں جیسا سلوک کرنے پر حکومت کی مذمت کرتا ہے"۔ اس جلسے کی رپورٹ دھنی رام نے ۹ ستمبر ۱۹۳۱ کو پیش کی۔ اور چٹھی نمبر ۶۹۸/ ۶۱ ۳۰ آئی بی مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۳۱ کے ذریعے پبلک پراسیکوٹر کو دفعہ A ۱۲۴ آئی پی سی کے تحت اللہ بخش برقی پر مقدمہ چلانے کیلئے بھیجی گئی۔ پبلک پراسیکیوٹر نے ان شواہد کی بنا پر اللہ بخش برقی پر بغاوت کا مقدمہ چلانے سے اتفاق نہ کیا تو خفیہ پولیس صوبہ سرحد کی طرف سے بذریعہ چٹھی ڈی او

نمبر ۲۶-۶۹۸/۳۲۸۰ آئی بی مورخہ ۲۴ستمبر۱۹۳۱ڈپٹی کمشنر کوان کی خفیہ چٹھی نمبر PA-۶-۱۳۶۱۱ مورخہ ۱۷ستمبر۱۹۳۱ کا حوالہ دیتے ہوئے یہ جواز پیش کیا گیا کہ اس مقدمے کو پبلک پراسیکیوٹر کے خیال کی بنیاد پر نہیں بلکہ تقریر کے متن کی بنیاد پر دیکھا جائے۔ اس طرح گویا ایک بے جان مقدمے میں بھونڈے انداز سے جان پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ بہر حال عبدالرحیم پوپلزئی اور عبدالغفور آتش کے مقدمے پر اس عوامی ردعمل سے حکومت پریشان ہوگئی۔ یہ عوامی ردعمل یہیں ختم نہ ہوا بلکہ سپیشل برانچ فہرست اول بستہ نمبر۲ فائل نمبر۲۴ کے صفحات ۵۶ اور ۵۷ وغیرہ کے مطابق ۱۱ستمبر۱۹۳۱ کو شام سات بجے چوک یادگار سے ساتھ آٹھ سو افراد نے جلوس نکالا جس کے شرکاء ایک قومی جھنڈا اور پانچ سرخ پرچم لئے ہوئے تھے۔ یہ لوگ آٹھ بجے شام نمک منڈی چوک پہنچے جہاں عبدالرحیم پوپلزئی اور رحیم بخش غزنوی وغیرہ کی گرفتاری کے خلاف احتجاجی تقریریں کی گئیں۔

لائبریری محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد میں موجود سپیشل برانچ بستہ نمبر۲ فائل نمبر۲۴ ہی کے صفحہ نمبر۶۱ کے مطابق اسی روز گیارہ ستمبر کو رات ساڑھے آٹھ بجے نمک منڈی ہی میں ایک اور بہت بڑا جلسہ عام منعقد ہوا۔ جس میں سی آئی ڈی کے مطابق ڈیڑھ دو ہزار حاضرین موجود تھے۔ اس جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کانگرس کے صوبائی جنرل سیکرٹری پیر بخش خان وکیل نے کہا کہ حکومت نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی، عبدالغفور آتش اور تہکال کے غازی عبدالغفور خان کو جیل میں ڈال کر ناعاقبت اندیشی کا مظاہرہ کیا ہے۔

پیر بخش خان وکیل نے یہ بھی کہا کہ میں نے اور عبدالرب نشتر نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جیل میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ڈاکوؤں کی طرح بیڑیوں میں جکڑ کر رکھا گیا ہے۔ یہی حال عبدالغفور آتش اور رحیم بخش غزنوی کا تھا۔ اس جلسے میں پیر بخش خان نے ایک قرارداد پیش کی جو منظور کر لی گئی۔ "پشاور کے عوام کا یہ جلسہ عام حکومت کی ناعاقبت اندیشانہ اور مطلق العنان پالیسی کی مذمت کرتا ہے۔ جس کے تحت اس نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی، رحیم بخش غزنوی، عبدالغفور آتش، ڈیرہ اسماعیل خان کے محمد رمضان خان وکیل اور صوبہ سرحد کے دوسرے قومی رہنماؤں کو گرفتار کیا ہے۔ عوام کے خیال میں حکومت کا یہ طرز عمل گاندھی ارون پیکٹ کی کھلی خلاف ورزی ہے اور سرحد حکومت کے ذمہ دار افسران اپنے اقدامات کے ذمہ دار ہوں گے"۔

پیر بخش خان نے پولیس رپورٹروں کو مخاطب کر کے کہا کہ اپنے آقاؤں تک یہ بات پہنچا دو کہ

وہ سمجھوتے پرعمل درآمد نہیں کر رہے اور گڑبڑ ہونے کی صورت میں ساری ذمہ داری ان پر عائد ہوگی۔ اگر حکومت چاہتی ہے کہ لوگ پرامن رہیں تو وہ ظلم بند کر کے لوگوں کے ساتھ مفاہمت کا رویہ اختیار کرے۔ اس جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کانگرس کے صوبائی صدر علی گل خان نے بھی پیر بخش خان کے خیالات کی تائید کی۔ اس جلسے کے علاوہ لائبریری محکمہ دستاویزات میں سپیشل برانچ کے بستہ نمبر۲ فائل نمبر۲۴ صفحہ نمبر ۶۸ کے مطابق ۱۵ستمبر کو۱۹۳۱ء مسجد گنج علی خان میں بھی مسلمانوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی رہائی کی دعائیں مانگی گئیں۔

ان دنوں کی عوامی بے چینی اور رائے عامہ کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ہفتہ وار اخبار سیلاب پشاور نے اپنی۲۱ستمبر۱۹۳۱ کی اشاعت میں "مولانا عبدالرحیم صاحب صدر نوجوان بھارت سبھا اور حکومت" کے عنوان کے تحت "حکومت نے ان کی گرفتاری میں سخت غلطی کی" کی سرخی لگا کر لکھا ہے کہ مولانا عبدالرحیم صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ سرحد کا بچہ بچہ ان کو پہچانتا ہے۔ مگر میں جرآت سے کہتا ہوں کہ سرحد میں مولانا سیاسی تدبر اور قابلیت کے لحاظ سے ایک ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔ مجھے ان کی صحبت میں رہتے ہوئے دو سال ہوئے۔ قومی تحریک چلانے میں مولانا صاحب ایک خاص ملکہ رکھتے ہیں۔ ان کی پالیسی بالکل صاف ہے۔ ارادے کے نہایت ہی پختہ اور تعمیری کام کے نہایت ہی دلدادہ تھے۔ بلکہ یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ ان کے دماغ میں سوائے تعمیری نقشہ کے اور کوئی چیز سمائی ہی نہیں گئی ہے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ حبیب نور ڈے کا اعلان ہو چکا تھا۔ نوجوان جوش سے تیاری کر چکے تھے۔ مگر حکومت نے۱۴۴ کا نفاذ کر دیا۔ نوجوان آپے سے باہر ہو رہے تھے۔ مگر مولانا صاحب نے ان کو نہایت ہی موثر اور مدلل طریقے سے سمجھایا اور نوجوانوں کی توجہ تعمیری کام کی طرف مبذول کی۔ چنانچہ اس دن حبیب نور ڈے منانا ملتوی کر دیا گیا۔ مگر ہماری حکومت بھی عجیب واقع ہوئی ہے۔ دفعہ۱۴۴ کو آلہ کار بنا کر خواہ مخواہ نوجوانوں کو مشتعل کرتی رہتی ہے۔

ہری کشن ڈے کے دن پھر وہی صورت پیش آئی۔ اگر مولانا صاحب موجود نہ ہوتے تو شاید نہیں بلکہ اغلب تھا کہ دس کی جگہ دس سو والنٹیر گرفتار ہو جاتے۔ غرض یہ کہ مولانا صاحب کی سرپرستی تھی کہ سرحد میں نوجوانوں کی تحریک بالکل تعمیری رنگ میں چلتی رہی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ گورنمنٹ ان کو اور ان کے رفیق عبدالغفور آتش کو زیر دفعہ۱۲۴ الف گرفتار کر چکی ہے۔ ہمیں اس وقت ان کی گناہ گاری اور

بے گناہی پر بحث مقصود نہیں۔ میں جرات سے کہتا ہوں کہ گورنمنٹ نے ان کو نوجوانوں سے الگ کر کے نوجوانوں کو مشتعل کر دیا اور ایسی ہستی کو جیل میں بھیج دیا جو تعمیری پروگرام کی حامل تھی اور تحریک کو نہایت امن سے چلا رہے تھے۔

اگر حکومت کے کارندوں میں ذرہ بھر بھی دانش ہو اور مستقبل کا خیال رکھتے ہوں تو مناسب ہے کہ مولانا صاحب اور اس کے ساتھی کا مقدمہ واپس لے لے۔ اسی اخبار سیلاب ۲۱ ستمبر ۱۹۳۱ میں ایک بڑا چوکٹھہ لگا کر یہ سرخی جمائی گئی ہے۔ "مولانا عبدالرحیم صاحب صدر پراونشل نوجوان بھارت سبھا اور عبدالغفور آتش ممبر نوجوان بھارت سبھا کی سزایابی"۔ چوکٹھے میں اس سرخی کے تحت یہ مختصر خبر لکھی گئی ہے۔ پشاور ۱۸ ستمبر، آج معلوم ہوا کہ ڈپٹی کمشنر نے ۱۷ ستمبر ۱۹۳۱ کی شام کو دونوں رفیقوں کے مقدمہ کا فیصلہ جیل کلب میں سنا دیا۔ اسی دن مولانا صاحب کے پیروکار پیشی کی تلاش میں سرگردان پھر رہے تھے مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ شام کو فیصلہ ہوا۔ مولانا صاحب کو ایک سال قید سخت کی سزا ہوئی اور بی کلاس میں رکھے گئے۔ عبدالغفور آتش کو تین سال قید سخت کی سزا ہوئی اور سی کلاس میں رکھا گیا۔
(نامہ نگار)

اس چوکھٹے کے نیچے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور عبدالغفور آتش کی سرخی کے تحت حسب ذیل مضمون لکھا گیا ہے۔ "اسی پرچہ میں اسی عنوان کے ماتحت ہم نے ایک شذرہ سپرد قلم کیا ہے۔ اس میں گورنمنٹ کو مولانا صاحب کا مقدمہ واپس لینے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ پرچہ ابھی پریس میں نہیں گیا تھا کہ یہ خبر جو بالکل غیر متوقع نہ تھی ہمارے کانوں میں پہنچی کہ مولانا صاحب کو ایک سال اور عبدالغفور آتش کو تین سال قید سخت کی سزا ہوئی۔ مولانا صاحب ایک دیرینہ خادم قوم ہیں۔ مولانا عبدالحکیم صاحب گاڑی خانہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ عربی زبان میں زبردست مہارت رکھتے ہیں۔ خصوصاً عربی قصیدہ بہت اعلیٰ پیمانہ پر لکھ سکتے ہیں۔ غرض کہ مولانا صاحب کی قابلیت کا اعتراف بڑے بڑے علماء ہند تک کرتے ہیں۔ جس پر ہمیں فخر کرنا مناسب ہے۔

خدا نے مولانا صاحب کو ابتداء ہی سے مزدور نواز دماغ دیا ہے۔ مزدور تحریک کے بانی مبانی اور اس خیال کے سرحد میں پیدا کرنے والے ہی مولانا صاحب ہیں۔ ان کے فیض سے سینکڑوں نوجوان بہرہ اندوز ہوئے ہیں۔ مولانا صاحب کو پہلی جنگ سول نافرمانی میں نو سال قید سخت کی سزا ہوئی تھی اور بی کلاس میں رکھے گئے تھے۔ گاندھی ارون کی عارضی صلح میں رہا ہوئے۔ نمائشی شہرت کے سخت مخالف

ہیں۔ چنانچہ گجرات جیل سے رہا ہوتے وقت کسی کو بھی اطلاع نہ دی گئی صرف قبلہ گاہ صاحب کو غالباً ایک کارڈ لکھ چکے تھے کہ میں رہا ہوا۔ چنانچہ دوسرے تیسرے دن بالکل بے خبری میں شہر میں گھس آئے اور سیدھے گھر بھاگنے کی کوشش کررہے تھے کہ راستے میں نوجوان بھارت سبھا کے ممبروں نے گھیر لیا اور مولانا کی مرضی کے خلاف ان کا جلوس نکالا گیا۔

جیل سے رہا ہوکر مولانا صاحب تنظیم نوجوانان میں مصروف ہوئے۔ ہمیں یقین تھا کہ مولانا صاحب کی سرگرمیاں گورنمنٹ کو نہیں بھاتیں۔ ہم ان کو بہت کہا کرتے تھے کہ وہ احتیاط کیا کریں۔ وہ بالکل تعمیری کام کررہے تھے مگر خوئے بدرا بہانہ بسیار مولانا کا وجود ہی گورنمنٹ کی نگاہوں میں کھٹکتا تھا۔ ورنہ قارئین کرام مولانا صاحب کی وہ تقریر جس کی بناء پر مقدمہ دائر کردیا گیا ہے اٹھا کر دیکھ لیں۔ اور کانگرسی لیڈروں کی کوئی تقریر اٹھا کر مقابلہ کریں تو آپ کو زمین وآسمان کا فرق نظر آئے گا۔

کانگرسی لیڈر بہانگ دہل کہہ رہے ہیں کہ جنگ کیلئے تیار ہوجاؤ۔ مگر گورنمنٹ اس پر خاموش ہے۔ برعکس اس کے مولانا صاحب کی ہر تقریر نے تعمیری پہلو اختیار کیا ہوا ہے۔ ابھی نہ جنگ کی تیاری کا اعلان ہے اور نہ ہی پبلک کو اشتعال دلایا گیا ہے۔ مگر گورنمنٹ اور کانگرس سرمایہ دار لیڈر جتنا بھی تیز تقریریں کریں ان کا گول بھی معلوم ہے کہ چند مراعات کے علاوہ وہ اور کچھ چیز نہیں چاہتے۔ سو اگر گورنمنٹ نے مولانا صاحب کو صرف ان کے گول اور منشاء کو مدنظر رکھ کر جیل بھیج دیا ہے تو اس میں گورنمنٹ بالکل حق بجانب ہے۔ اور اگر تقریر کی بنا پر مقدمہ چلایا گیا ہے تو گورنمنٹ بالکل حق بجانب نہیں۔ موجودہ قانون میں انسان نیت پر ماخوذ نہیں جب تک کہ اقدام یا ارتکاب نہ کرے۔ مگر مولانا صاحب کے ساتھ صرف ان کی نیت اور گول کو مدنظر رکھ کر گورنمنٹ نے جیل بھیج دیا ہے۔ ورنہ استغاثہ ثبوت الزام سے قاصر ہے۔ (صنوبر حسین)

رفیق عبدالغفور آتش نوجوان بھارت سبھا کے نہایت ہی فدا کار ممبر ہیں۔ تحریک سول نافرمانی کے ایام میں آپ "نوجوان سرحد" کے ایڈیٹر رہے۔ اور باغیانہ مضامین شائع کرنے کے الزام میں گرفتار ہوکر تین سال قید سخت کی سزا پا چکے تھے۔ پشاور شہر کے سیاسی قیدیوں میں عبدالغفور آتش پہلے نوجوان تھے جن کو سب سے زیادہ سزا مل چکی تھی، آپ نے قید کے ایام بنوں جیل میں سخت مشقت کے باوجود نہایت استقلال سے گزار دئے۔ عارضی صلح میں رہا ہوئے۔ مگر ان کا جوش اس سخت قید نے ٹھنڈا نہ کیا۔ اور پھر میدان عمل میں اتر آئے اور مولانا صاحب کی سرپرستی میں شہر میں انجمن کسانان کی بنیاد ڈالی۔ کسانوں

کے غالبًا پہلے جلسے میں تقریر کی اور اب دوبارہ تین سال کیلئے گورنمنٹ کے مہمان ہوئے۔ (ایک نوجوان)

امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری پر عوامی ردعمل کے ضمن میں ہفتہ وار اخبار سیلاب نے اپنی پشتو اشاعت بروز دوشنبہ ۱۴ جمادی اول ۱۳۵۰ھ کو صفحہ اول پر "جمعیت العلماء افغان کا خاص جلسہ" کے زیرعنوان پشتو میں حسب ذیل خبر لکھی۔ آج ۱۱ ستمبر کو بعض اراکین جمعیت علماء افغان بمقام دفتر میں مشورہ کی غرض سے جمع ہوئے تھے۔ ذیل کی تجاویز منظور کی گئیں۔

۱۔ جمعیت علماء افغان کے اراکین مولانا عبدالرحیم صاحب کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہیں اور یہ عقیدہ ظاہر کرتے ہیں کہ مولانا صاحب کا شمار صوبہ سرحد کے اکابر علماء میں سے تھا۔ وہ علم وعرفان کے علاوہ استقلال وتدبر کے لحاظ سے صوبہ سرحد میں واحد شخصیت کے مالک تھے۔

۲۔ جمعیت علماء افغان کے اراکین مولانا عبدالحکیم صاحب صدر مجلس خلافت کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ جو مصیبت ان پر مولانا عبدالرحیم صاحب کی جدائی سے آئی تھی اس کا اجر خداوند کریم انہیں عطا فرمائیں۔

۳۔ جمعیت علماء افغان کے اراکین پشاور سنٹرل جیل کے افسروں کے ظالمانہ رویہ پر اظہار غم و غصہ کرتے ہیں کہ انہوں نے سیاسی قیدیوں کو بیدزنی کی سزا دی ہے۔ اور اس ناجائز رویہ کی وجہ سے تمام سیاسی قیدیوں نے فاقہ کشی اور بھوک ہڑتال سے اپنی زندگیاں خطرے میں ڈال دی ہیں اور حکام سرحد اور جیل کے افسروں پر یہ بات واضح کرتے ہیں کہ یہ ایسا ناجائز رویہ ہے کہ سرحد کے جذبات مشتعل ہونے والے ہیں۔ اور یہ ناگوار فضا پیدا کرنے کیلئے ایک پیش خیمہ ہے۔ (محمد اسرائیل ناظم جمعیت علماء افغان اتمان زئی)۔

باب نمبر ۲۰ دوبارہ اسیری کے شب وروز

گرفتاری کے بعد علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو پشاور سنٹرل جیل میں رکھا گیا۔ان دنوں پشاور سنٹرل جیل میں قیدیوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جارہا تھا۔سیاسی قیدیوں سے ان دنوں حکام کا سلوک اتنا برا رہا کہ پابندیوں اور اخبارات کی ضمانتیں ضبط کرنے کے اس دور میں بھی بعض اخبارات اس پر خاموش نہ رہ سکے۔علامہ عبدالرحیم صاحب اور دوسرے سیاسی قیدیوں کو پیروں میں بیڑیاں پہنادی گئی تھیں۔ان کی ملاقاتیں بند کردی گئیں اوران کو بدترین قسم کی سڑاندوالی ناقص اور غلیظ خوراک دی جانے لگی۔کئی سیاسی قیدیوں کو کوڑے مارے جاتے تھے۔ان حالات میں عبدالرحیم پوپلزئی اوران کے ایک سیاسی رفیق عبدالرحمٰن ریا کی حالت نازک ہوگئی۔اس کی خبر جب جیل سے باہر پہنچی تو نہ صرف پشاور بلکہ راولپنڈی، لاہور اورامرتسر تک کے اخبارات میں اس صورت حال کی خبریں اور تبصرے شائع ہوئے۔

روزنامہ "ملاپ" لاہور نے اپنی ۲ ستمبر ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں نامہ نگار کے حوالے سے لکھا کہ "پشاور ۶ ستمبر: مولانا عبدالرحیم پوپلزئی صدر پراونشل نوجوان بھارت سبھا پشاوراور کامریڈ عبدالغفور آتش کے ساتھ جیل میں اچھا سلوک نہیں کیا جارہا۔آج کل وہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔جب علی گل خان، سید قاسم جان اور پیر بخش ایم اے ایل ایل بی ان سے ملنے کیلئے گئے تو انہیں بتادیا گیا کہ پولیس کی اجازت کے بغیر ملاقات نہیں کرائی جاسکتی۔اس لئے وہ سب احتجاجاً واپس آ گئے۔

اخبار سیلاب پشاور ۱۴ جمادی الاول ۱۳۵۰ ھجری "مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ساتھ ملاقات کی درخواست نامنظور کے زیرعنوان لکھتا ہے کہ آج مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ساتھ ملاقات کرنے کیلئے درخواست دی گئی تا کہ اپیل کی نسبت ان کا مشورہ لیا جائے مگر سپرنٹنڈنٹ جیل نے ان کی درخواست نامنظور کی۔غالباً یہی وجہ ہے کہ سیاسی قیدیوں کے ساتھ جو ناروا سلوک ہورہا ہے وہ ظاہر نہ ہو ورنہ اور کوئی وجہ نہیں ہوسکتی، کیا ڈپٹی کمشنر توجہ فرمائیں گے۔(نامہ نگار)۔

محکمہ دستاویزات و لائبریری صوبہ سرحد میں موجود ٹرائبل ریسرچ سیل کے بستہ نمبر ۵۷ کی فائل نمبر ۱۶۱۳ سے پتہ چلتا ہے کہ پشاور کے اخبار "فرنٹیر ایڈوکیٹ" نے اپنی ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں "سیاسی قیدی بیڑیوں میں" اور "سیاسی قیدیوں پر سختیاں" کی ذیل میں تبصرے شائع کئے تھے۔اس

اخبار نے اپنے اداریہ میں " آہنی بیڑیاں " کے زیرعنوان جیل میں سیاسی اسیروں کی حالت زار بیان کی تھی۔ یہ اداریہ اخبار کے مدیر کشن چند ملہوترہ نے لکھا تھا۔ اخبار کے مندرجات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رحیم بخش غزنوی کو بھی آہنی بیڑیوں میں جکڑ کر رکھا گیا تھا۔ اسکے علاوہ اس میں سیاسی اسیروں پر ملاقات کی پابندی کا ذکر بھی تھا۔ ان دنوں راولپنڈی سے شائع ہونے والے ایک اخبار " خیبر " نے اپنی ۷ اکتوبر ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں لکھا تھا کہ " پشاور جیل میں سیاسی قیدیوں سے برا سلوک کیا جاتا ہے۔ ان کے رشتہ داروں کو ان سے ملاقات کی اجازت نہیں ہوتی خواہ وہ بیمار ہی کیوں نہ ہوں "۔

اخبار نے یہ بھی لکھا تھا کہ ہم حکام کے اس غیر ہمدردانہ رویے کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے کس کے ایماء پر انصاف ترک کر رکھا ہے۔ اور جیل کے قوانین وضوابط کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ سیاسی اسیروں کے ساتھ سیاسی قیدی کا سلوک کرنے کی بجائے انہیں بیڑیاں پہنائی جاتی ہیں اور ان سے ملاقات پر پابندیاں ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض نوجوانوں کو محض قومی نعرے لگانے پر کوڑوں کی غیر انسانی سزا دی گئی ہے۔ ان کی خوراک بھی بدترین ہے۔ ان سے سخت مشقت لی جاتی ہے۔ ہم سرحد حکومت کو اس حقیقت سے خبردار کرتے ہیں کہ عوام میں بے چینی کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ سیاسئین کی تمام شکایات دور کرے ورنہ حکومت خود اس کے نتائج کی ذمہ دار ہوگی "۔

ہفتہ وار اخبار سیلاب پشاور جمعۃ المبارک ۲۵ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ اور مذکورہ فائل نمبر ۱۶۱۳ بستہ نمبر ۵۷ ٹرائبل ریسرچ سیل کے مطابق مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۱ یہ اخبار سیلاب اپنی ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں صفحہ نمبر ۲ پر " مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی علالت " کے عنوان سے لکھتا ہے کہ " مولانا عبدالرحیم پوپلزئی صاحب کی طرز زندگی اور جسمانی حالت کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں ہر طرح سے آرام مہیا ہو۔ اگرچہ فاضل مجسٹریٹ نے ان کو بی کلاس میں رکھنے کی سفارش کی ہے مگر جہاں اس بے آئین ملک میں اور ہزاروں قسم کی بے آئینی برتی جاتی ہے وہاں باوجود ایک تجربہ کار سپرنٹنڈنٹ مسٹر ہاروے کے جیل پشاور میں داروغہ جیل ایک ایسا رویہ قیدیوں کے ساتھ روا رکھتا ہے جس کو بے آئینی کے بغیر دوسرا نام ہی نہیں دیا جاسکتا۔ اس سے پہلے بھی سیاسی قیدیوں میں گڑبڑ پیدا ہوئی تھی۔ وہ داروغہ جیل کی بے جا سختی، تعصب اور جیل خانوں کے قانون کے خلاف قیدیوں سے مغرورانہ رویہ رکھنے کے باعث پیدا ہوئی تھی۔ اب معلوم ہوا ہے کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو بی کلاس کی کل رعایات فراخدلی سے نہیں دی جاتیں۔ اس کے علاوہ مولانا صاحب کے سینے میں مدت سے درد کی شکایت ہے مگر عملہ ہسپتال کچھ توجہ

نہیں کرتا۔ مولانا صاحب کی یہ بیماری اگر بصورت عدم توجہ عملہ ہسپتال خطرناک صورت اختیار کرے تو اس کے ذمہ دار گورنمنٹ اور حکام جیل ہوں گے"۔

اسی سلسلے میں سیاسی قیدیوں پر ہونے والے ظلم وستم کے نتیجے میں بالآخر جیل میں پھر گڑبڑ ہوگئی اور قیدیوں نے کوڑے کھانے کے باوجود انقلاب زندہ باد کے نعرے لگانا شروع کردیے اور آخر کار انہوں نے بھوک ہڑتال کردی۔ اس صورت حال کی عکاسی امرتسر کے "اخبار مزدور کسان" کی مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۱ کی اشاعت سے ہوتی ہے۔ اخبار مزدور کسان: "پشاور سنٹرل جیل کی حالت زار" کی سرخی اور "سیاسی قیدیوں کی دردناک کہانی" کی ضمنی سرخیوں کے ساتھ ان واقعات کو کچھ اس طرح بیان کرتا ہے۔ (بحوالہ ٹرائبل ریسرچ سیل ریکارڈ بستہ نمبر ۷۵ فائل نمبر ۱۶۱۳ محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد لائبریری)

"پشاور ۱۹ اکتوبر بعض رہاشدہ قیدیوں سے معلوم ہوا ہے کہ مسٹر ہاروے اور حکم چند داروغہ کی بدسلوکی سے سیاسی قیدیوں کی حالت قابل رحم ہوگئی ہے۔ چند دن پہلے ماشوخیل کے قیدیوں کو انقلاب زندہ باد کا نعرہ لگانے پر کوڑے مارے گئے۔ ان کے ساتھ جمعدار حسام الدین اور ایک دوسرے لمبر دار نے بدتمیزی کی۔ اور انہیں کوڑے بھی مارے گئے۔ احتجاجاً دوسرے قیدیوں نے بھوک ہڑتال کردی ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ معاملے کی تحقیقات ایک غیر جانبدار کمیشن سے کروائی جائے۔

اسسٹنٹ کمشنر کے کہنے پر اور مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور محمد رمضان خان وکیل کی کوششوں سے اس یقین دہانی کے بعد تصفیہ طے پا گیا کہ معاملے کی منصفانہ تحقیقات کرائی جائے گی۔ اور حسام الدین جمعدار کو سزا دی جائیگی۔ مندرجہ بالا حالات کے باوجود بھوک ہڑتالی قیدیوں کو چکی پیسنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارباب عبدالغفور، عاشق شاہ بادشاہ اور آٹھ دوسرے افراد کو یہاں سے تبدیل کردیا گیا ہے۔ مولانا عبدالرحیم اور کامریڈ عبدالرحمٰن ریا کی حالت بہت تشویشناک ہے۔ انہیں بدترین خوراک دی جارہی ہے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل اور مسٹر حکم چند جیلر کے خلاف سیاسی قیدیوں میں غم وغصہ بڑھتا جارہا ہے۔" (بحوالہ نمبر I.B-۳۵۰ مورخہ پشاور ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۱)۔

مذکورہ فائل نمبر ۱۶۱۳ کے صفحہ نمبر ۱۷ پر ۶ نومبر ۱۹۳۱ یاداشتوں میں مذکور ہے کہ "اخبار انگار" کے ایڈیٹر ارباب محمد اسلم خان کو ۱۵ سیر گندم روزانہ پیسنے کی مشقت دی گئی۔ اسی روز کی یاداشت کے مطابق نوجوان بھارت سبھا کے سیکرٹری عبدالرحمان (ریا) کو تھائسس (Pthisis) کی بیماری لاحق

ہوگئی۔ مورخہ ۶ نومبر ۱۹۳۱ء کی یادداشت میں بتایا گیا ہے کہ اس روز چیف میڈیکل افسر نے اپنے دورہ کے موقع پر بی کلاس کے قیدیوں کو دھمکی دی کہ اگر اخبارات میں ان کے متعلق کچھ چھپا تو ان کی مراعات واپس لے لی جائیں گی۔ پشاور سنٹرل جیل میں رہتے ہوئے ۱۵ اگست ۱۹۳۱ء کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی میعاد قید ختم ہوگئی۔ انہیں رسمی طور پر رہا کرنے کے احکام جاری کرنے کے ساتھ ہی فوراً پشاور جیل کے جوڈیشل لاک اپ میں بند کردیا گیا اور کہا گیا کہ ایسا اقدام خصوصی اختیاراتی آرڈیننس کی دفعہ (۱) ۳ کے تحت اٹھایا گیا ہے۔ پشاور جیل سپرنٹنڈنٹ کے ایک خط نمبر H-۳/۵۵/۱۷ بنام آئی جی جیل خانہ جات صوبہ سرحد کے مطابق جو پشاور آرکائیوز ٹرائبل ریسرچ سیل کے بستہ نمبر ۳۹ کی فائل نمبر ۱۱۰۲ میں موجود ہے، بعد میں ۱۲ اگست ۱۹۳۲ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور سے گزشتہ تاریخ ۴ اگست ۱۹۳۲ء کا ایک حکم نامہ حاصل کیا گیا اور اس طرح ایک نا کردہ جرم کی سزا کا دور شروع ہوگیا۔ اس سزا کی معیاد ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۲ کو ختم ہونے سے پہلے ہی ایس پی او کی دفعہ (ط) (۱) ۴ کے تحت مزید قید رکھنے کا حکم طلب کرلیا گیا۔ اس سلسلے میں ٹرائبل ریسرچ سیل کے مذکورہ ریکارڈ کی فائل نمبر ۱۱۰۰ کے مطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۳۲ء کو ڈپٹی کمشنر پشاور جے. جی ایچی سن نے صوبہ سرحد کے چیف سیکرٹری کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے بارے میں سی آئی ڈی کی تیار کردہ ہسٹری شیٹ بھی بھیجی۔ اس خط میں جو مذکورہ فائل ۱۱۰۰ کے صفحہ نمبر ۱۵۳ پر موجود ہے ڈپٹی کمشنر ایچی سن نے لکھا کہ وہ (مولانا) ایک خوفناک کردار ہے۔ اور اگر اسے رہا کیا گیا تو عین ممکن ہے کہ وہ ضلع پشاور میں اپنی قابل اعتراض سرگرمیاں بحال کرنے کے ساتھ صوبے کے باہر حکومت مخالف عناصر سے خطرناک رابطے کرلے۔ اس لئے اس بات کی سفارش کی جاتی ہے کہ مقامی حکومت خصوصی اختیاراتی آرڈیننس کی دفعہ (ط) (۱) ۴ کے تحت ایک حکم جاری کرکے، اس کی رہائی کی تاریخ کے ساتھ ہی اس کو کیمپ میں نظر بند کردے۔ اس قید در قید کی سفارش کے ساتھ ہی مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی اس زمانے تک کی حسب ذیل ہسٹری شیٹ چیف سیکرٹری صوبہ سرحد کو ارسال کی گئی۔

عبدالرحیم پوپلزئی کی ہسٹری شیٹ:

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی ولد مولوی عبدالحکیم ساکن گاڑی خانہ پشاور شہر عمر تقریباً ۴۰ سال۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی دیوبند کا ایک نامور عالم ہے۔ ۱۹۲۱ میں انٹیلیجنس بیورو کے ڈائریکٹر کو اطلاع ملی کہ وہ پان اسلامک خفیہ سوسائٹی کا رکن ہے۔ یہ سوسائٹی اس وقت ترکی سے ہندوستان کے ذریعے

وسطی ایشیا تک کام کر رہی تھی۔ اس سال بنگال کا ایک سیاسی مفرور جو مولانا ابوالکلام آزاد کے تحت کام کرتا تھا اس (مولانا پوپلزئی) کے ذریعے مجاہدین چمرکند کے پاس بھیجا گیا تھا۔ یہ کوشش ناکام رہی لیکن چونکہ اس طرح مولوی عبدالرحیم پوپلزئی کا پتہ چل گیا اس لئے وہ خاموش ہوگیا۔ اور پھر ۱۹۲۹ میں رضا کاران خلافت کے سالار کی حیثیت سے ظاہر ہوا۔ اسی سال افغانستان میں گڑبڑ کے دوران اس نے ۲۵ مولویوں کے وفد کے ساتھ مہمند ایجنسی کے علاقے کا دورہ کیا تاکہ امان اللہ خان کیلئے سازگار حالات پیدا کر سکے۔ اس نے اس جماعت کے رہنما کی حیثیت سے حاجی ترنگ زئی اور مجاہدین چمرکند سے ملاقات کی۔ اسی سال اس نے سارھا بل کے خلاف مظاہروں میں حصہ لیا۔ جولائی ۱۹۲۹ میں اسے پشاور سٹی کانگرس کمیٹی کا صدر چن لیا گیا۔ نومبر ۱۹۲۹ میں اسے صوبہ سرحد کانگرس کی مجلس عاملہ کا رکن منتخب کرلیا گیا۔ اسی سال دسمبر میں اس نے لاہور کے کانگرس سیشن میں پشاور کے ڈیلی گیٹ کی حیثیت سے شرکت کی۔ اسی دوران اس نے کیرتی کسان کانفرنس میں شرکت کی۔ اس موقع پر اس نے پنجاب نوجوان بھارت سبھا کے ساتھ وابستگی پیدا کرلی۔ لاہور کے ان اجلاسوں سے واپسی پر مولانا عبدالرحیم پوپلزئی پشاور میں نوجوان بھارت سبھا قائم کرنے میں پیش پیش تھا۔ اس نے اخبار نوجوان سرفروش پشاور کے پتہ پر آل انڈیا نوجوان بھارت سبھا کے ساتھ خط و کتابت کی۔ نوجوان بھارت سبھا کی رکنیت کے دوران بیرونی کارکنوں کے ساتھ اس کا رابطہ ہوگیا۔ اور ساتھ ہی اس کا تعلق روشن لعل اور اسکی ماں نکو دیوی کے ساتھ قائم ہوگیا۔ جو یہاں پر بیرونی عناصر کے ساتھ رابطے کا ذریعہ ہیں۔ پرانا سیاسی کارکن ہونے کہ وجہ سے اس پر خاص اعتماد کیا جانے لگا۔ اسے ۱۹۳۰ کی گڑبڑ میں ایک باغیانہ تقریر پر سزا سنائی گئی اور پھر عام معافی (گاندھی اروِن پیکٹ) کے تحت رہا ہوا۔ اسے گزشتہ سال ۱۱ جون کو ہری کشن ڈے پر ایک باغیانہ تقریر کرنے کی پاداش میں پھر سزا ہوئی ہے۔ اس نے امرتسر کے مرکز کے ساتھ وہاں کے قصاب مولوی احمد دین کے ذریعے اس موقع پر تعلق پیدا کرلیا جب وہ پشاور کے دورے پر آیا۔

صوبہ سرحد کے سیاسی حالات سے متعلق ایک رپورٹ لے کر امرتسر گیا اور موخر الذکر (مولوی احمد دین) سے امرتسر میں ملا۔ یہ رپورٹ یہاں ہونے والی گڑبڑ کے نتیجے میں تیار ہوئی تھی۔ اس کا مقدمہ ہری کشن ڈے، پر اس کی تقریر کے بعد قدرے تاخیر سے شروع ہوا۔ اب وہ ۱۸ ماہ سے مذکورہ تقریر کے سلسلے میں سزا پانے کے بعد جیل میں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے مسماۃ نکو اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مل کر بیرونی رابطے بنائے ہیں۔ لیکن وہ محمڈن ایجی ٹیٹر کے طور پر اپنی سابقہ کارگزاری

کی وجہ سے بھی ایک نمایاں شخصیت تھا۔اس بات پر غور کیا جائے کہ کرتی کسان پارٹی کے مقامی جنرل سیکرٹری نے امرتسر میں جماعت کے ہیڈکوارٹرز کو لکھا تھا کہ ان علاقوں میں کرتی کسان پارٹی اس وقت مولوی عبدالرحیم کی ہدایات کے مطابق منظّم کی گئی جب وہ جیل میں تھا اور وہاں سے ہدایات جاری کرتا تھا۔اس بات کا شبہ ہے کہ وہ اب بھی جیل سے باہر اپنی جماعت کے لوگوں سے رابطہ رکھے ہوئے ہے اور یہاں سے قبائلی علاقے میں موجود صنوبر حسین اور سید امیر بادشاہ جیسے مفروروں سے بھی رابطہ موجود ہے۔وہ اب کیپٹن کولڈسٹریم کے قاتل عبدالرشید کی پھانسی پر جیل میں بھوک ہڑتال شروع کروارہا تھا۔

گویا ایک سال ان حالات میں پشاور جیل میں گزارنے کے بعد ۲۹ ستمبر ۱۹۳۲ کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو بعض دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ ہری پور جیل میں رکھنے کے احکامات جاری کئے گئے۔اس کا ذکر سپیشل برانچ کی فہرست دوم کے بستہ نمبر ۳۹ کی فائل نمبر ۶۴۱ کے صفحات ۱۶۶ اور ۱۶۷ میں موجود ہے۔اس کے مطابق مولانا عبدالرحیم پوپلزئی وغیرہ کو پشاور سے ہری پور جیل بھیجنے کیلئے صوبہ سرحد کی سی آئی ڈی کے آئی جی پی کے اسسٹنٹ مسٹر ایچ جی وکرز نے خصوصی اختیارات کے آرڈیننس کے تحت پشاور میں پولیس کے سینئر سپرنٹنڈنٹ کو بذریعہ خط نمبر ۳۱۴۲/۴۸۵۳ ایس بی مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۲ مطلع کردیا تھا۔ٹرائبل ریسرچ سیل پشاور آرکائیوز کے بستہ ۳۹ کی فائل نمبر ۱۱۰۰ میں صفحہ ۱۶۸ کے مطابق سنٹرل جیل ہری پور کے سپرنٹنڈنٹ سرانجام خان نے ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۲ کو ڈپٹی کمشنر پشاور کو بذریعہ خط نمبر H-۷/۹۳/۵۷ ڈائری نمبر ۲۲۸۷ لکھا کہ " آپ کے ٹیلی گرام مورخہ ۱۵ اکتوبر کی تعمیل کردی ہے، پکا حکم بھی ارسال کردیں"۔

ہری پور جیل میں بغاوت:

بہرحال حکومت نے پشاور جیل میں گڑبڑ اور بدامنی کے زمانے میں علامہ عبدالرحیم صاحب کو ہری پور جیل تو بھیج دیا لیکن بدامنی اور بے چینی کی اصل وجوہات دور کرنے کی کوشش نہ کی۔اور ہری پور جیل میں بھی وہی سخت گیری اور ایذا رسانی کی پالیسی جاری رکھی۔چنانچہ اسی سال ہری پور جیل میں بھی قیدیوں نے احتجاج شروع کردیا۔اور ان کی شکایات پر حکومت اور جیل انتظامیہ نے کان نہ دھرا تو بات جیل میں بغاوت تک جا پہنچی۔چنانچہ ہری پور جیل میں ۱۹۳۲ میں ہونے والی بغاوت کے قصے بہت مشہور ہیں۔اس جیل میں تو نوبت اس حد تک پہنچی کہ جیل حکام کو مدد کیلئے فوج بلانا پڑی تھی اور مولانا

عبدالرحیم پوپلزئی کو جیل سے منتقل کر کے ہری پور کیمپ جیل میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ان دنوں ہری پور جیل میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے دوسرے ساتھیوں کے علاوہ ان کے ایک سیاسی اور روحانی پیروکار اور جنگ آزادی کے مجاہد عمر فاروق خان آف ملک پور ہزارہ بھی موجود تھے۔ وہ سرحد اسمبلی کے رکن حاجی فقیرا خان کے بھائی تھے۔انہوں نے اس زمانہ اسیری میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے فیض صحبت سے بہت استفادہ کیا تھا۔اور ان کے اصل منبع بصیرت حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب حجتہ اللہ البالغہ کی سیاسی افادیت سے بھی آگاہی حاصل کی تھی۔عمر فاروق خان نے بعد میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی پر ایک کتاب بھی لکھی تھی جو ایک اشترا کی عالم دین مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے نام سے چھپی تھی۔ یہ کتاب مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے افکار وخیالات پر ایک مستند دستاویز سمجھی جاتی ہے۔کتاب کا نام البتہ پروفیسر محمد سرور تلمیذ مولانا عبیداللہ سندھی کا تجویز کردہ تھا۔(کتاب کے اس اشترا کی نام پر بعض علماء کرام نے اعتراض کیا تھا تاہم کتاب کے اندر مندرجات پر اعتراض نہیں کیا گیا)۔ ہری پور جیل میں بھی گڑبڑ ہو جانے پر علامہ عبدالرحیم کو ہری پور کیمپ جیل میں بہت سی پابندیوں کے ساتھ قید رکھا گیا۔

دراصل ۱۹۳۲ میں جیل کے قیدیوں میں بے چینی اور سختیوں کے ردعمل کے واقعات کے بعد صوبہ سرحد کیلئے ایک نیا قانون نافذ کر دیا گیا تھا۔اس کا نام دفعہ ۴ (ا) (ب) اور (د) کا خصوصی اختیاراتی آرڈیننس نمبر x مجریہ ۱۹۳۲ رکھا گیا تھا۔ یہ قانون دوسرے قیدیوں کے ساتھ علامہ صاحب پر بھی مزید پابندیوں کا پیغام لے کر آیا۔ یکم اکتوبر ۱۹۳۲ کو چیف سیکرٹری کے دستخطوں سے آپ کو لکھا گیا کہ حکومت اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ آپ پبلک سیفٹی اور امن کے خلاف ورزی والے کام یا تو کر چکے ہیں یا کرنے والے ہیں اس لئے آپ کیمپ کی حدود میں رہ کر مقامی حکومت کی طرف سے کیمپ میں کاروائی اور انتظام کیلئے جاری کردہ منسلکہ احکام بجالائیں۔

اس قانون کے تحت یکم اکتوبر ۱۹۳۲ کو کیمپ کے اندر رہتے ہوئے براہ راست یا بالواسطہ سیاسی اغراض و مقاصد سے سختی سے منع کر دیا گیا۔اس حکم نامے کو تاحکم ثانی جاری رکھنے کا نوٹس دیا گیا۔کیمپ کی اسیری کو تکلیف دہ بنانے کیلئے گورنر صوبہ سرحد کے حکم سے چیف سیکرٹری کے دستخطوں سے ۱۵ احکام جاری کر دیے گئے۔ وہ احکام یہ تھے:

ا۔ نظر بند اپنے کیمپ کی حدود میں اپنے کیمپ کمانڈنٹ کی طرف دی گئی جگہ پر رہے گا۔ وہ اس سے باہر صرف اپنے کمانڈنٹ کی طرف سے عام یا خاص حکم نامے کے تحت ہی جائے گا۔

۲۔ وہ کیمپ کے کمانڈنٹ کے کیمپ اور اس میں رہنے والوں کے آرام، حفاظت، صحت اور درست کارکردگی کیلئے جاری کئے جانے والے احکام کی پابندی کرے گا اور اپنے آپ کو اسی حالت میں رکھے گا۔

۳۔ وہ کیمپ میں کمانڈنٹ کی طرف سے مقرر کردہ اوقات اور مقامات پر اپنی حاضری کا جواب دے گا اور اپنا نام پکارے گا۔

۴۔ وہ دن کے اوقات میں صاف ستھرا رہے گا۔ اور جب کوئی باختیار معائنہ کرنے والا افسر آئے تو وہ کھڑا ہو جائے گا اور اگر ان افسران یا معائنہ کاروں نے ڈیوٹی کے سلسلے میں کوئی سوال پوچھا تو وہ اس کا جواب دے گا۔ ان کی عزت و تکریم کرے گا۔

(نوٹ: یہاں قید کے دوران علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نہ تو کبھی کسی کیلئے احتراماً اٹھے اور نہ ہی ان احکامات پر دستخط کیے جو ہر بار میعاد قید ختم ہو جانے کے بعد نئی میعاد کے سلسلے میں بھیجے جاتے تھے۔ اسی قید کے دوران ایک بار گورنر صوبہ سرحد مسٹر جارج کننگھم معائنے کیلئے آیا تو وہ یہ دیکھ کر سخت شرمندہ ہوا کہ علامہ عبدالرحیم نے اس کیلئے بھی احتراماً کھڑا ہونا گوارا نہ کیا)

۵۔ وہ قصداً اپنے آپ کو بیمار کرنے یا زخمی کرنے والا کوئی کام از خود نہ کرے گا۔

۶۔ وہ اپنے قبضے میں کسی قسم کے پیسے، نوٹ، یا تبادلے کا کوئی ذریعہ نہ رکھے گا۔ اگر کسی نظر بند کے پاس کچھ پیسے ہوں یا اسے وقتاً فوقتاً وصول ہوں تو وہ انہیں کیمپ کمانڈنٹ کے حوالے کر دے گا۔ جو ہر نظر بند کا الگ حساب رکھے گا۔ ان پیسوں میں سے کمانڈنٹ جن اخراجات کے لئے مناسب سمجھے خرچ کرے گا۔ مثلاً اخبارات خریدنا، سگریٹ، کھانے پینے کی چیزیں وغیرہ لینا، جن کی وہ وقتاً فوقتاً منظوری دیتا رہے گا۔

۷۔ نظر بند کوئی خط، تار، ڈاک کے ذریعے پیغامات یا کسی قسم کے مواصلات بشمول پارسل اس وقت تک وصول نہ کریگا جب تک کمانڈنٹ انہیں کھول کر معائنہ نہ کر لے اور اس کے بعد نظر بند کو انہیں لے لینے کی اجازت نہ دے دے۔ وہ ہفتہ میں تین خطوط سے زیادہ نہ لکھ سکے گا۔ اور ان خطوط کے معائنے اور اجازت نامے کے بغیر وہ انہیں جیل سے باہر سپرد ڈاک کرنے نہیں بھیج سکے گا۔

۸۔ وہ کمانڈنٹ کی پیشگی اجازت کے بغیر کسی سے ملاقات نہیں کریگا۔ اور اس صورت میں بھی اپنے رشتہ داروں کے سوا کسی کے ساتھ ملاقات نہ کر سکے گا۔ اور وہ بھی ہفتے میں صرف ایک مرتبہ۔ وہ

کمانڈنٹ کی اجازت کے بغیر آدھ گھنٹہ سے زیادہ ملاقات نہ کر سکے گا۔ دوران ملاقات وہ ایک سرکاری افسر کو ساتھ رکھے گا تاکہ وہ سن سکے۔ وہ کوئی کتاب، رسالہ یا اخبار حکومت کی پیشگی اجازت کے بغیر نہیں خرید سکے گا۔

۹۔ قاعدے نمبر ۸ کے سوا وہ کیمپ والوں کے علاوہ کسی سے بھی براہ راست یا بالواسطہ خط و کتابت، رابطہ یا میل جول نہ رکھے گا۔ جیسا کہ خصوصی اختیار کے آرڈیننس نمبر ۱۰ زیر دفعہ ۴ (ا) (ب) مجریہ ۱۹۳۲ میں مذکور ہے کہ وہ ایسا کیمپ کمانڈنٹ کے عمومی یا خصوصی تحریری احکام کے بغیر نہیں کر سکے گا۔

۱۰۔ وہ ہر وقت کیمپ، میڈیکل افسروں اور کیمپ کمانڈنٹ کی اجازت سے آنے والے کسی بھی سرکاری ملازم کو اندر آنے دے گا۔

۱۱۔ جب بھی کیمپ کمانڈنٹ یا اس کی غیر موجودگی میں کیمپ کے انچارج افسر یا اسسٹنٹ یا سب اسسٹنٹ سرجن کیمپ کی طرف سے اسے بلایا جائے تو وہ غیر ضروری دیر لگائے بغیر حاضر ہو جائے گا۔

۱۲۔ جب کوئی باوردی پولیس افسر اسے اپنا نام بتانے کو کہے تو وہ ایسا ہی کرے گا۔

۱۳۔ جب ایک باوردی پولیس افسر یا کیمپ کا میڈیکل افسر اسے اپنی بیرک یا ہسپتال کے وارڈ میں واپس آنے یا رہنے کا حکم دے تو وہ فوراً ایسے حکم کی تعمیل کرے گا۔

۱۴۔ ہر قسم کی شکایات اور درخواستیں کیمپ کمانڈنٹ کو اس کے مقررہ اوقات اور مقامات پر ہی بھیجی جائیں گی۔ مقامی حکومت کو اپیلیں ہر صورت میں کمانڈنٹ کے ذریعے بھیجنا ہوں گی۔ علاج معالجہ کیلئے میڈیکل افسر کو درخواستیں کیمپ کمانڈنٹ کی منظوری سے اور مقررہ مقامات پر دینا ہوں گی۔

۱۵۔ نظر بند کسی بھی وقت کیمپ کمانڈنٹ یا اس کی عدم موجودگی میں کیمپ کے افسر مجاز کو اپنی تلاشی، جگہ یا چیزوں کی تلاشی کا ہر موقع مہیا کرے گا۔ یہ احکامات خصوصی اختیارات کے آرڈیننس نمبر ۱۰ مجریہ ۱۹۳۲ کے تحت بنائے گئے ہیں اور آرڈیننس کی زیر دفعہ ۴ (ا) (ب) اور (د) نظر بند نے ان کی تعمیل کرنا ہوگی۔

جب بھی اس نے جان بوجھ کر ان احکامات کی کسی ہدایت کی حکم عدولی کی تو اسے خصوصی اختیارات کے آرڈیننس کی دفعہ ۱۷ کے تحت سزا دی جائے گی۔ ان احکامات کے اجراء کے ذریعے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی صاحب پر جو پابندیاں عائد کی گئیں ان سے کہیں زیادہ پابندیاں وہ تھیں جو عملاً ہوتی تھیں اور جن کا ذکر ان دکھاوے کے احکامات میں نہیں ہوتا تھا۔ مولانا کے احباب اور معتقدین ہی مولانا

سے مل سکتے تھے رشتہ داروں میں والد کا بڑھاپا اور بیٹے کی کمسنی ان کی ہری پور آمد اور ملاقاتوں میں حائل تھی۔ گویا ان شرائط کی آڑ میں ان کی ملاقات پر عملاً پابندی عائد رہی۔ یہاں تک کہ انہیں ان کے وکیل سے بھی ملاقات کی اجازت نہ تھی۔

ادھر ان کی سزا کی معیاد کبھی کی گزر چکی تھی۔ اور ۱۹۳۱ میں شروع ہونے والی ایک سال قید با مشقت ۱۹۳۳ میں بھی ختم ہونے کا نام نہ لیتی تھی۔ انہیں خطرناک سیاسی رہنما تصور کرتے ہوئے مختلف حیلوں بہانوں سے بلا جواز قید رکھا جا رہا تھا۔ ان کے دو چھوٹے چھوٹے بچے ایک بیٹی اور ایک بیٹا ان کی راہ تک رہے تھے۔ لیکن حکومت نے انہیں میعاد قید گزر جانے کے بعد بھی رہا نہ کیا اور ان کی رہائی ناممکن نظر آنے لگی۔ علامہ کے والد اپنے بیٹے کے غم میں نڈھال ہو رہے تھے۔ جمعہ یا عید کے موقع پر اپنی تقریر میں اپنے غم کا ذکر کرتے اور کبھی کبھار بے اختیار ان کی آنکھوں سے دوران تقریر آنسو نکل آتے۔ سید رسول شاہ ابوالوفا مشتاق مولائی نے ان کو بیٹے کی جدائی پر آنسو بہاتے ہوئے خود دیکھا تھا۔ ستم بالائے ستم معیاد قید گزرنے کے باوجود رہائی تو درکنار انہیں اپنے وکیل سے ملاقات کی اجازت بھی نہ دی گئی۔ اور ۱۹۳۱ء میں ایک سال کی قید پانے والے اس اسیر نے ۱۹۳۳ میں ٦ مارچ کو جب ملاقات کیلئے ہری پور جیل کے کیمپ کمانڈنٹ کو لکھا تو اس نے بذریعہ خط نمبر ۱۱-۷-۱۲۷۷ مورخہ ٦ مارچ ۱۹۳۳ کو اسی روز انہیں جواب دے دیا کہ " آپ کے ٦ مارچ ۱۹۳۳ کے خط کے حوالے سے حکومت کے نافذ کردہ ضوابط کے مطابق نظر بند کو اس کے عزیزوں کے سوا کسی بھی شخص سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ تاہم نظر بند اگر اپنے وکیل سے ملاقات کرنا چاہے تو شاید حکومت اس سے انکار نہ کرے۔ اسی روز وکیل سے ملاقات کا معاملہ حکومت کی صوابدید پر ڈالنے والے کیمپ کمانڈنٹ نے کیمپ کے اسیروں کے بارے میں مزید مطلوبہ چال چلن کے طریقوں پر عمل کرنے کے فرمائشی احکامات بھی علامہ عبدالرحیم پوپلزئی صاحب کے حوالے کر دیے۔ ان میں پہلے والے قواعد اور ضوابط کو کچھ اور سخت کر دیا گیا تھا۔ اس حکم نامے کا عنوان تھا کہ یہ مزید ضوابط ہری پور کیمپ کے نظر بندوں کے چال چلن کے بارے میں حکومت کے جاری کردہ ضابطوں کی بناء پر بنائے گئے ہیں۔ ان ضوابط کی تفصیل اس طرح درج کی گئی تھی:

۱۔ روزانہ نظر بند کے احاطے کے سامنے صبح ساڑھے سات بجے اور شام ساڑھے چھ بجے حاضری ہوا کرے گی۔ ہر روز ایک دفعہ اچانک حاضری ہو جایا کرے گی۔ اس مقصد کیلئے ایک کتاب رکھی جائے گی۔

۲۔ کمانڈنٹ کی اجازت کے بغیر مندرجہ ذیل کے سوا کوئی بھی نظر بندی کے کیمپ میں اندر نہیں آئیگا۔

(الف) گارڈ کے ارکان (ب) کمانڈنٹ کا متعین کردہ نائب داروغہ جو ملاقات پر پابندی رکھے گا (ج) کمانڈنٹ کی طرف سے باختیار نظر بندی کے خادمین (د) ایس اے سرجن

۳۔ انچارج پولیس افسر ایک کتاب رکھے گا جس میں ہر دفعہ آنے والے تمام ملاقاتی دستخط کریں گے۔ اگر دستخط نہ کر سکیں تو انچارج پولیس افسران کے نشان ہائے انگوٹھہ ثبت کرائے گا۔

۴۔ ٹھیکیدار یا ٹھیکیدار کے نمائندے یا کسی دوسرے غیر مختار شخص کو نظر بند سامان بہم پہنچانے کا نہیں کہہ سکے گا۔

۵۔ ٹھیکیدار یا ٹھیکیدار کے نمائندے یا کسی دوسرے غیر مختار شخص سے کوئی سامان نظر بند وصول نہیں کر سکے گا۔

۶۔ پولیس افسر سامان بہم پہنچانے کیلئے اپنے مقررہ وقت پر ہی تحریری آرڈر وصول کرے گا اور جیل کے دفتر کو دن کے ۱۲ بجے روزانہ بھیجے گا۔ ٹھیکیدار کو دیے جانے سے پہلے آرڈر کی خود کمانڈنٹ یا اس کی طرف سے افسر مجاز کی منظوری لی جائے گی۔

۷۔ نظر بند کو دیے جانے سے پہلے خود کمانڈنٹ یا کمانڈنٹ کی طرف سے مقرر کردہ اسسٹنٹ جیلر سامان کا معائنہ کرے گا۔ دودھ کے سوا باقی سامان دن میں صرف ایک مرتبہ وصول کیا جا سکے گا۔

۸۔ تمام سامان جیل کے گیٹ پر حوالے کیا جائے گا۔

۹۔ ٹھیکیدار یا اس کے نمائندے یا دوسرے غیر مجاز شخص کو نظر بندی کیمپ کے قریب نہیں جانے دیا جائے گا۔

۱۰۔ رات بارہ بجے سے چھ بجے صبح تک تمام نظر بند اپنے کواٹر میں رہیں گے۔ جب تک انہیں کمانڈنٹ، گارڈ کمانڈنٹ یا میڈیکل افسر باہر نکلنے کی اجازت نہ دے۔

۱۱۔ پولیس نظر بندی کیمپ میں ہر دفعہ اندر داخل ہونے یا باہر نکلنے پر خدمت گاروں یا حفاظتی ارکان کی تلاشی لے گی۔

۱۲۔ کمانڈنٹ سے ملنے کی درخواست ماسوائے خاص حالات کے روزانہ صبح ۱۰ بجے دی جائے گی جو شکایات یا درخواستیں سننے کا بندوبست کرے گا۔

کمانڈنٹ

میجر آئی ایم ایس

کمانڈنٹ نظر بندی کیمپ مورخہ ۶ مارچ ۱۹۳۳ء

وکیل سے ملاقات کرنے کی اجازت مانگنے پر پابندیوں کا یہ دوسرا حکم نامہ تھما دیا گیا تو علامہ عبدالرحیم صاحب نے اگلے دن ۷ مارچ ۱۹۳۳ کو اپنی فریاد اور شکایات لکھ کر کمانڈنٹ کو ارسال کیں اور اسطرح کمانڈنٹ جیل کے ہاتھوں مشق ستم بننے پر اسی کمانڈنٹ کو شکایت کی کیونکہ جیل میں شکایت کا کوئی دوسرا ذریعہ نہ چھوڑا گیا تھا۔ اور کیمپ کے نت نئے ضابطوں کے مطابق کمانڈنٹ کی شکایت بھی یا تو کمانڈنٹ ہی کو کرنا ہوتی یا پھر اس کے توسط سے ہی کرنا پڑتی تھی۔ ظاہر ہے اس طرح کسی شکایت کی شنوائی بھی عملاً ناممکن بنادی گئی تھی۔ کمانڈنٹ کے نام اپنے خط میں مولانا نے پوچھا تھا کہ ملاقات کی ضرورت کے پیش نظر اعلیٰ حکام کیا سلوک کریں گے۔ کیا مجھے وکیل سے ملنے دیا جائے گا اور یہ کہ اگر وکیل سے بھی ملنا ممکن نہ رہے تو کیا اپنے وکیل کو اپنے کیس کے متعلق خط کے ذریعے آگاہ کرسکتا ہوں۔ اس اسیر فرنگ کی اس چٹھی کے جواب میں دوسرے روز یعنی ۸ مارچ کو کمانڈنٹ نے بذریعہ چٹھی نمبر ۱۱-۷/۱۳۶۰ مندرجہ ذیل جواب لکھ بھیجا۔

۱۔ آپ نے میرے ۳۳-۳-۶ والے خط کو غلط سمجھا ہے

۲۔ میں کچھ نہیں جانتا کہ حکام اعلیٰ خط کتابت کے جواب میں کیا قدم اٹھائیں گے۔ میں نے آپ کو بتادیا تھا کہ قیدیوں کے ساتھ رابطہ کرنا جرم ہے۔

۳۔ مجھے آپ کا خط آپ کے وکیل کو بھیجنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے آپ کو خط سینسر کرانے کے بعد اسے بھیجنے کا حق حاصل ہے۔

۴۔ صورت حال یہ ہے کہ آپ کو رشتہ داروں کے سوا کسی سے ملنے کی اجازت دینا میرے اختیار میں نہیں ہے اور اس لئے اگر آپ کا وکیل یہاں آجائے تو میں اسے آپ سے ملاقات کی اجازت نہیں دے سکتا۔

۵۔ اسے ملاقات کی اجازت سے انکار کی نوبت نہ آنے کیلئے اور اس کے وقت اور خرچ کے ضیاع کو روکنے کیلئے، میں نے آپ کا خط اعلیٰ حکام تک پہنچانے کا سوچا تا کہ آپ کے وکیل کو آنے کا کہنے سے پہلے ملاقات کی منظوری لی جاسکے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر کوئی ایسی خاص وجوہات نہ ہوئیں جو مجھے

معلوم نہیں ہیں تو اس سے انکار نہیں کیا جائے گا۔ اور ذاتی طور پر مجھے اس کی پیش کش پر کوئی اعتراض نہیں۔

برائے کرم جو قدم آپ اٹھانا چاہتے ہیں اس سے مجھے زبانی طور پر مطلع کریں۔

میجر آئی ایم ایس

کمانڈنٹ کیمپ نظر بندی ہری پور ہزارہ

اس کے جواب میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے دوسرے دن یعنی ۹ مارچ ہی کو کیمپ کمانڈنٹ کو وضاحت کیلئے یہ خط لکھا۔ بجواب خط نمبر ۱۳۶۰-۷/ ایچ رسد ۸ مارچ ۱۹۳۳ (۱) آپ نے میری چٹھی بنام مسٹر پیر بخش خان وکیل کے متعلق جو مشورہ دیا ہے. اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن میں نے جہاں تک غور کیا ہے، یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اگر مقامی گورنمنٹ سے ملاقات کی منظوری ضروری ہے تو کس کے لئے، ملاقاتی کے لئے یا میرے لئے یا اور کسی کے لئے، کیونکہ مجھے یقین نہیں کہ اس قسم کی ملاقاتوں میں مقامی گورنمنٹ سے منظوری حاصل کرنے کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ اس بنا پر میں آپ کی توجہ اس جانب مبذول کراؤں گا کہ آپ میری چٹھی محررہ ۶ مارچ ۱۹۳۳ کو بنام مسٹر پیر بخش خان وکیل روانہ کر دیجئے۔ (۲) میں اپنے خط محررہ ۷ مارچ ۱۹۳۳ کے متعلق پھر توجہ دلاتا ہوں کہ از روئے مہربانی فقرات ۵، ۷، ۸ کے جوابوں سے مشکور کیجئے۔ فقط

عبدالرحیم پوپلزئی

۹ مارچ ۱۹۳۳ء

یہاں وکیل سے ملاقات کا معاملہ اس قدر پیچیدہ بنا دیا گیا تھا۔ اور ادھر ۲۷ جنوری ۱۹۳۳ کو نتھیا گلی میں واقع چیف کمشنر سیکرٹریٹ حکومت صوبہ سرحد سے علامہ عبدالرحیم صاحب کو ایک اور حکم نامہ جاری کیا جا چکا تھا جس میں پابندیوں کا اعادہ کیا گیا تھا۔ اور ان پابندیوں کو ۲۸ دسمبر ۱۹۳۳ تک نافذ العمل رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ حکم نامہ مسٹر او کے کیرو چیف سیکرٹری صوبہ سرحد کے دستخطوں سے جاری ہوا تھا۔ ادھر علامہ صاحب پر یہ بیت رہی تھی اور ادھر آپ کے غم میں آپ کے والد محترم نڈھال ہو چکے تھے۔ مدت قید ختم ہونے کے طویل عرصہ بعد بھی علامہ کی رہائی کا کوئی راستہ نہ تھا۔ رہائی کی آس میں دن گنتے گنتے اور روتے روتے آپ کے والد مفتی عبدالحکیم پوپلزئی بالآخر ۱۰ مئی ۱۹۳۳ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

علامہ کی قید بہت طویل ہو چکی تھی۔ یکم اپریل ۱۹۳۳ء کو آپ کے بارے میں کیپٹن بارنس نے چیف سیکرٹری کو لکھا کہ جہاں تک مجھے علم ہے ہری پور میں نظر بندی کیمپ کا سوال کبھی بھی ناقدانہ جائزے کیلئے اس طرح حکومت کے سامنے نہیں رکھا گیا جیسے موجودہ اور ہمارے نظر بندوں کی نظر بندی کا تعلق ہے۔ دوسرے مخفی دہشت پسندوں کے مقابلے میں ان لوگوں کے ساتھ مختلف سلوک کی وجوہات کچھ بھی ہوں لیکن یہ بات ضرور شبہ رکھتی ہے کہ ان کی وجوہات آیا اتنی وزنی ہیں کہ ان سے حکومت اور محکمہ جیل دونوں پر ملازمین، اخراجات اور تکلیف بڑھانے والے خصوصی کیمپ کا جواز پیدا ہو سکے۔

دوسرے صوبوں (یقیناً بنگال اور پنجاب) میں نظر بندوں کے مقدمے دو سیشن ججوں کے سامنے رکھے جاتے ہیں جو ہر ایک دہشت پسند کے خلاف سی آئی ڈی کے جمع کردہ شواہد پر اپنا خیال ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے یہ تجویز کرنا مقصود نہیں کہ ہم اس صوبے میں اس پیچیدگی کا اضافہ کریں لیکن ہمیں ہر مقدمے کو سی آئی ڈی کے دفتر اور اپنے دفتر دونوں میں مزید تنقیدی جائزے کیلئے پیش کرنا چاہیے۔ مجھے غیر سرکاری طور پر بتایا گیا ہے کہ ہمارے نظر بندی کیمپ سے زیادہ اس کے باہر زیادہ خطرناک افراد ہیں۔ تجویز کیا جاتا ہے کہ آئی جی پی کے سامنے اس معاملے کو رکھا جائے۔

اس نوٹ کے جواب میں چیف سیکرٹری صوبہ سرحد مسٹر او کے کیرو نے ۶ اپریل ۱۹۳۳ء کو لکھا کہ کیپٹن بارنس کی تجویز قابل غور ہے اور ہم آئی جی پی کو اس پر خیال ظاہر کرنے کیلئے کہہ سکتے ہیں۔ اس نوٹ کے بعد فائل گورنر صوبہ سرحد مسٹر جارج کننگھم کے سامنے رکھی گئی تو انہوں نے ۱۸ اپریل ۱۹۳۳ء کو اس سے اتفاق کرتے ہوئے دو الفاظ لکھے کہ "(ہاں یقیناً)" اسکے بعد جے ایچ آدم آئی جی پولیس نے ۱۰ اپریل ۱۹۳۳ء کو فائل پر لکھا کہ نظر بندی کیمپ میں کون افراد ہیں؟۔ اس پر اے آئی جی ایچ جے وکرز نے اسی روز ایس پی اے سی فریئر کو لکھا کہ ان افراد کی مکمل ہسٹری شیٹ اپنے اندراجات کے ساتھ پیش کریں۔ ایس پی اے سی فریئر نے ۱۳ اپریل ۱۹۳۳ء کو ایک مفصل نوٹ کے ساتھ ہری پور کیمپ جیل میں نظر بند چار قیدیوں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی، بخشی فقیر چند وید، عبدالرحمٰن غالب اور اللہ بخش برقی کی ہسٹری شیٹ پیش کر دی۔ ایس پی اے سی فریئر نے مندرجہ ذیل تفصیلی اندراجات کیے تھے۔

"یہ سچ ہے کہ ہری پور کے نظر بندوں کا سوال کبھی حکومت کے سامنے تنقیدی جائزے کیلئے نہیں رکھا گیا اور تبدیلیاں زیر غور آنی چاہیئے۔ یہ حکومت کو اس قسم کے معاملات کے مشاہدے میں آنے کی سطح پر ہی ایک اور معاملہ پیش کرنے والی بات ہے۔ اس معاملے میں ہم نے یہی کیا کہ چار افراد کی نظر

بندی کے احکامات مانگے اور وہ منظور کر لئے گئے۔ مجھے یقین نہیں کہ کپٹن بارنس کی یہ بات درست ہے کہ دوسرے صوبوں میں تمام نظربندوں کے مقدمات کی چھان بین دو سیشن جج کرتے ہیں۔ ایسا حکومت ہند کی ہدایات کے نتیجے میں ۱۸۱۸ کے ضابطہ نمبر III کے تحت پنجاب میں نظربند ہونے والے بعض افراد اور بنگال میں کیا گیا تھا۔ ٹرینکویلٹی ایکٹ کا معاملہ مختلف ہے۔ اس میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور یہ ایمرجنسی سے نمٹنے کیلئے خصوصی اختیارات دیتی ہے اور اس بات کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ آخر کیوں حکومت رضاکارانہ طور پر ان اختیارات سے اپنے آپ کو محروم کر لے۔ بعض ایسے افراد کے بارے میں اطلاعات جمع ہوئیں ہیں جو اب تک آزاد پھر رہے ہیں۔ اس طرح وہ نظربند افراد کی نسبت زیادہ خطرناک ہو جاتے ہیں مثلاً غلہ ڈھیر کا خاندان جس کو اعلیٰ ذہنی صلاحیتیں بھی حاصل ہیں۔ نیکو دیوی کی سرپرستی میں پشاور کا وہ گروپ، جو اب تک پنجاب کے انقلابیوں سے روابط رکھے ہوئے ہے، اور بنوں والا گروپ۔ کسی بھی لمحے ہمیں ایسی اطلاع مل سکتی ہے جو ان میں سے بعض کو ہری پور میں نظربند کرنے کے سلسلے میں ہمارا موقف مضبوط کر دے گی۔ اس کیمپ کا کام ایک ہوا Deterrant کا ہے اور فی الحال اسے ختم کرنا خطرے سے خالی نہ ہوگا۔ تاہم ٹرینکویلٹی ایکٹ کی دفعہ ۵ (ا) "پبلک ٹرینکویلٹی کے خلاف نقل وحرکت کرنا" جس میں سب کچھ آسکتا ہے۔ اس کے وسیع اختیارات حاصل ہونے کے باوجود ہمیں صرف ان مخفی طور پر خطرناک وہشت پسندوں کو (یہاں رکھنے کیلئے) بھیجنا چاہیے، جو خفیہ خفیہ کام کرتے ہیں۔

نظربندوں کی ہسٹری شیٹیں حسب ذیل ہیں:

عبدالرحیم پوپلزئی کی ہسٹری شیٹ:

ا۔ **مولوی عبدالرحیم:** اب اسکی عمر ۳۴ سال ہے۔ وہ ۱۹۲۱ سے کل ہند کی سطح پر برطانیہ مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ اس پر اس نوجوان بھارت سبھا کے آرگنائزر ہونے کا خاص طور پر شبہ ہے جو دہشت پسندوں کی آماجگاہ قرار دی جاسکتی ہے تاہم اس نے ماضی میں کھلے عام کام کیا ہے اور ہمیں اس کی حقیقی دہشت پسند تنظیم یا سرگرمیوں کا کوئی شبہ نہیں ہے۔ اب سیاسی میدان میں اس کی غیر حاضری سے بلا شک وشبہ موجودہ فضاء بہتر ہوئی ہے۔ لیکن اب میرے خیال میں اس کو رہا کیا جاسکتا ہے اور اسے ان احکامات کے ساتھ پشاور شہر میں اس کے محلے میں پابند رکھا جاسکتا ہے کہ وہ تھانہ ڈی ڈویژن میں ہر روز شام سات بجے پیش ہوا کرے۔

۲۔ فقیر چند: وہ نوجوان بھارت سبھا کا ایک لیڈر رہے اور وہ شخص ہے جس نے تشدد کا پرچار کیا۔ اس کا دہشت پسندوں سے کوئی حقیقی تعلق معلوم نہیں ہوسکا ہے۔اس کے والد نے مسلسل اس کو اچھے چال چلن کا حلف نامہ دستخط کرنے کیلئے کہا ہے لیکن اس نے اپنی ضد پر برقرار رہ کر انکار کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کی رہائی سے پہلے پہلے اس کو حلف نامہ پیش کرنے کیلئے آمادہ کرنے کی مزید کوشش کی جانی چاہیے۔

۳۔ عبدالرحمٰن: ہسٹری شیٹ کلی طور پر نا کافی ہے۔لیکن اس کو درست کرنے میں، میں نے کوئی کوتاہی نہ کی۔ میں نے کل اسکے باپ کی درخواست کے سلسلے میں اسکے خلاف اپنی اطلاعات کی تفصیلات کے ساتھ ایک نوٹ پیش کیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اگر کپٹن کولڈسٹریم کے قتل کا منصوبہ ساز نہیں تو تقریباً مکمل طور پر اس سے باخبر ضرور تھا۔ میں اس کی رہائی کی سفارش نہیں کرسکتا لیکن اگر نیکو دیوی اور اسکے ساتھیوں نے جن کا اس (عبدالرحمٰن) پر بہت زیادہ اثر ہے کوئی چونکا دینے والی حرکت نہ کی تو ہم دو ماہ کے عرصے میں اس کے معاملے پر دوبارہ غور کرسکتے ہیں۔

۴۔ اللہ بخش برقی: کانگرس اور نوجوان بھارت سبھا کا ایک بہت نمایاں کارکن ہے۔ اور وہ شخص ہے جس نے سب سے بڑھ چڑھ کر شہر میں احتجاجی تحریک بھڑکانے کی کوشش کی تھی۔ اب جب کہ کھلی احتجاجی تحریک کا مرحلہ خصوصی طور پر شہر میں گزر چکا ہے تو اسے رہا کرکے اسی طرح پابند رکھا جاسکتا ہے جس طرح نظربند نمبر ۱ مندرجہ بالا (عبدالرحیم پوپلزئی) کو رکھا جائے گا۔

یہ طویل بیان اے سی فریئر نے ۱۳ اپریل ۱۹۳۳ء کو لکھا تھا۔ اس کی روشنی میں فائل پر پولیس کے اے آئی جی نے حسب ذیل نوٹ درج کیا۔

"حکومت کا احکامات اور تاثرات کیلئے آئی جی کے مشورہ کیلئے نقطۂ نظر یہ ہے کہ سی آئی ڈی ہماری موجودہ تنظیم اور عملے کے پیش نظر نہ تو اتنے زیادہ مخفی دہشت پسندوں پر نظر رکھ سکتی ہے اور نہ ہی ضلعی پولیس مکمل ذمہ داری لے سکتی ہے۔ فی الحال نمبر ۱ اور نمبر ۴ (مولوی عبدالرحیم اور اللہ بخش برقی) کو رہا کیا جاسکتا ہے اور انہیں اپنے اپنے محلے میں رہنے کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ روزانہ پولیس کے سامنے پیش ہوا کریں۔ اور دوسرے دو (فقیر چند اور عبدالرحمٰن) کو کیمپ میں ہی رکھا جانا چاہیے۔ کیمپ کو اس وقت تک ضرور برقرار رکھا جائے جب ۲۸ جون ۱۹۳۳ء کے بعد اس سوال کا پورا جائزہ لے لیا جائے کہ پبلک ٹرینکویلٹی ایکٹ کے تحت کون کون سے اختیارات رکھے جائیں۔ اواخر مئی تک آخری اطلاعات

ملنے تک سیاسی حالات (جومردان اور پشاور صدر میں حال ہی میں خراب ہوگئے ہیں) احتیاط سے زیرغور لائے جائیں اور ۱۰ جون تک اس بارے میں فیصلہ کرلیا جائے کہ

ا) پی ٹی اے کے تحت موجودہ اختیارات کا برقرار رہنا

ب) ہری پور نظر بندی کیمپ کا برقرار رہنا یا نہ رہنا

ج) اگر کیمپ برقرار رہے تو ان افراد کے نام جو نظر بند رکھے جائیں۔

پھر پی ٹی اے کے تحت تمام ضروری احکامات کا مسودہ تیار کیا جائے اور ہمارے جون ۱۹۳۲ اور جنوری، فروری ۱۹۳۳ کے تجربات کو دہرائے جانے سے بچنے کیلئے مناسب وقت پر ہی احکام جاری ہوجائیں"۔

(ایچ جے ورکرز)

اس تفصیل کے بعد انسپکٹر جنرل نے ذیل کا نوٹ لکھا۔

"نظر بندی کیمپ میں کل چار افراد ہیں اور ہم نے آہستہ آہستہ پی ٹی ایکٹ کے ترک کرنے کیلئے حالات سازگار کرنے ہیں۔ ان حالات میں، میں اس بات کی سفارش کیلئے تیار ہوں کہ یہ چار آدمی رہا کردیے جائیں۔ اور انہیں اپنے محلوں میں رہنے اور پولیس کے سامنے حاضر ہونے کے احکامات دیئے جائیں۔ اس دوران میں نگرانی کے اضافی انتظامات کرلئے جائیں۔ اس پر کچھ اضافی خرچہ آئے گا لیکن اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں"۔

جے ایچ آدم مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۳۳

آخری نوٹ چیف سیکرٹری حکومت صوبہ سرحد کا تھا۔ اس میں تحریر تھا کہ "پولیس کو کہا جائے کہ براہ کرم ہری پور نظر بندی کیمپ کے ختم کرنے سے متعلق کاغذات مجھے دے دیں۔ یا بہتر ہوگا کہ کیپٹن بارنس اور پھر یو ایس کے نوٹ کے نتیجے میں ہونے والے تمام مندرجات کی نقول دے دیں۔ مجھے علم ہے کہ فقیر چند کو رہا کیا جاچکا ہے۔ اگر نظر بندی کیمپ سے مزید کوئی رہائی زیرغور ہو تو مجھے بروقت بتایا جائے تاکہ اگر ضروری ہو تو میں پبلک ٹرینکویلٹی ایکٹ کی دفعہ ۵ کے تحت جاری ہونے والے کسی احکام کے متعلق کچھ تجویز کرسکوں"۔ (اے سی فریئر ۱۸ مئی ۱۹۳۳)

اسکے نیچے آئی جی پی نے فائل موصول ہونے کا دستخط ثبت کیا ہوا تھا۔

۱۰ مئی کو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے والد محترم انتظار کے شب و روز گنتے گنتے وفات پا گئے۔ ان کے جنازے میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ ایک رپورٹ میں ۲۰۰۰ تعداد بتائی گئی ہے۔ اس میں

یہ بھی تحریر ہے کہ جنازے میں کانگرس اور نوجوان بھارت سبھا کے اراکین کے علاوہ خاکساروں نے بھی شرکت کی۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو ۱۱ مئی کو رہا کیا گیا اور قبلہ گاہ مفتی عبدالحکیم پوپلزئی کے دفنائے جانے کے دوسرے دن علامہ عبدالرحیم گھر پہنچے اور تعزیت کرنے والوں سے ملتے رہے۔ اسی روز انہوں نے دیکھا کہ ایک پانچ سالہ بچہ بھی تعزیت کرنے والوں کے درمیان بیٹھا تھا اور ٹکٹکی لگا کر علامہ عبدالرحیم صاحب کو دیکھ رہا تھا۔ علامہ عبدالرحیم نے اندازہ لگایا کہ یہ بچہ ان کا اپنا فرزند عبدالرؤف ہی ہوسکتا ہے۔ پانچ سالہ عبدالرؤف صاحب بھی اسی نتیجے پر پہنچ چکے تھے۔ بہر حال مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۳۳ء کو ڈپٹی کمشنر کو مسٹر ٹیک چند نے یہ تحریر لکھ کر بھیجی۔

نظر بندی کیمپ سے حال ہی میں جو دو آدمی رہا ہوئے ہیں وہ (۱) فقیر چند اور (۲) عبدالرحیم ہیں۔ جہاں تک نمبر (۱) کا تعلق ہے تو کیا ڈپٹی کمشنر صاحب مہربانی کر کے جلد اول کے صفحہ نمبر ۱۴۰ پر اپنا ۴ مئی ۱۹۳۳ء والا نوٹ ملاحظہ فرمائیں گے۔ نمبر (۲) عبدالرحیم کو کسی اور وجہ کی بجائے ان کے والد کی وفات کی بنا پر رہا کیا گیا ہے۔ نظر بندی کیمپ میں اب دوسرے دو افراد خطرناک ہیں جن کی رہائی کی سفارش حال ہی میں سیکرٹریٹ کی فائل پر اپنی رائے لکھتے ہوئے ڈپٹی کمشنر نے نہیں کی تھی۔ تاہم چیف سیکرٹری کو جواب دینے سے پہلے شاید سی آئی ڈی کے آئی جی کو اپنی رائے ظاہر کرنے کی استدعا کرنا پڑے گی۔ ڈپٹی کمشنر جے. جی ایچ سن نے ۲۱ مئی ۱۹۳۳ کو حسب ذیل نوٹ تحریر کیا۔

"ہاں مجھے پھر بھی ایسا لگتا ہے کہ ماسوائے جب تک ان میں سے ایک یا دونوں کے بارے میں کوئی نئی بات سامنے نہ آجائے تو ان کے معاملے کو جیسا کہ پہلے ہی فیصلہ ہوا تھا، بعد میں نتھیا گلی میں ہونے والی کانفرنس میں غور کرنے کیلئے چھوڑ دیا جائے۔ اس نوٹ کی سی آئی ڈی کے اے آئی جی کو پی اے نمبر ۹۷۰ مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۳۳ء کے ذریعے اطلاع کر دی گئی تھی۔ اے آئی جی (سی آئی ڈی) نے اس پر اپنی رپورٹ لکھ بھیجی کہ،

۱۔ مزید غور وخوض اور آئی جی پی کے ساتھ صلاح مشورہ کے بعد (جو میرے ساتھ متفق ہیں) میں ہری پور میں اب رہ جانے والے دونوں نظر بندوں کی چند دنوں کے اندر رہائی کے حق میں ہوں۔ اس طریقے سے ہم اس قابل ہوجائیں گے کہ ان کی رہائی کے بعد ان کی سرگرمیوں کی نگرانی کرسکیں اور ۲۸ جون ۱۹۳۳ کے بعد پی ٹی اے کا نفاذ برقرار رکھنے کے سلسلے میں حکومت کی مدد کیلئے مزید مواد مہیا کرسکیں گے۔

۲۔ اگر یہ تجویز منظور کر لی جائے تو تجویز کیا جاتا ہے کہ مذکورہ دو نظر بند اللہ بخش برقی اور عبدالرحمٰن کو یہ آرڈر دے دیا جائے کہ وہ اپنے محلوں میں پابند رہیں گے۔اور مقامی پولیس کے سامنے ہر شام ۷ بجے اور سی آئی ڈی کے دفتر میں ہر ہفتے کے دوران پیر کے دن گیارہ بجے پیش ہوا کریں۔آرڈر میں یہ ذکر ہونا چاہیے کہ مذکورہ شخص آرڈر کے مطابق مقرر وقت اور مقررہ جگہ پر پیشی کے بغیر اپنے محلے سے باہر نہیں نکلے گا۔

دستخط اے آئی جی

سی آئی ڈی

اسکے نیچے اس تجویز پر مبنی ایک تحریر ہے کہ کیا آپ ان افراد کے آنے کے دنوں میں ترمیم کر سکیں گے؟ روشن لعل اور فقیر چند اس دن یہاں آیا کریں گے اور ہم نہیں چاہتے کہ وہ ایک دوسرے سے مل سکیں۔میرا خیال ہے بدھ اور جمعرات کے دن اللہ بخش برقی اور عبدالرحمٰن کیلئے رکھ لیں۔کیا آپ ڈپٹی کمشنر کو فون کر لیں گے؟

اس نوٹ کے ساتھ دستخط اور ۳۱ مئی ۱۹۳۳ کی تاریخ ہے اور یہ آگے پھر اے آئی جی کو بھیجا گیا ہے۔

جب ہری پور کیمپ جیل سے مولانا کو بالآخر رہائی ملی تو ۹ جون کو پابندیوں کا ایک اور حکم نامہ بھی بھیج دیا گیا۔یہ حکم نامہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور کی طرف سے تھا جس کے مطابق انہیں کہا گیا تھا کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ کے پبلک ٹرینکوئلٹی ایکٹ کے اضافی اختیارات مجریہ ۱۹۳۲ دفعہ ۵ کی ذیلی دفعہ ا (د) کے تحت میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آپ حکومت کی طرف سے غیر قانونی قرار دی جانے والی تنظیموں میں حصہ نہیں لیں گے۔یا ان کی امداد یا ان سے ربط نہیں رکھیں گے اور ان غیر قانونی تنظیموں کی طرف سے جاری کردہ کسی سیاسی تحریک کے ساتھ کسی قسم کا بلاواسطہ یا بالواسطہ تعلق رکھنے سے احتراز کریں گے۔آپ کو مزید حکم دیا جاتا ہے کہ آپ مذکورہ غیر قانونی تنظیموں کے مقاصد کے فروغ کیلئے اپنی ذاتی یا زیر تصرف جائیداد کو استعمال کرنے کی اجازت نہ دیں گے۔اس حکم کے موصول ہونے کے چند دن کے اندر ہی ۲۰ جون ۱۹۳۳ کو مزید پابندیوں کا اطلاع نامہ بھی بھیج دیا گیا۔اس تازہ حکم نامے میں مندرجہ بالا پابندیوں پر زور بڑھانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا گیا تھا کہ آپ کو شمال مغربی سرحدی صوبہ کے پبلک ٹرینکوئلٹی ایکٹ کے اضافی اختیارات مجریہ ۱۹۳۲ کی دفعہ ۵ (ا)(ب) کے تحت مزید حکم دیا جاتا ہے کہ

آپ پشاور کی حدود کے اندر رہیں گے۔

اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی اپنے والد محترم مفتی سرحد مولانا عبدالحکیم پوپلزئی کی وفات کے بعد جانشینی تسلیم کئے جانے کے باوجود حکومت نے انہیں مسجد قاسم علی خان کی خطابت سے روکنے کی کوشش کی۔ان کی اوقاف کی تنخواہ بند کردی گئی اور بعض سرکار پرست مولویوں کے ذریعے ان کے خلاف پروپیگنڈہ کروایا گیا۔اس کے جواب میں مولانا عبدالرحیم نے ایک پمفلٹ جاری کیا۔اس پمفلٹ سے عبدالرحیم پوپلزئی کے خیالات کا صحیح پتہ چلتا ہے پمفلٹ حسب ذیل ہے۔

حقیقتِ حال

سبحانہ تعالےٰ

کرتا ہوں جمع پھر جگر لخت لخت کو
مدت ہوئی ہے دعوت مژگاں کیے ہوئے

مئی ۱۹۳۳ کی رہائی کے بعد مجھے جن حوادث سے روشناس ہونا پڑا ان میں ایک طرف تو میری عملی زندگی کی تاریخ میں ایک جدید باب کا افتتاح تھا اور دوسری طرف ملکی سیاسیات کے ایک مہتم بالشان دور کا آغاز۔دنیا جس ماحول کو ردعمل سے تعبیر کرتی ہے وہ دراصل سیاسی دور کا ایک ایسا سکون ہے جس کے اندر نظام فطرت کو نئے ڈھنگ پر اسباب وعلل کی ترتیب سے راہ عمل کی دوسری منزل کا پروگرام بنانا مقصود ہوتا ہے۔اس چھان بین سے کوتاہ اندیش لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہی دراصل کشمکش کا آخری انجام ہے۔اوراس کے بعد فاتح کو شکست خوردہ قویٰ پر پورا تسلط وغلبہ حاصل ہوسکتا ہے۔وہ نادان نہیں جانتے کہ اصول ارتقاء کے مطابق دنیا میں بہت قومیں بڑھ بڑھ کر ہٹیں اور بہت سی ہٹ ہٹ کر بڑھیں۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ سفر کے درمیانی وقفوں میں قافلے کا رکنا بھی اور چلنے کیلئے ہے۔

اس میں شک نہیں کہ زمانے کے دلفریب کرشمے مضبوط سے مضبوط ارادے کو بھی متزلزل کرسکتے ہیں۔ پر یہ حقیقت ہے کہ کامیابی کا راز عزیمت میں ہے اور چشمک آرزو کے فریب خوردہ ارادے دنیائے عزیمت کی حدود سے خارج ہیں۔ مانا کہ سختی ونرمی دونوں تو امین ہیں۔کون ان سے بچا اور کون بچ کر زندہ رہ سکا،لیکن کیا اس کا یہ معنی ہے کہ انسان کی شخصی زندگی کا نصب العین محض اس کی راحت ہے اور ذاتی کلفت کے مقابلے میں قومی بہبودی کا سوال غلط ہے۔نہیں بلکہ راحت طلب انسان

عیش پسندی کے باعث جس قدر پستی کی طرف جھکتا جاتا ہے اسی قدر اس میں بے حسی و بزدلی کے آثار بڑھتے جاتے ہیں اور وہ اپنے روز افزوں جھکاؤ کو بھی فطرتی لچک سمجھنے لگتا ہے اور یہ محض اس لئے کہ اس کا دماغ ہوا پرستی کے زہریلے اثرات سے ماؤف ہو چکتا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ جس شوراب کو وہ اپنی دانست میں دور دور تک لہریں مارتا ہوا سمندر سمجھ رہا ہے وہ یقیناً اس کی پیاس کو نہیں بجھا سکتا۔ یہی حال بعینہ ان ذہنیتوں کا ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کی بنا پر باطل کو حق کی نمائش دے کر قوم کو دھوکہ میں رکھنا چاہتے ہیں۔

اسلام نے مسلمانوں کو اسی خطرے سے آگاہ کیا۔ اہل حق نے اسی کے برخلاف احتجاج کیا۔ آخر مجھے کوئی یہ تو بتاؤ کہ قوم کی بہبودی، ملک کی ترقی و خوشحالی، مظلوم کی ہمدردی، ظالم سے اعراض، غمزدوں کی تشفی، بے کسوں کی دلجوئی، بنی نوع انسان کے ساتھ سلوک رواداری، کس مذہب میں منع، کس دین میں جرم، کس تہذیب سے خلاف ہے، کیا اسلام نے ان امور کی دعوت نہیں دی۔ شریعت نے ان کا احساس نہیں دلایا؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو بتلایئے کہ ۱۹۲۹ء سے لے کر اس وقت تک میری متعدد تقریریں اور تحریریں کس موضوع پر تھیں۔ کیا ان میں امور متذکرہ بالا کے سوا ایسے مواد بھی موجود ہیں، جن کی وجہ سے مذہبی و ملی مفاد کو خطرہ پہنچتا ہو۔

کوئی برا منائے یا اچھا مجھے اس چیز کی کوئی پرواہ نہیں۔ میں نے سیاسیات حاضرہ کے متعلق جو کچھ کہا اور لکھا وہ سراسر حق کی حمایت میں تھا۔ باور نہیں تو میرے تمام سیاسی ریکارڈ کو مختلف کتابوں، اخباروں، رسالوں اور ۱۹۲۹ء، ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۱ء کی سرکاری مسلوں سے فراہم کر کے دیکھ لیجئے۔ اور میسر ہو تو ذرا اکابر اہل اسلام کی تقریروں پر بھی غور کر لو، دیکھو، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی۔ حضرت الاستاد شیخ الہندؒ، حضرت مولانا ابوالکلام آزاد، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا کفایت اللہ وغیرہ ہم مسلمان اور موجودہ حکومت کے موضوع پر مجھ سے بڑھ چڑھ کر کیا کیا نہیں کہہ چکے۔

میں نے کبھی حکومت کے سامنے کوئی غلط چیز نہیں رکھی۔ مجھے تو ہمیشہ سے یہ مطلوب ہے کہ دنیا چین و امن کی زندگی بسر کرے، ہندوستان کا نظام حکومت معاشی و اقتصادی خوشحالی کا کفیل ہو، عدل و انصاف کا دور دورہ ہو، اور ظلم و اعتساف کا استیصال، نہ ظالم کی حمایت ہو اور نہ مظلوم کی حق تلفی۔ مگر افسوس کہ بعض لوگ دیدہ دانستہ قوم کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ اس قسم کی بے اعتدالیوں سے سوائے پھوٹ اور رخنہ اندازی کے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ آج دنیائے سیاست کا

بچہ بچہ اس حقیقت سے واقف ہے کہ خودغرض شخصیتوں، جماعتوں، حکومتوں نے کبھی کسی قوم پر فتح وغلبہ حاصل کیا تو قوت اور طاقت کے بل پر نہیں بلکہ مذہب کے نام پر۔ کیونکہ مادی قوتوں کی ناکامی ان کو مجبور کر دیتی ہے کہ وہ مذہب کو ہی اپنا آلہ کار بنا کر تمام ہوسیں پوری کرلیں۔ مورخ فرانس موسیو داسٹل دی کولنج نے کہا ہے کہ ممالک گال میں رومی سلطنت کو قوت وطاقت کے بل پر استحکام نہیں ہوا۔ بلکہ صرف اسلئے کہ اس نے لوگوں کے ذہنوں میں ایک مذہبی اعتقاد پیدا کر دیا تھا۔ تاریخ میں کیسی ایسی سلطنت کی مثال نظر نہیں آتی جس سے اس کی رعایا نالاں ہو اور باوجود اس کے، اس کا ستارہ اقبال عروج پر رہا ہو۔ بلکہ اس کے برخلاف تاریخ سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ایسی حکومتیں کبھی دیرپا نہیں ہوتیں۔ اگر گال کے باشندے رومن حکومت کو پسند نہ کرتے تو کیا یہ ممکن تھا کہ رومی شہنشاہ کی تیس پلٹنیں ایک لاکھ باشندگان گال کو زیر کرلیتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ رومی نشان کے آگے بیکس اقوام جو سپر انداز ہو گئیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ شہنشاہ روم ان کی نگاہ میں ایک معبود کے رتبے پر پہنچ گیا تھا۔ اور لیجے نپولین کہتا ہے کہ "جنگ ونڈین میں، میں نے اس وقت فتح حاصل کی جب کہ میں نے کیتھولک مذہب اختیار کرلیا۔ اٹلی میں، میں اس وقت کامیاب ہوا جب میں عصمت پوپ کا قائل ہو گیا اور اگر میرے زیر سایہ کوئی یہودی خاندان ہوتا تو یقیناً میں عبادت گاہ سلیمان کی جاروب کشی کرتا "۔

ان نظائر کے بعد کون انکار کر سکتا ہے کہ زمانہ حال کے بوالہوس، مادی قوی کی ناکامی پر مذہب کی آڑ میں نفس پرستی نہیں کرتے۔ رہی یہ بات کہ آج کل یہ حربہ عام طور پر ناکام کیوں ہو رہا ہے۔ سو اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ قومیں کچھ نہ کچھ بیدار ہو چکی ہیں۔ وہ تاڑ جاتی ہیں کہ مذہب کی آڑ میں جس چیز کی مخالفت کی جارہی ہے وہ حقیقت میں مذہب کے خلاف نہیں۔ اور جو لوگ مذہب مذہب کر کے اہل حق کی مخالفت کر رہے ہیں، ان کو مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں۔ کیونکہ ان کی عملی زندگی مذہبی نقطۂ نگاہ سے عوام کے دلوں میں بہت کچھ شکوک وشبہات پیدا کر چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام قومی مہموں میں ان پر کسی طرف سے بھی نظر اعتماد نہیں پڑتی۔ اور یہی وجہ تھی کہ حکومت سرحد کے نوٹس کے مطابق جب مسجد قاسم علی خان کی اوقاف کمیٹی نے مجھ پر یہ پابندیاں عائد کیں کہ میں سیاسی معاملات میں حصہ نہ لوں اور ان جماعتوں سے تعلق نہ رکھوں جو حکومت وقت کے برخلاف ہوں یا حکومت ان کو برخلاف سمجھتی ہو، تو کمیٹی مذکورہ کے برخلاف عوام میں ایک ہنگامہ خیز ہیجان پیدا ہو گیا۔ اس وقت اگر مسلم آزاد پارٹی اس گتھی کے سلجھانے میں سعی نہ کرتی تو مجھے ڈر تھا کہ اوقاف کمیٹی کی ناعاقبت اندیشی امن عامہ میں ایک

خطرناک تزلزل پیدا کر دیتی۔ واقعات شاہد ہیں کہ آزاد مسلم پارٹی اور اس کے علاوہ دیگر خیر اندیش مصلحین کے حسن تدبر سے ہی ان خطرات کا کسی حد تک ازالہ ہوا۔

اور مجھے امید ہے کہ اگر اوقاف کمیٹی اپنی اس خطرناک غلطی کا اب بھی علی الاعلان اعتراف کر لے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی باقی لغزشوں کی اصلاح بوجہ احسن نہ ہو سکے۔ مسلم کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ سمجھانے پر بھی اپنے جرم پر اصرار کرتا رہے۔ پھر جرم بھی وہ جس کا وبال ایک شخص پر نہیں بلکہ تمام مسلمانوں پر پڑتا ہو۔ مجھے اس معاملے میں چنداں زور دینے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ مجھے نہ قاضی الوقت بننے کی خواہش ہے نہ مفتی اعظم، نہ تنخواہ کی طلب ہے نہ اور کوئی لالچ۔ میں تو ان الجھیڑوں سے ہمیشہ یکسو رہا ہوں۔ البتہ قوم کی خدمت اپنی زندگی کا نصب العین سمجھتا ہوں اور اس سے مجھے کسی وقت بھی عذر نہیں۔ کوئی مانے یا نہ مانے مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ میں نے تو اپنی زندگی حق کی حمایت میں وقف کر دی ہے۔ رنج و کلفت اس سلسلے میں میرے لئے راحت ہے اور ذلت، عزت۔ ہاں یہ خواہش ضرور ہے کہ جو لوگ محض ناسمجھی کی وجہ سے خلاف مذہب امور کو مذہب و شریعت کا نام دے رہے ہیں وہ صحیح راستے پر آجائیں۔ اگر کسی کو واقعی طور پر حکومت وقت کی حمایت مقصود ہو تو اس کو یہ خیال کر لینا چاہیے کہ حقیقت میں مذہب اسلام اور موجودہ نظام حکومت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ حکومت کی رضا جوئی کیلئے مذہب کو ذریعہ اور آلہ کار بنا کر اسلام کو ذلیل و برباد نہ کریں۔

فقط

عبدالرحیم پوپلزئی یکم ستمبر 1933ء

پشاور

باب نمبر ۲۱ خفیہ سرگرمیاں

۱۹۳۳ء میں رہائی کے بعد عبدالغفور آتش نے دوبارہ خفیہ سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ چونکہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی بھی رہائی کے ساتھ ہی شہر میں نظر بند کر دیئے گئے تھے اس لئے وہ نماز پڑھانے کے لئے صرف مسجد ہی جا سکتے تھے۔ عبدالغفور آتش اور نو جوان بھارت سبھا اور کانگرس کے دوسرے ارکان مسجد میں ہی ایک دوسرے سے مل لیتے تھے۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور ان کے ساتھیوں کی سرگرمیوں پر حکومت گہری نظر رکھے ہوئے تھی۔ اِس لئے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے مسجد قاسم علی خان میں درس شروع کر دیا۔ خلاصہ خفیہ جلد XXIX ۱۹۹۳ء پیرا ۵۳۵ میں سی آئی ڈی والوں نے رپورٹ پیش کی کہ اس شخص نے اپنی تعلیمات پر مبنی مذہبی لیکچر ۱۹ جولائی ۱۹۳۳ء اور ۲۲ جولائی ۱۹۳۳ء کو بھی جاری رکھے ہوئے تھے۔ رپورٹ میں لکھا تھا کہ درس میں شریک ہونے والوں میں عبدالغفور آتش، غازی محمد عثمان، سردار عبدالرب نشتر، پیر بخش خان وکیل، عبدالرحمٰن ریا، محمد یونس قریشی، اللہ بخش برقی، محمد خان عرف ایڈورڈ، آغا سید لعل بادشاہ بخاری، حکیم عبدالجلیل ندوی، حکیم عبدالعزیز ندوی، مولانا خان میر ہلالی شامل تھے۔ تاہم یہ درس کھلے عام مسجد میں ہوتا تھا اور نو جوان بھارت سبھا کے بند کمرے کے اِجلاس کے ارکان اِس میں شامل نہ تھے۔ یہ تو تھی ظاہری رابطے کی صورت۔ اب خفیہ سیاسی کام کے لئے اِسی سال ہی سے نو جوان بھارت سبھا کے دو تین گروپ بنا لئے گئے تھے۔ پہلے درجے میں مولانا عبدالرحیم، بخشی فقیر چند دید، اچرج رام، ولد بھگت رام، اچرج رام ولد کرپا رام گھمنڈی، ہری رام بزاز گنج والا، بھگت رام برادر ہری کشن ولد جمنا داس غلہ ڈھیر، چمن لعل مردان، ماسٹر کریم بی اے اُتمانزئی، عبدالغفور نمائندہ ''درد''، رام سرن نگینہ، محمد یونس قریشی، کانشی رام افق ایڈیٹر ''سرفروش'' اور عبدالرحمٰن ریا شامل تھے۔

دوسرے جتھے میں روشن لعل، بہاری لعل، راگوناتھ، عبدالعزیز خوش باش، عبداللہ جان خنجر درزی، وزیر چند، رام سرن فریم میکر، عبدالحئی، چیلا رام کلاتھ مرچنٹ کا چھوٹا بھائی، سوہن لعل اور روشن عرف گھوڑ دوڑ والا شامل تھے۔

اِس جتھ بندی کے اغراض واضح نہ کئے گئے تھے۔ عام طور پر کسی کو معلوم نہ تھا کہ کیا ہو رہا ہے اور جتھے کیوں بنائے گئے ہیں۔ تاہم یہ اقدام نہایت اہمیت کا حامل لگتا تھا۔ سی آئی ڈی والوں نے

۱۹۳۳ء کے پیرا نمبر ۶۱۰ میں خیال ظاہر کیا تھا کہ چونکہ یہ اقدام روشن لعل کے ایبٹ آباد کے دورہ اور اس کی رام کشن بی اے سے ملاقات کے بعد اٹھایا گیا تھا اِس لئے اس کے پسِ پردہ بہت اہم عوامل تھے اور اُن کا خیال تھا کہ اِس کا مقصد اِنقلاب برپا کرنے کے لئے انجم سازی کی راہ ہموار کرنا تھا۔ نئے لوگوں کو صرف رکن بنایا جاتا تھا۔ اس کے پاس صرف چند ضروری معلومات ہوتی تھیں اور اسے اپنے کام سے کام رکھنا ہوتا تھا۔ کسی دوسرے سے اس کے کام اور طریقہ کے بارے میں اسے پوچھنے کی اِجازت نہ تھی۔ بلکہ عام رُکن کے ذمہ بہت کم کوئی کام کیا جاتا تھا۔ جب وہ اِعتماد کے ایک خاص درجہ تک پہنچ جاتا تو اُس کی ترقی اگلے درجے میں ہوجاتی تھی۔

دوسرے گروپ میں اعلانیہ سرگرمیاں، چندہ اکٹھا کرنا، فنڈ کے حساب رکھنا اور پرچار کرنا ہوتا تھا۔

ایک تیسرا جتھہ بھی بیان کیا جاتا تھا لیکن یہ کسی کو زیادہ معلوم نہیں تھا کیونکہ نہایت خفیہ تھا۔ سی آئی ڈی والوں نے ۱۹۳۳ء کے پیرا ۶۱۰ میں خیال ظاہر کیا تھا کہ اِس میں دہشت پسند یا اُن کے ساتھی ہوتے ہوں گے۔ ان دِنوں کے چمن لعل اور وشوامنتر کا رابطہ نوجوان بھارت سبھا کے ساتھ ہوگیا تھا۔

چونکہ درجہ بالا دو جتھوں میں عبدالغفور آتش کا نام نہیں، اِس لئے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ تیسرے اِنتہائی خفیہ جتھے کے لئے اُن کی خدمات مخصوص کی گئی ہونگی۔

۲۹ اگست ۱۹۳۳ء کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے سوانح نگار جو ۱۹۳۲ء میں ہری پور جیل میں مولانا عبدالرحیم کے ساتھ رہ چکے تھے اور اُن سے سیاسی تعلیم حاصل کر کے اُن کی خفیہ رکنیت حاصل کر چکے تھے عبدالغفور آتش کے ساتھ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی سے ملاقات کے لئے اُن کے حجرے میں آئے۔ عمر فاروق خان ملک پور ہزارہ کے رہنے والے تھے۔ وہ حاجی فقیرا خان ممبر قانون ساز اِسمبلی کے بھائی تھے اور کانگریس کے رکن تھے۔ عمر فاروق خان اس وقت تک دو دفعہ جیل میں سزا کاٹ چکے تھے۔ خفیہ والوں نے سال ۱۹۳۳ء کے پیرا نمبر ۶۵۴ میں لکھا تھا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ساتھ عمر فاروق خان نے ۲۹ اگست کو طویل ملاقات کی اور صوبہ سرحد کی سیاست کے بارے میں تبادلۂ خیال کیا۔

ان دنوں بھی مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کا درس مسجد قاسم علی خان میں ہر شام کو ہوتا تھا اور عبدالغفور آتش اس میں شریک ہوتے تھے۔ خفیہ والوں نے اپنی رپورٹ میں شکایت کی تھی کہ ۳ ستمبر ۱۹۳۳ء کی شام کے درس کے دوران مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے کہا تھا کہ مسلمان غیروں کی حکومت

میں خوشحال نہیں ہو سکتے کیونکہ اُن کی اپنی دینی آزادیاں مداخلت کا شکار ہو کر سلب ہو جاتی ہیں۔ اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ اِسلام ہمیں اپنی بقاء کے لئے حالات کے مطابق جہاد ورنہ ہجرت جیسے راستے بتاتا ہے۔

اس زمانے میں حکومت کی سازش سے فرقہ وارانہ جھگڑے بھی ہو جاتے تھے۔ چنانچہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے عبدالرحمٰن ریا اور محمد یونس قریشی سے کہا کہ اس معاملے میں میرا اِرادہ ''انجمن خدامِ اِنسانیت'' کے قیام کا ہے تاکہ آئے دِن کے فرقہ وارانہ تنازعات کا خدشہ نہ رہے۔ (خفیہ، سال ۱۹۳۳ء، پیرا ۶۵۴)

روزنامہ

اقدام

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کا یہ کہنا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے انجمنِ خدامِ اِنسانیت کی بنیاد رکھ دی گئی۔ اِبتدائی طور پر اِس انجمن کے ۱۹ اراکین مقرر کئے گئے جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔محمد یونس قریشی ۲۔عبدالغفور آتش

۳۔خان میر ہلالی ۴۔بہاری لعل ولا کشن چند محلّہ دھون

۵۔رام سرن دت محلّہ کریم پورہ

۶۔اللہ بخش برقی ۷۔عبدالسلام کافی محلّہ گل بادشاہ جی

۸۔عبداعزیز خوش باش ۹۔سوہن لعل ولد گورمکھ داس

۱۰۔وزیر چند مکھنہ محلّہ کریم پورہ

۱۱۔عبدالرحمٰن غالب ولد میاں شریف حسین

۱۲۔بشیر احمد عرف بشیر سٹورز ۱۳۔محمد عمر ولد حاجی غلام صمدانی

۱۴۔فضل رحمان خان ہوتی مردان سپرٹنڈنٹ پیپلز انشورنس

۱۵۔اچرج رام ولد بھگت رام محلّہ گنج ۱۶۔فقیر چند ولد گوپی چند

۱۷۔ہری رام ولد ٹھاکر داس ۱۸۔امیر سنگھ ولد مدن سنگھ محلّہ گنج

۱۹۔سوہن سنگھ عرف بُوٹ محلّہ جوگن شاہ

اِن میں دو کے سوا سب نوجوان بھارت سبھا اور کانگریس کے ارکان تھے۔ان میں سے اکثر سرکاری ریکارڈ میں خطرناک سیاسی مشتبہ قرار دیئے گئے تھے۔سرکاری خفیہ رپورٹ سال ۱۹۳۳ء پیرا نمبر ۷۶۶ میں کہا گیا تھا کہ یہ انجمن روز بروز سوشلسٹ رنگ میں رنگی جارہی ہے۔

۱۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء کے اخبار ''فرنٹیئر ایڈوکیٹ'' میں انجمنِ خدامِ اِنسانیت کی ورکنگ کمیٹی کے اِجلاس کی روداد شائع ہوئی۔روداد میں کہا گیا تھا کہ ورکنگ کمیٹی کے اِجلاس میں ذیل کی قراردادیں منظور کی گئیں:

۱) بیروزگاری کے خاتمے کے لئے حکومت کو ڈُوَل سسٹم کی دعوت

۲) مفت پرائمری تعلیم اور شبینہ سکولوں کے اَجراء کی تجویز

۳) مزارعین کو قانون ساز اسمبلی میں خصوصی نمائندگی دینے پر زور۔

اِس انجمن نے فیرز الدین منصور کے لکھے ہوئے کتابچے ''مزدوروں کی معاشی حالت'' کی

۲۰۰ کا پیاں مطبوعہ سوشلسٹ پریس بیورونولکھا بازار لاہور تقسیم کیں۔سرکاری خفیہ نویسوں نے لکھا تھا کہ یہ کتابچہ قابلِ مواخذہ نہیں لیکن اِس کے اندراجات سے بعض طبقات فوراً متاثر ہونگے۔اس سوسائٹی کے ایک نامور رکن عبدالحئی کی کوشش تھی کہ انجمن کا نام ''انجمن بیروزگاران'' رکھا جائے۔(خلاصہ خفیہ، سال ۱۹۳۳ء، پیرا۲۶۱۷)

انجمن خدام انسانیت اور سوشل ورک:

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ ۱۹۳۳ میں رہائی کے ساتھ ہی اتنی زیادہ پابندیوں کے نفاذ کے باوجود مولانا عبدالرحیم کو چین سے بیٹھنا گوارا نہ تھا۔انہوں نے فلاحی کاموں (Social Work) کا پروگرام بنایا۔مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کے باہمی تنازعات کے تدارک کیلئے انجمن خدام انسانیت کے نام سے عوامی خدمت کا کام شروع کردیا۔انجمن خدام انسانیت کا ایک اجلاس "اخبار ترجمان سرحد" کے بیان کے مطابق ۶ نومبر ۱۹۳۳ کو منعقد کیا گیا۔اس میں ذیل کی قراردادیں منظور کی گئیں۔

۱۔ ۵۰ روپے ماہوار کے ابتدائی خرچہ پر ایک لائبریری اور ایک مفت ہسپتال قائم کیا گیا۔

۲۔ پشاور شہر کے کچھی محلّہ کی پس ماندگی کے پیش نظر یہاں ایک شبینہ سکول کھولا جائے۔ایک اور سکول پشاور صدر کے احاطہ نمبر ۸۴ میں جاری کیا جائے۔ان سکولوں میں مفت تعلیم دی جائے۔

۳۔ مردان میں اس انجمن کی ایک شاخ قائم کی جائے۔

۴۔ صوبہ سرحد کی دیہات سدھار مہم کیلئے ایک ذیلی کمیٹی قائم کی جائے۔

۵۔ خواتین کی تعلیم کی مکمل حمایت کی جائے۔

۶۔ ایک خیبر یونیورسٹی کے قیام کی تحریک چلائی جائے۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے سرکاری ریکارڈ کے مطابق نوجوان بھارت سبھا کے فنڈز میں سے مبلغ ۲۰۰ روپے اس مقصد کیلئے عبدالرحمٰن ریا کے حوالے کئے تاکہ ان منصوبوں کو وسعت دی جاسکے۔اس انجمن کے شبینہ سکول میں پہلے ہفتے میں تین دن کلاسیں لی گئیں۔اس میں بچوں کو ابتدائی طور پر عربی پڑھائی گئی۔عبدالرحمٰن ریا کے ساتھیوں نے اس ہفتے صرف ۸ روپے عطیہ پیش کیا۔

(خلاصہ خفیہ پولیس جلد (xxix) پیرا نمبر ۶۵۳ سال ۱۹۳۳ صفحہ نمبر ۳۴۴)

علامہ اقبال کی پشاور آمد اور نوجوان سبھا:۔

۲۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو علامہ ڈاکٹر محمد اقبال پشاور آئے تھے۔ رات ڈین ہوٹل کمرہ نمبر ۱۸ میں گزاری اور اگلے دن کابل روانہ ہوئے۔ اس سفر میں مولانا سید سلیمان ندوی اور سرسید احمد خان کے پوتے سرراس مسعود بھی ان کے ہمراہ تھے۔ علامہ اقبال سید سلیمان ندوی سے چند دن پہلے ہی پشاور پہنچ گئے تھے۔ اس کا ذکر سید سلیمان ندوی کی کتاب سیر افغانستان میں موجود ہے۔ سید سلیمان ندوی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ وہ چوبیس اکتوبر ۱۹۳۳ء کو رات کے وقت پشاور ریلوے سٹیشن پہنچے تھے۔ سٹیشن پر ''جمعیت علمائے سرحد اور نوجوان بھارت سبھا'' کے ارکان پہلے سے موجود تھے۔ سید سلیمان ندویؒ نے رات حکیم عبدالعزیز صاحب کے نوتعمیر کاشانہ ''امان منزل'' میں بسر کی۔ صبح کو شہر کے ''بعض علماء'' اور بعض قومی کارکنوں نے ملاقات کی۔ ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو دوپہر کے وقت حکیم عبدالجلیل صاحب ندوی کے ہاں دوپہر کا کھانا تھا جس میں شہر کے ''بعض علماء'' اور معززین شریک تھے۔ کھانے کے بعد انہوں نے ظہر کی نماز ادا کی اور یہیں افغانستان لے جانے والی موٹر آ گئی۔ یہاں سے وہ حکیم عبدالعزیز صاحب کے افغانی دواخانہ گئے اور وہاں سے افغانستان کے سفر پر روانہ ہوئے۔ کچھ شواہد بتاتے ہیں کہ علامہ اقبال نے بھی اپنے قیامِ پشاور کے دوران یہاں کی بعض معروف شخصیات سے ملاقات کی تھی۔ علامہ اقبال نے نوجوان بھارت سبھا کے بھگت سنگھ کی طرف سے اس کے پھانسی کے مقدمے کی پیروی بھی کی تھی۔ علامہ اقبال کابل سے واپسی پر ۶ نومبر ۱۹۳۳ کو براستہ کوئٹہ واپس آئے تھے۔

۱۹۳۴ء میں بہار اور اڑیسہ کا زلزلہ:

جنوری ۱۹۳۴ میں زلزلے نے بہار اور اڑیسہ میں تباہی مچادی تھی۔ اس کیلئے مولانا عبدالرحیم اور عبدالرحمٰن ریا نے امدادی فنڈ قائم کر دیا (خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx پیرا نمبر ۹۷ سال ۱۹۳۴ صفحہ نمبر ۳۲) اس کے علاوہ سرکاری رپورٹوں کے مطابق ۳۱-۱۹۳۰ کے معرکوں کے رہنماؤں کی طرف سے بہار اور اڑیسہ کے متاثرین زلزلہ کیلئے عطیات جمع کرنے کی اپیل پر مبنی اشتہارات جاری کئے گئے۔ ان میں رہنماؤں کے نام اس ترتیب سے درج تھے۔

پشاور

(۱) آغا سید لعل بادشاہ　　(۲) مولانا عبدالرحیم پوپلزئی

(۳)ڈاکٹر سی سی گھوش (۴)خان علی گل خان
(۵)پیر بخش ایم ایل سی (۶)عبدالرب نشتر
(۷)حکیم عبدالجلیل ندوی (۸)سردار ملاپ سنگھ
(۹)عبدالغفور خان بار ایٹ لا

کوہاٹ

(۱)میاں خیر محمد جلالی (۲)میاں غلام محمد پراچہ
(۳)مولانا احمد گل

بنوں

(۱)محمد جان بار ایٹ لا (۲)حبیب اللہ خان ایم ایل سی
(۳)سردار رام سنگھ (۴)حکیم عبدالرحیم
(۵)لالہ ہندی رام

ڈیرہ اسماعیل خان

(۱)ملک خدا بخش خان ایم ایل سی (۲)محمد رمضان خان وکیل
(۳)غلام جعفر خان چوہان (۴)عبدالحمید خان ایم ایل سی
(۵)لالہ پٹیرا خان

ہزارہ

(۱)ملک فقیرا خان (۲)عبدالقیوم خان ایم ایل سی
(۳)مولانا غلام ربانی

اشتہارات میں کہیں بھی لفظ کانگرس استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ ان میں تجویز کیا گیا کہ اس مقصد کیلئے روپیہ پیسہ اکٹھا کرنے کی غرض سے ایک مرکزی کمیٹی بنائی جانی چاہیے۔ یکم فروری ۱۹۳۴ء کو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی تنظیم ینگ مین ایسوسی ایشن کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں ۷۰ افراد شریک ہوئے اس میں طے کیا گیا کہ ینگ مین ریلیف فنڈ کے نام سے ایک فنڈ قائم کیا جائے اور مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی صدارت میں ایک کمیٹی بنائی جائے گی جس کے سیکرٹری اللہ بخش برقی تھے۔ فقیر چند ولد گوپی چند اور محمد یونس قریشی کو عطیات جمع کرنے کا کام تفویض کیا گیا۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے

اس کمیٹی کے تحت عطیات جمع کرنے کیلئے اشتہارات جاری کئے۔

(خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx پیرانمبر ۹۷ صفحہ نمبر ۳۹ سال ۱۹۳۴ء)

یہاں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ اگرچہ مولانا صاحب کے بنیادی فکر کا ماخذ شاہ ولی اللہؒ کی حکمت اور فلسفہ ہی تھا۔لیکن معروضی حالات کے ساتھ وہ مختلف ناموں سے انجمن یا تحریک کا کام کرتے رہتے تھے۔ جہاں ایک سیاسی پارٹی پر پابندی لگ جاتی تو اسی کا کام کسی اور نام سے جاری رکھا جاتا تھا۔ان کی فکری اساس پر قائم عملی صورتوں کو دیکھ کر بادی النظر میں یہ عجیب محسوس ہوگا کہ حضرت شاہ ولی اللہ کا نام تک نہیں لیا جاتا اور پھر بھی مولانا اپنے سیاسی مشن کو اس تحریک سے اخذ کردہ تصور کرتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تقسیم پاک و ہند سے پہلے کسی ایسے منصوبہ آزادی کا تصور محال تھا جس میں مسلمانوں اور ہندوؤں وغیرہ میں سے کسی ایک کو نظر انداز کر دیا جاتا۔اس لئے سیاسی اصطلاحات ہمہ گیر وغیر فرقہ وارانہ طرز کی ہوتی تھیں۔

انجمن خفیہ پشاور کا قیام:

انہی دِنوں عبدالرحمٰن ریا نے حکومت اور اِنتظامیہ کی مخبری کرنے والی ایک تنظیم بھی قائم کرڈالی۔ اس میں عبدالحیٔ، اللہ بخش برقی، عبدالغفور آتش، بہاری لعل، عبدالرحمٰن اور فقیر چند ویدسرگرم ہوگئے۔

اِس کے ارکان اِنتہائی طور پر زیرِ زمین کام کرنے والے تھے۔ان کی کوشش تھی کہ اپنے آدمی سی آئی ڈی جیسے اِداروں میں بھرتی کرواکراُن کی کارروائیوں سے باخبر رہیں۔اِس انجمنِ خفیہ کو جو دوسرا کام سونپا گیا تھا وہ امرتسر کی مشہور اِنقلابی ''کرتی کسان پارٹی'' کے ساتھ رابطہ رکھنا تھا۔اللہ بخش برقی کو شعبہ نگرانی کا سیکرٹری اور عبدالحیٔ کو انچارج مقرر کیا گیا۔اِن دِنوں عبدالحیٔ کو پبلک ٹرینکولیٹی ایکٹ کے تحت پابند کر دیا گیا تھا۔(خلاصہ خفیہ، جلد xxix، سال ۱۹۳۳ء، پیرا نمبر ۷۸۳)

وی جے پٹیل کا اِنتقال:

نوجوان تحریک کے اَرکان ۲ نومبر ۱۹۳۳ء کو مسجد محلّہ گاڑی خانہ میں جمع ہوئے اور اُنہوں نے آنجہانی وی جے پٹیل کے اِنتقال پر اَفسوس کا اِظہار کیا۔اِن اَراکین میں عبدالرحیم پوپلزئی، عبدالغفور آتش، محمد یونس قریشی، عبدالرحمٰن ریا اور اللہ بخش برقی شامل تھے۔اِس تعزیتی اِجتماع کی رپورٹ بھی خفیہ

پولیس نے اپنے خلاصہ خفیہ سال ۱۹۳۳ء کے پیرا نمبر ۱۸۳۱ میں حکومت کو دے دی۔ دراصل یہ نوجوان تحریک ان دنوں انجمن خدام اِنسانیت کے طور پر ہندو مسلم سکھ وغیرہ سب کے اِتحاد کے لئے اور سب کی بہبود کے لئے سرگرم تھی۔

انجمن خدامِ اِنسانیت اور اخبار ترجمانِ سرحد:

اخبار ترجمانِ سرحد نے لکھا کہ انجمنِ خدامِ اِنسانیت کا ایک اِجلاس ۶ دسمبر ۱۹۳۳ء کو منعقد ہوا۔ جس میں ذیل کی قراردادیں منظور کی گئیں:

۱۔ بمبئی اور احمد آباد کے مزدوروں کے مطالبات کی حمایت۔

۲۔ قرطاس ابیض کے اجراء اور ریزرو بینک سکیم کی مخالفت۔

۳۔ جاپانی مال کے بائیکاٹ کا فیصلہ

۴۔ ہندو مہاسبھا اور دوسری فرقہ وارانہ تنظیموں کے خلاف جواہر لعل نہرو کے بیان کی تائید۔

(خلاصہ خفیہ، سال ۱۹۳۳ء پیرا نمبر ۹۱۹)

اِن قراردادوں میں ہندو مہاسبھا جیسی جنونی تنظیم کی مخالفت کے ضمن میں نوجوان تحریک کی سیاسی بصیرت اور پختگی اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ اُنہوں نے ہندو مسلم سکھ وغیرہ سب کے مشترکہ پلیٹ فارم سے اپنی طرف سے ہندو تنظیم کی مخالفت کرنے کی بجائے ایک ہندو لیڈر کے بیان کی تعریف کر کے خوش اسلوبی سے وہی مقصد حاصل کیا جو ایک جنونی بنیاد پرست دوسرے طریقے سے کر کے جتنا نقصان ہندوؤں کے جنونیوں کو پہنچانا چاہتا اس سے زیادہ اپنے آپ کو پہنچا دیتا۔

پشاور لیبر یونین:

اِسی سال کے آخر میں نوجوان تحریک نے پشاور میں لیبر یونین کی بنیاد بھی رکھی دی تھی جس میں ذیل کے عہدیدار شامل تھے:

صدر: عبدالرحمٰن ریا

سیکرٹری: بہاری لعل

جوائنٹ سیکرٹری: رام سرن دَت

اَراکین میں عبدالعزیز خوش باش، عبدالحئیٰ ولد حاجی عبدالغفور، جوالہ داس ولد امیر چند،

عبدالغفور آتش، بھولا رام ولد جسونت رائے، روشن لعل ولد دیوان رام چند، دِل باغ رائے، شیوسرن ولد گلا رام۔

خفیہ نویسوں نے لکھا تھا کہ یہ لوگ شہر میں حکومت کے لئے خطرناک ترین لوگ ہیں۔ یہ لوگ صوبہ بھر میں تنظیم کی شاخیں قائم کررہے ہیں۔ اِن لوگوں کے کرتی کسان سبھا اور نوجوان بھارت سبھا پنجاب سے رابطے ہیں۔ان لوگوں نے جوالہ داس کو مردان میں اپنی شاخ قائم کرنے کا کام سونپا ہے۔ اِس یونین کے اراکین نے چار آنہ فی کس کے حساب سے چندہ بہاری لعل کے حوالے کیا ہے۔

(خلاصہ خفیہ، سال ۱۹۳۳ء، پیرا نمبر ۹۲۰)

جالندھر کا دورہ:

عبدالغفور آتش اپنے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ اپریل ۱۹۳۴ء میں جالندھر گئے تھے۔ ۹ اپریل ۱۹۳۴ء کو عبدالغفور آتش، محمد افضل سرخپوش اور محمد حسن سرخپوش جالندھر سے پشاور واپس پہنچے۔

(خلاصہ خفیہ ۱۹۳۴ء، جلد xxx، پیرا ۳۶۰)

دیہات میں پرچار:

۲۸ اپریل ۱۹۳۴ء کو عبدالغفور آتش، رام سنگھ، وشوامنتر، جگن ناتھ، کیول رام اور فقیر چند وید نے دِل باغ رائے کی دُکان پر ایک اِجلاس منعقد کیا۔ اس میں رام سنگھ نے تجویز پیش کی کہ کانگریس سرگرمیاں شروع کرنے سے پہلے دیہات میں بھرپور پرچار کیا جائے۔ (خلاصہ خفیہ ۱۹۳۴ء، پیرا نمبر ۳۷۰)

کابل سکھ پرزنرز ڈیفنس فنڈ:

۲۴ مئی ۱۹۳۴ء کو نوجوان تحریک کے کارکن فقیر چند وید کے مکان پر جمع ہوئے اور ایک خفیہ اِجلاس منعقد کیا۔ اِجلاس میں عبدالغفور آتش، عبدالحئی، فقیر چند وید، اچرج رام گھمنڈی، رام سرن نگینہ، رحیم بخش غزنوی، محمد یونس قریشی، ہری رام ولد ٹھاکر داس، اَمیر سنگھ، رام سرن دَت، بہاری لعل وغیرہ نے چندہ دینے پر اِتفاق کیا تاکہ کابل کے قیدیوں کے لئے دِفاعی فنڈ قائم کیا جائے۔ بہاری لعل نے کہا کہ وہ تیراہ میں ایک سکھ ڈاکٹر اوتار سنگھ کو جانتا ہے وہ اس کے ذریعے چندہ افغانستان پہنچا دے گا۔

(خلاصہ خفیہ ۱۹۳۴ء پیرا نمبر ۴۶۸)

نوجوان بھارت سبھا کا خفیہ اِجلاس:

اچرج رام گھمنڈی کے مکان پر نوجوان بھارت سبھا کا ایک خفیہ اِجلاس منعقد ہوا۔ ان دِنوں نوجوان بھارت سبھا خلافِ قانون تھی۔ اِس لئے اس نام سے اِجلاس ایک بڑا پُر خطر اِقدام تھا۔ اِس اجلاس میں کابل کے سکھ قیدیوں کے لئے عطیات جمع کرنے کا پروگرام طے کیا گیا اور چیلا رام اور فقیر چندوید اس کام کے لئے نگران مقرر کئے گئے۔ ادھر ۳۱ مئی ۱۹۳۴ء کو عبدالرحمٰن ریا کے مکان پر بھی ایک خفیہ اِجلاس منعقد کیا گیا۔ جس میں عبدالغفور آتش، مولوی عبدالودود، چیلا رام اور چمن لعل وغیرہ نے شرکت کی۔ اِس اِجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ عنقریب پبلک ٹرینکویلٹی کی معیاد ختم ہونے پر کانگریس کی سرگرمیاں دوبارہ شروع کردی جائیں۔ اِس اجلاس میں انجمنِ خدامِ انسانیت کے نام سے نمک منڈی میں ایک نیا سکول کھولنے کا فیصلہ بھی کیا گیا۔ اجلاس میں عبدالودود سرحدی نے طلباء کو پڑھانے اور نگرانی کا کام سنبھالنے کی پیشکش کی۔

(خلاصہ خفیہ، جلد XXX، ۱۹۳۴ء پیرا ۴۸۸)

نوجوان بھارت سبھا اور وحدت بورڈ:

کالعدم نوجوان بھارت سبھا کا ایک خفیہ اِجلاس منعقد کیا گیا۔ اِس اِجلاس میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی، چیلا رام، عبدالغفور آتش، رحیم بخش غزنوی، فقیر چند وید، اچرج رام گھمنڈی، اِلٰہی بخش، اللہ بخش برقی اور عبدالحئی وغیرہ نے شرکت کی۔ اِجلاس نے تجویز کیا کہ کالعدم نوجوان بھارت سبھا کا نام وحدت بورڈ رکھ دیا جائے۔ اور رام پورہ بازار میں ایک کمرہ کرائے پر لے کر اس کا دفتر کھول دیا جائے۔

(خلاصہ خفیہ، جلد XXX، سال ۱۹۳۴ء، پیرا ۵۴۸)

ینگ مین ایسوسی ایشن:

اللہ بخش برقی کے گھر پر عبدالغفور آتش، اِلٰہی بخش اور محمد یونس قریشی خفیہ طور پر جمع ہوئے اور ینگ مین ایسوسی ایشن کے لئے رکن سازی تیز کرنے کا فیصلہ کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ حکومت نوجوان بھارت سبھا پر اپنا دباؤ بڑھا رہی ہے۔ اِس لئے اِس قسم کی ایک انجمن ایک متبادِل کے طور پر کام کرسکتی ہے۔

(جلدxxx، پیرانمبر ۵۷۶)

فرقہ وارانہ ہم آہنگی بورڈ:

انگریز حکومت کے پاس عوام کی توجہ دوسری طرف مبذول کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ مسجدوں، مندروں اور گوردواروں وغیرہ کا جھگڑا ہوتا تھا۔ اِس قسم کے تنازعے میں لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف اِستعمال کر کے کمزور کرنا بہت آسان ہوتا تھا۔ ۲۲ جون ۱۹۳۴ء کو نوجوان تحریک نے عبداللطیف سیٹھی کے مکان پر ایک خفیہ اِجلاس منعقد کیا۔ اجلاس میں سرکاری رپورٹ کے مطابق ۴۰ افراد شریک تھے۔ اجلاس کی صدارت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے کی۔ اس اجتماع میں بہت طویل بحث ومباحثہ کے بعد فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے ایک بورڈ تشکیل دیا گیا۔ جس کے ذیل کے عہدیدار منتخب کئے گئے۔

صدر: مولانا عبدالرحیم پوپلزئی

نائب صدر: بھائی جان کمپاؤنڈر

نائب صدر دوم: فقیر چند وید

سیکرٹری: حکیم عبدالرؤف آزاد ندوی

اسٹنٹ سیکرٹری دوم: چیلا رام

خزانچی: حکیم عبدالواسع

منتخب ورکنگ کمیٹی کے ارکان یہ تھے:

(۱) سید علی شاہ بخاری، (۲) غلام جیلانی، (۳) محمد افضل خان، (۴) امیر سنگھ، (۵) محمد یونس قریشی، (۶) عبدالغفور آتش، (۷) ملک دِلاور خان، (۸) میاں سلطان محمد مہتہ۔

اِجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ بورڈ کی ایک خفیہ شاخ مقرر کی جائے تا کہ وہ فرقہ وارانہ واقعات کا اِبتداء ہی میں پتہ چلائے اور افواہوں کے ذرائع کا کھوج لگائے تا کہ ورکنگ کمیٹی کو شہر میں اُٹھتی ہوئی فرقہ واریت پر ایک قابلِ اعتبار رپورٹ پیش کی جائے۔ اِجلاس نے نکو دیوی کے بیٹے روشن لعل کو اِس مشن کا خفیہ اِنچارج مقرر کیا اور ذیل کے خفیہ ایجنٹ بھی مقرر کئے:

(۱) غلام صمدانی درزی (۲) عبداللہ جان خنجر

(۳) مولوی عبدالودود جمیعت العلماء (۴) رام سرن دَت

(۵) محمد وارث　　　　　(۶) عبدالعزیز خوش باش۔

اِس کے بعد ۲۴ جون ۱۹۳۴ء کو اس بورڈ کے منتظمین عبداللطیف بی۔اے کے مکان پر بورڈ کے مکمل قواعد وضوابط تیار کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ورکنگ کمیٹی کے اراکین سے درخواست کی گئی کہ وہ جلد قوائد کا مسودہ منظور کر کے پیش کریں۔مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے کہا کہ بورڈ کے اراکین سیاسی سرگرمیوں کے لئے بورڈ کا نام اِستعمال نہیں کرنا چاہئے اور ارکان اس حیثیت کو اِستعمال کر کے سیاسی سرگرمیوں سے اِجتناب کریں۔

اِس تلقین کو بورڈ کے اراکین کے ذہن نشین کرانے کے لئے ۲۶ جون ۱۹۳۴ء کو چیلا رام، محمد یونس قریشی، سید علی شاہ، رام سرن دَت اور امیر سنگھ وغیرہ عبدالغفور آتش کے مکان پر جمع ہوئے اور فیصلہ کیا کہ تمام مذاہب کے پیروکاروں کی وسیع تر حمایت سے بورڈ کا پروگرام چلایا جائے اور مختلف مذاہب کے لوگوں میں اس کا پرچار کر کے ان کا تعاون حاصل کیا جائے۔تا کہ حکومت پر بھی واضح ہوجائے کہ بورڈ محض سیاسی کام کے لئے سرگرم نہیں اوراس کا مقصد سیاست کی بجائے مختلف مذاہب میں اخوت اور یگانگت پیدا کرنا ہی ہے۔(خلاصہ خفیہ، جلد xxx، سال ۱۹۳۴ء، پیرا نمبر ۵۹۶)

ایک مذہبی تنازعہ:

اِنہی دِنوں ایک سکھ نے اِسلام قبول کر لیا تھا لیکن وہ احمدیوں کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔اُس کا نام گیانی واحد حسین تھا۔اُس نے ایک شوشہ چھوڑ دیا کہ گورو نانک دراصل مسلمان تھے۔اِس سے سکھوں اور مسلمانوں میں اِختلاف پیدا ہو گیا اور فرقہ وارانہ جھگڑے اور مناظرے ہونے لگے۔اِس موقع پر فرقہ وارانہ ہم آہنگی بورڈ والے میدان میں آئے اور اس جھگڑے کو مٹایا۔اِس دوران ۹ جولائی ۱۹۳۴ء کو فرقہ وارانہ ہم آہنگی بورڈ کے ممبران نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی مفتی سرحد سے ملاقات کی اور اس قضیے کی حقیقت معلوم کی۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے بتایا کہ واحد حسین حکومت کا تنخواہ دار ایجنٹ ہے جس کو ہدایت ملی ہوئی ہے کہ فرقہ وارانہ فساد پیدا کرنے کی کوشش کرے۔اِس کے بیانات سے سکھوں اور احمدیوں کے جھگڑے ہوئے ہیں کیونکہ واحد حسین دراصل احمدی ہوا تھا۔۱۰ جولائی کو بورڈ کے اِجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے کہا کہ سکھوں اور قادیانیوں کے تازہ تنازعے کی ذمہ دار

حکومت خود ہے اور فیصلہ کیا کہ ایک وفد دونوں مذاہب کے پیروکاروں سے رابطہ کرے اور ان سے درخواست کرے کہ مذہبی اِختلاف کو ہوا نہ دیں۔ اِس ہدایت پر عبدالغفور آتش، چیلا رام، محمد افضل اور چند دیگر ارکان پر مشتمل ایک وفد نے سکھوں اور احمدیوں کے نمائندوں سے ملاقات کر کے درخواست کی کہ آپس کے تنازعے ختم کرنے کی کوشش کریں۔

سکھوں میں سے ملاپ سنگھ سمیت کئی لوگوں نے جھگڑا ختم کرنے پر رضامندی ظاہر کی لیکن احمدیوں نے تسلی بخش جواب نہ دیا۔ اِس پر بورڈ کے اراکین نے شبہ ظاہر کیا کہ احمدیوں کو اپنا فیصلہ خود کرنے کا اِختیار نہیں اُن کے فیصلے حکومت کے ہاں ہی ہوتے ہیں۔

(خلاصہ خفیہ، جلد XXX، سال ۱۹۳۴ء، پیرا نمبر ۶۴۰)

۲۶ جولائی ۱۹۳۴ء کو فرقہ وارانہ ہم آہنگی بورڈ کے اراکین نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی سے اُن کے مکان پر ملاقات کی۔ اراکین میں چیلا رام، امیر سنگھ، عبدالغفور آتش، محمد یونس قریشی، اللہ بخش برقی وغیرہ بھی شامل تھے۔ اَراکین نے رام کشن بی اے کی نظر بندی پر گہری تشویش کا اِظہار کیا اور اُن کے خاندان سے ہمدردی کی قرارداد منظور کی۔ اراکین نے حکومت کے اِس قسم کے جابرانہ اقدامات کی مذمت کی۔

(خلاصہ خفیہ، جلد XXX، ۱۹۳۴ء پیرا ۶۹۹)

مجلس قانون ساز کے لئے سرحد کی نمائندگی:

۱۹۳۴ء میں پہلی بار مرکزی مجلس قانون ساز کے لئے سرحد سے نمائندہ منتخب کرنے کا عوامی حق حاصل ہوا۔ اِس سے پہلے سرحد کا نمائندہ حکومت کا اپنا نامزد کردہ ہوتا تھا۔ چنانچہ ۶ اگست ۱۹۳۴ء کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے مکان پر محمد عثمان سرعسکر، عبدالغفور آتش، رام سرن نگینہ، غلام جیلانی اور چند دوسرے سیاسی کارکن جمع ہوئے۔ اُنہوں نے مجوزہ سرحدی نمائندہ کے اِنتخاب کے معاملے پر بحث کی۔ حاضرین میں سے محمد عثمان نسواری نے سردار عبدالرب نشتر کے حق میں دوسروں کو قائل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے جن کا سردار نشتر سے ذاتی تعلق بھی تھا اِس پر احتجاج کیا اور کہا کہ ان حالات میں رائے دھندگان کو سرخپوش نمائندہ منتخب کرنا چاہئے۔

چنانچہ اگلے دِن ۷ اگست ۱۹۳۴ء کو چیلا رام، اچرج رام گھمنڈی، عبدالغفور آتش اور

عبدالعزیز خوش باش وغیرہ مہتہ کرپارام کے مکان پر جمع ہوئے اور تجویز پیش کی کہ الیکشن کی مہم کو ایک مرکز کے تحت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ الیکشن بورڈ تشکیل دیا جائے تا کہ ہر کوئی اپنا اپنا راگ نہ الاپے اور سرجوش اُمیدوار کے لئے فضاء کو مؤثر طور پر تیار کیا جا سکے۔ (خلاصہ خفیہ، جلد xxx، ۱۹۳۴ء، پیرا نمبر ۷۶۶)

اس کے بعد ۱۴ستمبر ۱۹۳۴ءکو عبدالرحمٰن ریا، عبدالغفور آتش، الٰہی بخش، عبدالرشید کلاہ ساز، محمد افضل سرجوش، محمد یونس قریشی، مولوی عبدالودود سرحدی نے ایک خفیہ اِجلاس منعقد کیا جس میں پنجاب حکومت کی طرف سے بھی نوجوان بھارت سبھا اور کرتی کسان پارٹی کو خلافِ قانون قرار دینے پر غور کیا گیا۔

(خلاصہ خفیہ، جلد xxx، ۱۹۳۴ء، پیرا نمبر ۸۵۰)

۷ اکتوبر ۱۹۳۴ءکو رات کے وقت چوک بازار میں عبدالودود سرحدی، اللہ بخش برقی، محمد یونس قریشی، رام سرن نگینہ، عبدالغفور آتش اور عبدالرحمٰن ریا وغیرہ اکٹھے ہوئے اور اِنتخابی کونسل کے داخلے کے مسئلے پر غور کیا۔ اِس اِجلاس میں ایک کمیٹی بنائی گئی جس کے صدر عبدالرحمٰن ریا، سیکرٹری عبدالغفور آتش اور دو اسسٹنٹ سیکرٹری یعنی اللہ بخش برقی اور عبدالودود سرحدی تھے۔ رام سرن نگینہ کو خزانچی منتخب کیا گیا۔
(خلاصہ خفیہ، جلد xxx، ۱۹۳۴ء، پیرا نمبر ۹۲۰)

نوجوان بھارت سبھا اور پبلک ٹرینکوئیلٹی ایکٹ:

ڈاکٹر خان صاحب کے اِنتخاب کے بعد اِس تجویز پر نوجوان تحریک میں بہت بحث مباحثہ ہوا کہ نوجوان بھارت سبھا اور کانگریس کے اراکین مِل کر پبلک ٹرینکوئیلٹی ایکٹ کے خاتمے کے لئے ڈاکٹر خان صاحب ہی کو مشترکہ مختار بنا دیں۔ ۲۴ نومبر ۱۹۳۴ءکو رات کے وقت نکو دیوی کے مکان پر نوجوان بھارت سبھا کے اَراکین کا اِجلاس ہوا۔ اِس میں عبدالغفور آتش نے کہا کہ کانگریس کے ساتھ اِس قسم کی وابستگی رسوا کن ہوگی اور اگر آپ نے اِس قسم کی تجویز مان لی تو آپ کی کل ہند نوجوان بھارت سبھا ہنسی اُڑائے گی۔ جبکہ بخشی فقیر چند وید نے کانگریس والوں کی اِس تجویز کی تائید کی اور کہا کہ یہ واحد راستہ ہے جس کے ذریعے ہم اِس ایکٹ کی عائد کردہ پابندیوں سے چھٹکارا پانے کی اُمید کر سکتے ہیں۔

(خلاصہ خفیہ، جلد xxx، ۱۹۳۴ء، پیرا نمبر ۱۰۵۷)

سبھاش چندر بوس کی نظر بندی:

سبھاش چند بوس کونظر بند کر دیا گیا تو ۲۰ دسمبر ۱۹۳۴ء کو عبدالغفور آتش کی دُکان پر نوجوان بھارت سبھا کے اَراکین کا ایک اِجلاس ہوا جس میں سبھاش چندر بوس کی نظر بندی پر اِظہارِ ہمدردی کیا گیا۔

دیوان چند ساہنی، عبدالغفور آتش، بہاری لعل اور عبدالعزیز حلوائی نے لاہور لیبر ریسرچ سوسائٹی کی ایک شاخ پشاور میں بھی قائم کرنے کی تجویز منظور کی۔ اِس سوسائٹی کا لٹریچر لاہور سے منگوا کر پشاور میں تقسیم کیا گیا۔

(خلاصہ خفیہ، جلد xxxi، ۱۹۳۵ء، پیرا نمبر ٦)

کالعدم نوجوان بھارت سبھا کی مشکلات:

۱۰ جنوری ۱۹۳۵ء کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے مکان پر کالعدم نوجوان بھارت سبھا کے چیدہ چیدہ کارکنوں کا ایک خفیہ اِجلاس طلب کیا گیا۔ اِس میں محمد یونس قریشی، عبدالغفور آتش، عبدالرحمٰن ریا اور اللہ بخش برقی وغیرہ شریک تھے۔ اِجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے کہا کہ نوجوان بھارت سبھا اِس وقت غیر قانونی جماعت ہے۔ اِسی لئے اِس کے اِنتخابات بھی نہیں ہوئے ہیں اور وہ خود اب تک صدر کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ لیکن اِس کے خلافِ قانون ہونے کے باوجود اِس پارٹی کے کارکنوں کی سرگرمیاں برقرار رکھنا ڈسپلن کے تحت ممکن نہیں اور اب اچرج رام اور روشن لعل اپنے طور پر کام کر رہے ہیں۔ اِس طرح کی انارکی پارٹی کے نظم و نسق کی خلاف ورزی کی ذیل میں آتی ہے۔ اگر کوئی اِصلاح کی صورت نہ نکالی گئی تو اِس طرح کی خلاف ورزی کے مرتکب جماعت سے خارج ہو جائیں گے۔ اُنہوں نے عبدالرحمٰن ریا کی اِس بات کی تائید کی کہ مفت فلاحی سکول کو بخشی فقیر چند کی کمیٹی کی نگرانی میں نہ رکھا جائے۔ (پیرا نمبر ٦٦)

باب نمبر۲۲ فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ

کالعدم نوجوان بھارت سبھا کے نام سے پارٹی کی سرگرمیوں کو جاری اور مربوط رکھنا مشکل ہوگیا تو ایک نئے پلیٹ فارم فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ یا سوشلسٹ پارٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اِس کے سرپرست خود مولانا عبدالرحیم پوپلزئی تھے اور عبدالغفور آتش
اِس کے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ جبکہ بہاری لعل کو اسسٹنٹ سیکرٹری منتخب کیا گیا تھا۔ اِس کے اِبتدائی اغراض ومقاصد میں ذیل کے نکات شامل تھے:

۱- مزدوروں کی بہبود کے لئے کام کرنا۔
۲- مزدوروں کی اِسمبلیوں میں نمائندگی کے لئے جدوجہد کرنا
۳- مزدوروں کی اُجرتوں میں اِضافے کی کوشش کرنا۔
۴- مزدوروں کو سُودی قرضوں سے بچانا۔

اِس سلسلے میں دِل باغ رائے کے مکان پر فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ (فرنٹیئر سوشلسٹ پارٹی) کا ایک اِجلاس منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ پنج تیرتھ اور سیتال پوری اِنتظامی کمیٹیوں سے درخواست کی جائے کہ وہ بے روزگار پوربیوں کو رہائش اور نان نفقہ مہیا کریں۔ اِس اِجلاس میں طے پایا کہ صاحب رسوخ ہندوؤں سے ملاقاتیں کرکے اُنہیں اِس بات پر قائل کیا جائے کہ وہ چوکیدار کی ملازمتوں کے لئے دوسرے کی نسبت پوربیوں کو ترجیحی بنیادوں پر روزگار فراہم کریں۔

(خلاصہ خفیہ، جلد xxxi، ۱۹۳۵ء، پیرا نمبر ۲۸۵)

۲۳ مارچ ۱۹۳۵ء کو عبدالرزاق کے مکان پر ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں فقیر چند، عبدالرحمٰن ریا، بہاری لعل، رام سرن نگینہ اور عبدالغفور آتش نے شرکت کی۔ اجلاس کی صدارت امر سنگھ نے کی۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی عدم موجودگی میں عبدالرحمٰن ریا اور فقیر چند مل کر انجمن کی نگرانی کیا کریں گے۔ اس کے علاوہ عہدیداروں میں امیر سنگھ، رام سرن نگینہ، عبدالغفور آتش اور عبدالرزاق منتخب کئے گئے جب کہ چندہ جمع کرنے کے لیے بہاری لعل اور درگا ناتھ اور پرچار کے لیے اللہ بخش، چیلا رام اور محمد یونس قریشی کے نام تجویز کئے گئے۔ (خلاصہ XXXI پیرا ۳۱۵)

۲۸ مارچ ۱۹۳۵ء کو لیگ کا اجلاس ہوا۔ امیر سنگھ، فقیر چند، عبدالرحمٰن ریا، بہاری لعل، عبدالغفور

آتش، رام سرن نگینہ اور عبدالرزاق شرکاء میں شامل تھے۔ اجلاس میں تجویز پیش کی گئی کہ ایک جلسہ عام منعقد کیا جائے تاکہ عوام کو اس لیگ کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا جا سکے۔ یہ تجویز مسترد کر دی گئی کیونکہ اس طرح سی آئی ڈی کی نظر میں آجانے کا خطرہ تھا۔ علاوہ ازیں اس طرح یہ لیگ بھی سرکاری طور پر کالعدم قرار دی جا سکتی تھی۔ آخر میں فیصلہ ہوا کہ ایک دفتر کھولا جائے اور قوائد وضوابط تیار کیے جائیں۔

۲۹ مارچ کو ایک اور اجلاس میں لیگ کے اغراض و مقاصد پر مبنی ایک پمفلٹ جاری کرنے کا فیصلہ ہوا۔ (خلاصہ XXXI پیرا ۳۵۲) لیگ کو دفتر کے حصول میں کافی مشکلات درپیش تھیں کافی تگ و دو کے بعد ۵ روپے ماہوار کرایہ کا ایک مکان حاصل کر لیا گیا۔ مکان پر ایک بورڈ آویزاں کر دیا گیا جس پر درانتی اور ہتھوڑے کا نشان تھا۔ اس لیگ کے قوائد وضوابط عبدالغفور آتش اور رام سرن نگینہ نے تیار کئے اور انہیں ایک پمفلٹ کی صورت میں چھپوانے کا فیصلہ کیا۔ (XXXI-۳۸۲)

بعد میں اس مقصد کے تحت پمفلٹ چھپوا لیا گیا۔ اس میں ذیل کے اغراض و مقاصد بیان کئے گئے تھے۔

۱۔ زمینداروں اور مزدوروں کی بہبود کے لیے کام یہاں تک کہ وہ سوشلزم کے مطالبے کے مطابق معیار زندگی حاصل کر لیں۔

۲۔ سرمایہ داروں کے خلاف قانونی اور پرامن جدوجہد

۳۔ لوکل بورڈز کے لیے مزدوروں کی نمائندگی کی کوشش

۴۔ مروجہ زمینداری نظام کے خلاف جدوجہد

۵۔ مزدوروں کے لیے اچھی تنخواہیں اور معقول اوقات کار

۶۔ مزدوروں کے لیے بیماری، بیروزگاری اور بڑھاپے میں تحفظ کا حصول

۷۔ سود پر قرضہ کے حصول اور چور بازاری وغیرہ کے خلاف مہم

۸۔ فیملی لیبر یونین کے ذریعے مزدوروں کے حقوق کا تحفظ

۹۔ مزدوروں اور کسانوں میں اچھے تعلقات کا قیام

۱۰۔ زمینداروں کے قرضوں کی معافی کے لیے کوشش کرنا

۱۱۔ سوشلسٹ خیالات کو فروغ دینا

عبدالرحمٰن ریا نے لیگ کی طرف سے ایک اپیل جاری کی اور فرنٹئر ایڈوکیٹ پریس سے چھپوانے کی کوشش کی۔لیکن مذکورہ پریس نے اس کی حامی نہ بھری۔

بعد میں راولپنڈی سے اس اپیل کا اشتہار شائع کرنے کی سعی کی گئی اشتہار کے مسودے میں سرمایہ داری اور محنت کی تعریف نیز مزدوروں کے استحصال پر سرمایہ داروں کی مذمت تھی کہ محنت کش ہمیشہ عظیم قربانیاں دیتے آئے ہیں لیکن سرمایہ دار ہی کامیابی حاصل کرلیتا ہے اشتہار میں عوام سے لیگ میں شمولیت کی اپیل کی گئی تھی اور سرمایہ داری کا تختہ الٹنے کے لیے قانونی جنگ لڑنے کا مشورہ دیا گیا تھا۔بعد میں معلوم ہوا کہ فرنٹئیر ایڈوکیٹ پریس کے انکار کی ایک وجہ اشتہار کے اخراجات کا معاملہ تھا۔پارٹی کے سرکردہ افراد فقیر چند ویدا امیر سنگھ اور عبدالغفور آتش وغیرہ مسماۃ نکو دیوی کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ مذکورہ اشتہار کے لیے وہ اخراجات کا کچھ حصہ ادا کرے۔مسماۃ نکو دیوی نے ۵ روپے اپنی طرف سے چندہ دیا۔

انہی دنوں لاہور لیبر ریسرچ سوسائٹی کے رکن موہن لعل نے عبدالغفور آتش کو دعوت دی کہ وہ لاہور آکر ریسرچ سوسائٹی کے اراکین سے ملاقات کریں تاکہ سوشلسٹ لیگ اور لاہور ریسرچ سوسائٹی کے اتحاد کا فیصلہ کیا جاسکے۔(۱۹۳۵ پیرا۴۱۴)

عبدالغفور آتش ۱۷ اپریل ۱۹۳۵ کو لاہور روانہ ہوگئے (۱۹۳۵ء پیرا۴۹۳)

۲۹ اپریل ۱۹۳۵ کو فرنٹئر سوشلسٹ ورکرز لیگ کا ایک خفیہ اجلاس منعقد ہوا جس میں امیر سنگھ، عبدالرزاق، رام سرن نگینہ، عبدالرحمٰن ریا، فقیر چند ویدا اور عبدالغفور آتش وغیرہ شریک تھے اجلاس میں ذیل کی قراردادیں منظور کی گئیں۔

۱۔ حکومت کی فارورڈ پالیسی کی مذمت

۲۔ جیل پور اجلاس میں کانگرس کی طرف سے سوشلسٹ قراردادوں کی مخالفت پر کانگرس کی مذمت۔

۳۔ سرخپوشوں کو سوشلسٹوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کی دعوت

۴۔ آزاد قبائل، نظر بندوں اور مزدوروں کے بارے میں حکومت ہند کی پالیسی کی مذمت

۵۔ عوام سے سلور جوبلی کی تقریبات میں شرکت نہ کرنے کی اپیل

لیگ کے دفتر کی چھت پر ہتھوڑے اور درانتی کے نشان والا سرخ جھنڈا لہرایا گیا تھا۔ (۱۹۳۵ء پیرانمبر ۵۰۸)

بالآخر عبدالرحمٰن ریا یوسفی پریس سے اردو اور پشتو میں اپنی اپیل چھپوانے میں کامیاب ہو گئے اپیل کا اشتہار وسیع پیمانے پر تقسیم کیا گیا۔ اس اپیل میں مزدوروں کی تکلیفات کا ذکر تھا اور عوام سے درخواست کی گئی تھی کہ سرمایہ داری کے خلاف قانونی جنگ کریں۔ (۱۹۳۵-۵۳۱)

۷ مئی ۱۹۳۵ء کو شاہی باغ پشاور میں لیگ کا ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں ۲۵۰ افراد شریک تھے۔ جلسہ کی صدارت گلکاروں اور ترکھانوں کی ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری غلام محمد نے کی۔ افتتاح رام سرن نگینہ نے کیا۔ انہوں نے ایک نظم پڑھی جس میں سرمایہ داروں پر الزام لگایا گیا تھا کہ وہ مزدوروں کا استحصال کرتے ہیں۔ جلسہ میں عبدالرحمٰن ریا، نے مجوزہ ٹیکسوں کا جائزہ پیش کیا اور کہا کہ معاشی بدحالی کی وجہ سے یہ ٹیکس دیہات کو تباہ کر کے رکھ دیں گے۔ انہوں نے مزدوروں کے مفاد کا تحفظ نہ کرنے پر میونسپل کمیٹی کی مذمت کی۔ انہوں نے کہا کہ نواب عبدالقیوم خان دوسرے صوبوں کو ٹھیکے دے رہے ہیں۔ اور اپنے صوبے کے لوگ نظرانداز کئے جا رہے ہیں۔ انہوں نے سی آئی ڈی والوں پر نکتہ چینی کی کہ وہ میونسپل کمیٹی کے خورد برد کرنے والے ارکان کی باز پرس کے لیے کچھ نہیں کر رہے۔ اس کے بعد انہوں نے کمیٹی کے ٹیکسوں کے خلاف قرارداد پیش کی۔

عبدالغفور آتش نے بھی ایک قرارداد پیش کی جس میں حکومت سے کیا گیا تھا کہ وہ پبلک ٹریکوبیلیٹی ایکٹ واپس لے لے کیونکہ صورت حال معمول پر ہے اور اس کا کوئی جواز نہیں۔ انہوں نے یہ قانون منظور کرنے پر مجلس قانون ساز کے اراکین کی مذمت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان جس بیماری میں مبتلا ہے اس کا علاج ظلم جبر سے نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے بنگال میں آرڈیننسوں کے نفاذ کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ عوام کو ہمیشہ نظرانداز کیا جاتا رہا ہے۔

بخشی فقیر چند دید نے سوشلسٹ ورکرز لیگ کے اغراض و مقاصد بیان کئے انہوں نے کہا کہ یہ پارٹی سرمایہ داروں کے خلاف جنگ کے لیے بنائی گئی ہے۔

عبدالغفور آتش نے شیرین جان سرخپوش کے اہل خانہ سے اظہار ہمدردی کی قرارداد پیش کرنے کے بعد کابل اور پشاور کے درمیان ٹیکسی چلانے والوں کی درخواست پڑھ کر سنائی کہ افغانستان میں انہیں بغیر اجرت کے کام کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے اور ان پر بھاری ٹیکس عائد کئے جا رہے ہیں۔

(۵۵۶)

۲۴مئی کو چوک یادگار پر لیگ کا ایک اور جلسہ عام منعقد ہوا۔ اس میں ۴۰۰ افراد شریک تھے جلسہ کی صدارت محمد یونس قریشی نے کی چوک پر ہتھوڑے درانتی کے نشان والا سرخ جھنڈا لہرایا گیا تھا۔ اس جلسہ عام میں انجمن خدام انسانیت کے شبینہ سکول میں زیر تعلیم چار طلباء نے ہندوستانیوں کی حالت زار پر نظمیں پڑھ کرافتتاح کیا۔

اس کے بعد عبدالغفور آتش نے ہندوستان کے ان ٹیکسی ڈرائیوروں کی بدحالی کی تفصیل بیان کی جو افغانستان میں کرائے پر گاڑی چلاتے ہیں۔ انہوں نے افغان حکومت کے ان بے چارے ڈرائیوروں کے ساتھ ظالمانہ سلوک پر احتجاج کی ایک قرارداد پیش کی۔ اس قرارداد میں حکومت سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ ان ڈرائیوروں کے معاملے میں مناسب اقدامات کرے۔ اس کے ساتھ ہی عبدالغفور آتش نے ہندوستان ٹیکسی ڈرائیوروں کے مفادات کے تحفظ کی ذمہ داری پوری نہ کرنے پر برطانوی قانون پر تنقید کی۔

عبدالرحمٰن ریا نے اس جلسے سے خطاب کرتے ہوئے ذات پات کے نظام کی تاریخ بیان کی۔ انہوں نے انگریزوں پر ہندوستان کے استحصال کا الزام لگایا اور خطاب یافتہ حضرات کو آڑے ہاتھوں لیا۔ انہوں نے سلور جوبلی اور تقسیم انعامات کے لیے عطیات جمع کرنے پر میونسپل کمیٹی پر بھی نکتہ چینی کی۔ انہوں نے کہا کہ انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات کی رعونت کا یہ عالم ہے کہ وہ قیدیوں کو دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو جاتے ہیں۔ اوران قیدیوں کے ساتھ بدترین سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ آخر میں انہوں نے مزدوروں پر جرمانے عائد کرنے کے اقدام پر میونسپل کمیٹی کی مذمت کی اور مزدوروں کی یونینوں کی ضرورت پر زور دیا۔

امیر سنگھ نے ایک نظم پڑھی جس میں مزدوروں کے ساتھ سرمایہ داروں کی بے انصافیوں کا ذکر تھا۔ بخشی فقیر چند وید نے انسانی حقوق پر تقریر کی انہوں نے کارل مارکس کے بہت سے حوالے دیئے انہوں نے کہا کہ سب انسان برابر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بمبئی کے کارخانوں میں کی جانے والی ہڑتالوں کا سبب قلیل اجرتیں ہیں اورمزدوروں سے لیبر یونین سازی کی درخواست کی۔

امیر عالم شاہ نے بھنگیوں کی خستہ حالی کا ذکر کیا اور ایک قرارداد پیش کی کہ میونسپل کمیٹی بھنگیوں کی کارگزاری بہتر کرنے کے لیے اقدامات کرے۔

اس قرارداد کی تائید کرتے ہوئے بخشی فقیر چند نے خاکروبوں میں اپنے سیاسی کام کی تفصیل بیان کی اور خاکروبوں کی حالت زار پر میونسپل کمیٹی کی سرد مہری کی مذمت کی۔ انہوں نے حکومت پر بھی تنقید کی کہ وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں کر رہی۔ انہوں نے کہا کہ ہٹلر جیسے ظالم شخص نے بھی مزدوروں کی بہبود کے لیے جرمنی میں ۷ کروڑ مختص کر رکھے ہیں۔

عبدالغفور آتش نے جلسے میں ایک قرارداد پیش کی جس میں بیروزگار رگلکاروں، ترکھانوں اور مزدوروں سے ہمدردی اور حکومت سے درخواست کی گئی تھی کہ ان کے روزگار کے لیے اقدامات کرے۔

قراداد پیش کرتے ہوئے عبدالغفور آتش نے کہا کہ آنریبل منسٹر نے ۱۹۳۴ میں مزدوروں کے ساتھ جو وعدے کئے تھے وہ پورے نہیں کئے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ وزیر صاحب کو ایک سرکلر جاری کرنا چاہیے کہ صوبے کے لوگوں کو ٹھیکوں میں ترجیح دی جائے۔

عبدالرحمٰن ریا نے ایک قرارداد پیش جو منظور کر لی گئی۔ اس قرارداد میں حکومت سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ لیگ آف نیشنز سے کہے کہ وہ فلم ''بنگال کے ایک لالہ کی زندگی'' بند کروائے۔ اس فلم میں پٹھانوں کی بہادری پر حرف آتا تھا۔ فقیر چند دید نے اس قرارداد کی تائید کے ساتھ کہا کہ ''فلم ہندوستان بولتا ہے'' بھی بند کرائی جائے (۵۷۸) ان دنوں عبدالرحمٰن ریا نے ایک پمفلٹ نمبر ۵ شائع کیا جس کا عنوان تھا "ہمارا ووٹ اور اس کا استعمال"۔ اس میں عوام سے کہا گیا تھا کہ ووٹ اس شخص کو دیں جو شہری شعور رکھتا ہو اور اس میں ذات پات اور مذہب کی تفریق نہ کریں۔ اس پمفلٹ میں کانگرس کے بارے میں کہا گیا تھا۔ کہ اس کا مقصد ہندوستانی سرمایہ داروں کا مزدوروں کے استحصال کو جواز مہیا کرنا ہے۔ مزید یہ کہ کانگرس نے اپنے وعدے پورے نہیں کیے۔ اس پمفلٹ میں یہ کہا گیا تھا کہ سرخپوشوں کو اجارہ داروں نے بتاہ کر کے رکھ دیا ہے۔ ۲۸ مئی اور ۳۱ مئی کو ۱۹۳۵ء کو فرنٹئر سوشلسٹ ورکرز لیگ کے خفیہ اجلاس ہوئے شرکاء میں عبدالعزیز گھڑی ساز عبدالرزاق، عبدالرحمٰن ریا، عبدالغفور آتش، فدا محمد مستری، محمد یونس قریشی، راجہ رام موچی اور ہردیو موچی شامل تھے۔ ان اجلاسوں میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اب سوشلسٹ ورکرز لیگ لیبر یونین منظّم کرنے میں براہ راست حصہ نہ لے اور عوام سے چندوں کی اپیلیں بھی نہ کرے۔ یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ کارکنوں کو عوامی جلسوں سے خطاب کی تربیت دی جائے۔

۳۱ مئی والے اجلاس میں ورکنگ کمیٹی کے ذیل کے ارکان منتخب ہوئے عبدالرحمٰن ریا، فقیر چند وید، غلام محمد مستری، محمد یونس قریشی اور دلاور خان وغیرہ (۶۱۲)

۶ جون ۱۹۵۳ء کو لیگ کے دفتر میں ایک اجلاس ہوا جس میں فقیر چند وید، عبدالغفور آتش، امیر سنگھ، عبدالرحمٰن ریا اور ملک دلاور خان وغیرہ شریک تھے۔ اس اجلاس میں ذیل کی یونینیں بنانے پر اتفاق کیا گیا۔

۱۔	خاکروب یونین	انچارج فقیر چند
۲۔	گلکار یونین	عبدالغفور آتش
۳۔	موچی یونین	محمد یونس قریشی
۴۔	بیروزگار یونین	محمد یونس قریشی

عبدالرحمٰن ریا کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کردہ کارکنوں کو تقریر کرنے کی تربیت دیں گے۔ اس کے علاوہ عطیات جمع کرنے کی ذمہ داری دلاور خان کے سپرد کی گئی۔ (۶۴۰)

کوئٹہ میں زلزلہ:

۲ جون ۱۹۳۵ء کو کوئٹہ کے زلزلہ زدگان کی امداد کے سلسلے میں فرنٹئر سوشلسٹ ورکرز لیگ کا ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ اس میں شرکاء کی تعداد ۷۰۰ تک تھی۔ جلسہ کی صدارت کے فرائض بخشی فقیر چند نے انجام دیے۔

محمد یونس قریشی نے زلزلہ کی تفصیل بیان کی اور ایک قرارداد پیش کی جس میں ہلاک شدگان اور زخمیوں کے لواحقین سے ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔ انہوں نے حاضرین سے درخواست کی کہ وہ ہمدردی کا عملی ثبوت دینے کے لیے متاثرین کے لیے دل کھول کر عطیات فراہم کریں۔ انہوں نے جاپان کے زلزلہ کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ جاپان کی حکومت نے صرف لوگوں کے عطیات پر انحصار نہیں کیا تھا بلکہ اس کے لیے سرکاری خزانہ بھی کھول دیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہندوستان میں بھی ویسی حکومت ہوتی تو یہاں بھی یہی کچھ کیا جاتا۔

عبدالغفور آتش نے اس قرارداد کی تائید کی کہ شہزادہ معظم کی سلور جوبلی کی تقریبات کے لیے جمع کی جانے والی رقم اب زلزلہ زدگان کے لیے وقف کر دینی چاہیے۔

عبدالرحمٰن ریا نے بھی اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ زلزلہ جیسی آفات بھی نازل ہو رہی ہوں تو سرکار پرست لوگ خان بہادر قلی خان اور نواب کرنل سر محمد اکبر خان کی پوجا سے باز

نہیں آتے۔ انہوں نے کہا کہ جن لوگوں نے مکہ میں مقدس مقامات پر گولیاں برسائیں اور جن لوگوں نے قبائل میں سڑکیں بنانے کے لیے ٹھیکے حاصل کیے وہ صحیح مسلمان نہیں تھے۔

بخشی فقیر چند وید نے کہا کہ ہندوستان ایک قبائلی معاشرہ ہے۔ آپ نے تیراہ پر انگریزوں کی بمباری کا سنا ہوگا۔ آپ نے کراچی میں فائرنگ کا بھی سن لیا ہوگا۔ اس کے علاوہ آپ بنگال کے نظر بندوں کی صعوبتوں کی خوفناک کہانیوں سے بھی باخبر ہوں گے۔ اب کوئٹہ میں ایک آفت نازل ہوئی ہے۔ اس میں محض ہمدردی کی قراردادوں سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ روپے پیسہ پہنچانے کی فوری ضرورت ہے۔ انہوں نے حکومت سے استدعا کی کہ وہ امدادی جماعتوں کو کوئٹہ جانے کے لیے سہولتیں مہیا کرے۔ آخر میں انہوں نے بھی یہ تجویز پیش کی کہ سلور جوبلی کے لیے جمع کیا جانے والا فنڈ کوئٹہ کی دوبارہ آبادکاری میں لگایا جائے۔(٦٣٥)

موٹر یونین اور خاکروب یونین:

١٥ جون ١٩٣٥ء کو فرنٹیئر سوشلسٹ لیگ کا ایک اجلاس ہوا۔ اس میں موٹر یونین کی تنظیم اور تمام اہل مذاہب کی رکن سازی کے امور زیرغور آئے۔ موٹر یونین سازی کے قوائد وضوابط طے کئے گئے اور رکن سازی کے لیے ٤ آنہ ماہوار چندہ مقرر کیا گیا۔ جو رکن تین مسلسل اجلاسوں سے غیر حاضر پایا جائے۔ اسے ایک روپیہ جرمانہ ادا کرنا ہوگا یا دوبارہ انتخاب عمل میں لایا جائے گا۔ یونین کی کمیٹی میں ایک صدر دو نائب صدر اور ایک جنرل سیکرٹری ١٥ اسسٹنٹ سیکرٹری اور سات اراکین ہوں گے۔

اگلے دن ١٦ جون کو فقیر چند، عبدالعزیز اور امیر سنگھ نے لاہوری گیٹ میں رہنے والے خاکروبوں سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ اپنی خاکروب یونین بنائیں۔ خاکروبوں نے اس مشورہ پر عمل درآمد کا وعدہ کیا۔(٦٥٩)

عبدالغفور آتش اور رام سرن نگینہ ١٢ جون ١٩٣٥ء کو مردان کے دورے پر بھی گئے تھے۔ انہوں نے وہاں بھگت رام اور ایشر داس سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ وہ مردان میں سوشلسٹ ورکرز لیگ کی شاخ قائم کریں۔ مردان میں کئی افراد نے انہیں امداد فراہم کرنے کی پیشکش کی۔ انہوں نے عبدالرحمٰن ریا کے لکھئے ہوئے پمفلٹ بھی تقسیم کیے۔

١٩ جون ١٩٣٥ء کو پشاور میں سوشلسٹ لیگ کے ارکان کا ایک اجلاس ہوا۔ اس سے خطاب

کرتے ہوئے عبدالرحمٰن ریا نے تجویز پیش کی کہ ارکان کو با قاعدہ ارکان اور بے قاعدہ ارکان میں تقسیم کر دیا جائے۔ تین متواتر اجلاسوں میں غیر حاضر رہنے والا خود بخود بے قاعدہ رکن کے درجے میں چلا جائے گا۔ اور اگلے اجلاس میں اس کے ووٹ کا حق سلب ہو جائے گا۔ اجلاس میں موٹر ڈرائیور یونین کا انتخاب بھی عمل میں لایا گیا۔ اس میں ذیل کے عہدیدار منتخب ہوئے۔

صدر عبدالغفور آتش

پروپیگنڈہ سیکرٹری عبدالرحمٰن ریا، عبدالرزاق، رام سرن نگینہ، میر عالم شاہ اور کامریڈ پیر بخش

طے پایا کہ بجوڑی گیٹ میں یونین کا دفتر کھولا جائے گا۔

دریں اثناء فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ کے ذیل کے اراکین خاکروب یونین منظم کرنے کے لئے نامزد ہوئے۔

(۱) فقیر چند وید (۲) عبدالعزیز گھڑی ساز

(۳) رام سرن نگینہ (۴) میر عالم شاہ

(۵) عبدالرزاق (۶) محمد یونس قریشی

راجہ رام موچی کو رابطہ اور مدد کی ذمہ داری تفویض کی گئی۔

جلسہ عام:

۲۰ جون ۱۹۳۵ء کو فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ کے زیر اہتمام چوک بازار میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ جس کی صدارت سید میر عالم شاہ نے کی۔ جلسے کے شرکاء کی تعداد ۱۵۰ بتائی گئی۔

محمد یونس قریشی نے اس جلسے سے خطاب کرتے ہوئے پولیس پر نکتہ چینی کی کہ اس نے ۱۷ اور ۱۸ جون کو محض شبے کی بنا پر متعدد افراد کو گرفتار کر لیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر چہ ہمیں پولیس کو روکنے ٹوکنے کا حق حاصل نہیں لیکن صرف پکڑ دھکڑ کی وجہ معلوم کرنے کا تو حق حاصل ہے۔ انہوں نے کہا کہ جو گرفتاریاں ہوئی ہیں وہ غیر قانونی ہیں۔ انہوں نے قانون ساز اسمبلی پر تنقید کی کہ اس نے کبھی قانون کے اس طرح کے غلط استعمال پر کوئی کارروائی نہیں کی۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستانیوں کو ملک میں نافذ پالیسیوں پر کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک متحدہ قوت منظم کرنے کی ضرورت ہے جو سیاسی طاقت کے حصول کی جدوجہد کرے۔

عبدالرحمٰن ریا نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے قانون سازی اور لوکل بورڈوں میں مزدوروں کی نمائندگی کا راستہ ہموار کرنے پرزور دیا۔ انہوں نے سرمایہ داری کی حمایت کرنے پر کانگرس پرنکتہ چینی کی اور سول نافرمانی کے دوران نوجوان بھارت سبھا کے کا کنوں پر ڈھائے جانے والے مظالم اور صعوبتوں کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ کانگرس محض لوگوں کو ورغلاتی ہے اور دراصل سرمایہ داروں کے فائدہ کے لئے کام کرتی ہے۔ انہوں نے ۱۷ اور ۱۸ جون کو پولیس کی کاروائی کی مذمت کی۔ انہوں نے میونسپل کمیٹی کو بھی ہدف تنقید بنایا کہ وہ مزدوروں کے لئے کچھ نہیں کر رہی۔

عبدالغفور آتش نے جلسے میں ایک قرارداد پیش کی جو منظور کر لی گئی۔ اس میں حکومت سے استدعا کی گئی تھی کہ ضلع پشاور کے بعض لوگوں کی آزادانہ نقل وحرکت پر عائد کردہ پابندی اٹھالی جائے۔ انہوں نے کہا کہ نوجوان بھارت سبھا ایک انقلابی جماعت تھی جبکہ سوشلسٹوں کا مقصد مزدوروں کی بہبود کے لئے کوشش کرنا ہے۔ انہوں نے ۱۹۳۰ء کے بعد لارڈ ارون کی طرف سے نافذ کردہ مختلف آرڈیننسوں کا حوالہ دیا اور کہا کہ ان کا سب سے زیادہ ہدف نوجوان بھارت سبھا بنی۔ انہوں نے پریس والوں سے بھی شکوہ کیا کہ جن لوگوں کو خواہ مخوا پابندیاں لگا کر نقل وحرکت سے روک دیا گیا ہے، اخبارات ان کی بیکاری کے باعث ان کو گزارہ الاونس دلوانے کے لئے ہرکوئی آواز نہیں اٹھاتے۔ انہوں نے کانگرس کی سرمایہ دار نوازی کی سخت مذمت کی۔

فقیر چند وید نے تقریر کرتے ہوئے عوام پر زور دیا کہ وہ سوشلسٹ لیگ کی حمایت کریں تاکہ وہ مزدوروں کی مدد کر سکے۔ انہوں نے برطانوی حکومت کی تاریخ بیان کی اور کہا کہ 1857ء کی جنگِ آزادی اِس سلسلے کا پہلا قدم تھی۔ انہوں نے مزدوروں کی حمایت نہ کرنے پر کانگریس پر تنقید کی۔ انہوں نے کہا کہ 1914ء میں لارڈ ہارڈنگ نے جنگِ عظیم اوّل کے لئے مدد حاصل کرنے کی غرض سے ایک کانفرنس بلائی تھی جس میں گاندھی جی اور مسٹر تلک نے شمولیت کر کے غلطی کی تھی۔ اس جنگ کا واحد مقصد یورپی ملکوں کے لئے اضافی منڈیوں کا حصول تھا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو ہندوستانیوں کو توقع تھی کہ انہیں داخلی خودمختاری (ہوم رول) تو مل جائے گی لیکن اس کی بجائے انہیں رولٹ ایکٹ اور مختلف آرڈیننس دیئے گئے۔ اس پر مہاتما گاندھی نے عدم تعاوُن کی تحریک شروع کی۔ اس کے بعد سول نافرمانی اور پھر اِنفرادی نافرمانی کی تحریکیں چلیں۔ لیکن کانگریس نے آخر میں قانون سازی میں تعاون کرنا شروع کر دیا۔ کانگریس نے سرخپوشوں کے دعوے بھی فراموش کر دیئے۔ انہوں نے حاضرین کو

مشورہ دیا کہ وہ سوشلسٹ لیگ میں شمولیت اِختیار کریں۔(٦٧٩)

پشاور میں آتشزدگی اور سوشلسٹ لیگ کا جلسہ عام:

٢٤ جون ١٩٣٥ء کو ایجرٹن ہسپتال کے قریب (نزد قصہ خوانی چوک) فرنٹیئر سوشلسٹ لیگ کا ایک جلسۂ عام منعقد ہوا۔ سرکاری طور پر شرکاء کی تعداد ١٣٠٠ افراد بتائی گئی۔ جلسے کی صدارت عبدالقدوس نے کی۔ جلسہ میں سرخ پرچم لہرایا گیا تھا۔ پارٹی کے ارکان نے سرخ رومال اور پارٹی کے بیج لگائے ہوئے تھے۔

جلسے کا اِفتتاح عبدالغفور آتش نے کیا۔ اُنہوں نے اس جلسے کی غرض و غایت بیان کی۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ جلسہ دو وجوہات کی بناء پر منعقد کیا جارہا ہے:

(١) پشاور شہر میں آتشزدگی کے دوران پولیس اور فوج کا لوگوں سے سلوک

(٢) دوسری پارٹیوں کی طرف سے ورکرز لیگ پر اعتراضات کا جواب۔

عبدالغفور آتش کے بعد محمد یونس قریشی نے تقریر کی۔

محمد یونس قریشی نے مزدوروں کی مخالفت کرنے پر مسلم آزاد پارٹی کی مذمت کی۔ اُنہوں نے پیر بخش خان کے اِس بیان کا سختی سے نوٹس لیا کہ موٹر ڈرائیوروں اور ریڑھی بانوں نے آتشزدگی کے دوران سامان ہٹانے پر زیادہ پیسے وصول کئے تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ میں پیر بخش خان سے کہتا ہوں کہ جب وکیل لوگوں کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر بھاری فیس وصول کرسکتے ہیں تو کیا مزدور کو اپنی اُجرت وصول کرنے کا بھی حق نہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ کسی نے وکیلوں کی لوٹ مار پر اعتراض نہ کیا۔ لیکن مزدوروں کی اُجرت قابلِ اعتراض سمجھی جاتی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ سوشلزم ہی سب عوارض کا مناسب علاج ہے۔ اگر جائیداد یکساں طور پر تقسیم ہوتی تو آتشزدگی کے نقصان کا بوجھ سب پر یکساں طور پر تقسیم ہوجاتا۔

میر عالم شاہ نے ایک قرارداد پیش کی جو منظور کرلی گئی۔ اس میں حکومت اور میونسپل کمیٹیوں سے اِستدعاء کی گئی تھی کہ وہ بے گھروں کو سر چھپانے کی جگہ مہیا کرے اور متاثرین کو بلاسود قرضے فراہم کئے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معتبر ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ میونسپل کمیٹی شہر میں لے جائی جانے والی ہر چیز پر تین پائی اِضافی ٹیکس عائد کرنا چاہتی ہے۔ یہ ٹیکس مزدوروں کی حالت مزید برباد کریں گے۔

انہوں نے کہا کہ حکومت کا فرض ہے کہ جن لوگوں کا آتشزدگی میں نقصان ہوا ہے ان کی مدد کرے۔ اُنہوں نے اندازہ لگایا کہ حکومت کی طرف سے امداد میں ۵۰ لاکھ روپے کا حصہ شامل ہونا چاہیئے۔

فقیر چند وید نے کہا کہ منڈی بیری کے قریب عوام کے ہجوم پر پولیس نے تشدد کیا اور میں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا۔ اُنہوں نے پولیس کے اس جارحانہ رویہ کی مذمت کی جوان کی روزمرہ کارگزاری کے دوران دیکھنے میں آتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ان کے اس رویہ پر ان کا مواخذہ ہونا چاہیئے۔ اُنہوں نے آتشزدگی کے دوران فوج کے شہر میں گھس آنے پر نکتہ چینی کی اور کہا کہ فائر بریگیڈ والے جائے حادثہ پر ۴۵ منٹ تاخیر سے پہنچے جس سے نقصان زیادہ ہوا۔

عبدالرحمٰن ریا نے کہا کہ جو مکانات آتشزدگی سے دُور تھے اُنہیں بھی مسمار کر دیا گیا اور فائر بریگیڈ ۴۵ منٹ دیر سے پہنچی۔ بہانہ بنایا گیا کہ فائر بریگیڈ کی گاڑیوں میں پٹرول کم تھا اور آگ بجھانے کے لئے پانی نہ تھا۔ اُنہوں نے کہا جب مصیبت اور خطرے کے وقت شہریوں کی کوئی مدد نہیں کی جاتی تو ان سے ٹیکس کیوں لئے جاتے ہیں۔ عبدالرحمٰن ریا پولیس والوں پر برس پڑے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہزارہ وال ۲۲ روپے آٹھ آنے ماہوار تنخواہ پر پولیس میں بھرتی ہو کر دفتروں میں حقے بھرتے ہیں۔ جو بھی پولیس میں بھرتی ہو جاتا ہے اس کا دماغ آسمان سے باتیں کرتا ہے اور یہ لوگ بازار میں گردن اکڑا کر چلتے ہیں۔ یہ شہریوں کی بہو بیٹیوں کی عزت سے کھیلتے ہیں۔ یہی پولیس والے ان گوری چمڑی والے غریب بچوں پر جنسی تشدد کرتے ہیں جو کھلے آسمان تلے بازاروں میں رات کو سوئے ہوتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ پولیس والے عوام کے خادم ہیں نہ کہ آقا۔ اُن کی ڈیوٹی لوگوں پر ظلم کرنا نہیں۔ وہ دِن گئے جب سپاہی یا تھانے دار لوگوں کو ہانک کر تھانے لے جایا کرتے تھے اب لوگ زیادہ روشن خیال ہو گئے ہیں۔ اب اگر ظلم جاری رہا تو لوگ سٹیٹ سیکرٹری پر بھی مقدمہ کر دیں گے۔ حکومت ہر دم یہی کہتی ہے کہ یہ قانون سے بنی ہوئی ہے۔ لیکن پولیس کی لاقانونیت امن کو تہہ و بالا کر دے گی۔

اِس موقع پر (نوجوان بھارت سبھا کے) اِلٰہی بخش نے ایک پرچی عبدالرحمٰن ریا کو دی اور اُنہوں نے عوام کو پڑھ کر سنائی۔ اس میں تحریر تھا کہ تھانہ اے ڈویژن کے سب اِنسپکٹر نے آتشزدگی کے دوران لوگوں پر تشدد کیا۔ عبدالرحمٰن ریا نے لوگوں سے مخاطب ہو کر پوچھا کیا واقعی ایسا ہوا؟ اُنہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ عبدالرحمٰن ریا نے سٹیٹ سیکرٹری کی بھی مذمت کی کہ اس نے فوج کے ذریعے لوگوں کے مکانات خواہ مخواہ گرا دیئے۔ اُن کو یہ فرق تو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ جرمنوں سے تو نہیں لڑ

رہے۔ اُنھوں نے کہا کہ پولیس اور فائر بریگیڈ کی غیر ذمہ داری اور نااہلی سے لوگوں کو ۳ کروڑ روپے کا نقصان اُٹھانا پڑا ہے۔ (۱۹۳۵ء۔۶۹۹)

پشاور موٹر یونین:

پشاور موٹر یونین کا ایک اِجلاس ۲۸ جون ۱۹۳۵ء کو دھنپت رائے سرائے میں ہوا۔ اجلاس کے شرکاء میں فقیر چند وید، عبدالرحمٰن ریا، عبدالغفور آتش اور ۲۰ موٹر ڈرائیور شامل تھے۔

اِجلاس سے خطاب کرتے ہوئے عبدالرحمٰن ریا اور فقیر چند وید نے موٹر یونین کی ضرورت پر زور دیا۔ اُنھوں نے ڈرائیوروں سے کہا کہ بعض ڈرائیوروں نے پشاور کی آتشزدگی میں زیادہ کرائے لے کر عوام کی ہمدردیاں کھودی ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ آپ پوری کوشش کریں کہ آپ پر لوگوں کا اعتماد بحال ہوجائے۔ اِجلاس میں ذیل کی کمیٹی تشکیل دی گئی:

صدر: غلام محی الدین

نائب صدر: محمد اشرف خان

جنرل سیکرٹری: حضرت گل

جائنٹ سیکرٹری: عبدالرؤف

خزانچی: پیر بخش (۱۹۳۵ء۔۷۰۰)

۲ جولائی کو فرنٹیئر موٹر ڈرائیور یونین کے اغراض و مقاصد پر مشتمل ایک اِشتہار شہر میں تقسیم کیا گیا۔ یونین کے اراکین نے اِرادہ ظاہر کیا کہ پشاور اور کابل کے درمیان ٹیکسی چلانے والوں کی مشکلات کے حل کے لئے گورنر، ڈپٹی کمشنر اور پولیٹیکل ایجنٹ خیبر ایجنسی سے ملاقات کی جائے تاکہ افغان حکومت پر اس سلسلے میں اثر ڈالا جاسکے۔ (۱۹۳۵ء۔۷۲۰)

۹ جولائی ۱۹۳۵ء کو فرنٹیئر ورکرز سوشلسٹ لیگ کا ایک اِجلاس ہوا جس میں تجویز پیش کی گئی کہ رضاکاروں کی ایک تنظیم بنائی جائے۔ بخشی فقیر چند اور محمد یونس قریشی نے اِس تجویز کی مخالفت کی اور موجودہ صورتحال جاری رکھنے پر زور دیا۔ اِجلاس میں جلسۂ عام منعقد کرنے کے سوال پر بھی غور ہوا۔ لیکن شرکاء نے فیصلہ کیا کہ چونکہ لاہور میں مسجد شہید گنج پر سکھوں اور مسلمانوں کا تنازعہ چل رہا ہے اِس لئے فی الحال جلسہ عام کا پروگرام ملتوی کردیا جائے۔ اُنھوں نے کہا کہ پارٹی حیثیت میں ہم اس تنازعے سے

لاتعلق رہیں گے۔ کیونکہ فرقہ وارانہ فسادات میں الجھنا ہمارا مقصد نہیں۔(۷۴۳)

۱۹ جولائی ۱۹۳۵ء کو ورکرز لیگ کا ایک اور اجلاس ہوا۔ اس میں سیکرٹری آل انڈیا سوشلسٹ پارٹی کو پاسپورٹ نہ دینے پر حکومت کی مذمت کی گئی۔ اجلاس میں کانگریس کی بھی مذمت کی گئی کہ وہ مسجد شہید گنج کے مسئلے پر صلح صفائی کروانے کے لئے کچھ نہیں کر رہی۔(۷۶۰)

اِس دوران عبدالرحمٰن ریا گرفتار ہوگئے تھے۔ ۱۲ اگست ۱۹۳۵ء کو ۱۰۰۰ روپے کے دو مچلکوں پر ضمانتیں لے کر چھوڑ دیا گیا۔(۸۲۵)

مدیر "ویر بھارت" لاہور کا دورہ پشاور:

۲۰ اگست ۱۹۳۵ء کو ''ویر بھارت'' اخبار کے اسسٹنٹ ایڈیٹر سوہن لعل لاہور سے پشاور پہنچے اور ۲۱ اگست کو واپس لاہور چلے گئے۔ پشاور آکر وہ عبدالرحمٰن ریا، امیر سنگھ، عبدالغفور آتش، فقیر چند وید وغیرہ سے ملے اور ان سے تبادلہ خیال کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ سوشلسٹوں کو اگر قلیل تنخواہ پر بھی پرنٹنگ پریس میں نوکری ملے تو حاصل کر لینی چاہیئے۔ اُنہوں نے مذکورہ اصحاب سے یہ بھی کہا کہ فرنٹیر کے سوشلسٹوں کو پنجاب کے سوشلسٹوں کے ساتھ رابطہ رکھنا چاہیئے۔ سرحد اور پنجاب کے سوشلسٹوں کا مربوط اور مشترکہ پروگرام طے کرنے کے لئے پشاور میں ان کا ایک مشترکہ اجلاس بلانا چاہیئے۔(۸۴۵)

ورکرز لیگ اور ۱۹۳۵ء کا نیا آئین:

۲ ستمبر ۱۹۳۵ء کو فرنٹیر سوشلسٹ ورکرز لیگ کا ایک اِجلاس ہوا جس میں فقیر چند وید، عبدالغفور آتش، عبدالرحمٰن ریا، امیر سنگھ اور عبدالعزیز وغیرہ شریک تھے۔ اِجلاس میں طویل بحث مباحثہ ہوا اور آخر میں ذیل کی قراردادوں پر اِتفاق ہوا:

۱۔ نئے آئین پر کانگریس کی رضامندی پر اس کی مذمت

۲۔ حکومت کی فارورڈ پالیسی (قبائل میں پیش قدمی اور بے جا مداخلت) کی مذمت

۳۔ حبشہ کو اٹلی میں شامل کرنے پر حکومتِ اٹلی کی مذمت۔ (۸۶۹)

۸ ستمبر ۱۹۳۵ء کو ورکرز لیگ کے دفتر میں پارٹی کا اِجلاس ہوا۔ اس میں رام سرن نگینہ، عبدالرحمٰن ریا، عبدالغفور آتش، پیر بخش اور محمد یونس قریشی شریک تھے۔ اس میں عبدالغفور آتش نے اپنا اِستعفیٰ پیش کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نے پرائیوٹ ملازمت اِختیار کر لی ہے اور اِس لئے میرے لئے

اب پارٹی ڈسپلین کی پابندی ممکن نہیں۔عبدالرحمٰن ریا نے اس بات پر افسوس کا اِظہار کیا کہ اب تک لیگ کے کاموں میں بہت کم ساتھی سرگرمی سے حصہ لیتے آئے ہیں۔اُنھوں نے کہا کہ فقیر چند بھی زیادہ دلچسپی سے کام نہیں کرتے۔اُنھوں نے کہا کہ میرے خلاف تعزیراتِ ہند دفعہ 124-A کا مقدمہ بنا تو کسی نے میری مدد نہ کی۔یہ مقدمہ اب بھی قائم ہے۔

۱۱ستمبر کو دوبارہ اجلاس بلانے کا فیصلہ ہوا۔(۸۹۸)

فرنٹیئر سوشلسٹ لیگ اور کمیونسٹ پارٹی:

۲۶ستمبر کو سوشلسٹ لیگ والوں نے کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کے جاری کردہ پوسٹر شہر میں تقسیم کئے۔پوسٹر سائیکلوسٹائل کئے گئے تھے۔ان میں برطانوی حکومت کو مسجد شہید گنج کے تنازعہ پر موردِ الزام ٹھہرایا گیا تھا۔ان میں تحریر تھا کہ انگریزوں کی پالیسی ہمیشہ سے ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی رہی ہے۔ ان میں غربت اور بیروزگاری کا ذمہ دار حکومت کو ٹھہرایا گیا تھا۔پوسٹر میں ہندوستانیوں کو مشورہ دیا گیا تھا کہ وہ آپس میں لڑنے کے بجائے غیرملکی حکومت کو نشانہ بنائیں۔پوسٹر میں پبلشر کا نام نہیں تھا۔

ان پوسٹروں کی تقسیم کے بعد پولیس نے عبدالرحمٰن ریا،فقیر چند وید،عبدالغفور آتش،چیلا رام اور دِل باغ رائے کے گھروں کی تلاشی لی۔ان میں سے کسی کے گھر سے بھی کوئی غیر قانونی مواد برآمد نہ ہوسکا۔خفیہ پولیس نے شبہ ظاہر کیا کہ فقیر چند وید نے یہ پوسٹر پشاور شہر میں سائیکلوسٹائل کیے۔

۲۹ستمبر ۱۹۳۵ء کو دل باغ رائے کی دکان پر چیلا رام،عبدالعزیز خوش باش،عبدالرحمٰن ریا، عبدالغفور آتش اور میر عالم شاہ وغیرہ جمع ہوئے۔ان کے درمیان کافی دیر تک بحث چلتی رہی۔آخرکار انہوں نے فیصلہ کیا کہ گزشتہ اختلافات بھلا کر نئے ولولے سے کام شروع کیا جائے۔انہوں نے طے کیا کہ ناپسندیدہ میونسپل کمشنروں کی بحالی کی مخالفت کریں گے۔یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ انگریز ایگزیکٹو کی بحثیت میونسپل کمیٹی نگران تقرری کی بھی مخالفت کی جائے۔اور اس فیصلے کی تشہیر کے لئے پشاور شہر میں پوسٹر تقسیم کئے جائیں۔(۹۷۰)

سرحد پنجاب مشترکہ کانفرنس:

اسی اثناء میں ورکرز لیگ نے پنجاب سے بھیجے گئے اردو شائع شدہ اشتہارات وصول کیئے جن میں تحریر تھا کہ سرحد اور پنجاب کے سوشلسٹوں کی مشترکہ کانفرنس اکتوبر کے وسط میں راولپنڈی میں

ہوگی۔ادھر پوسٹروں کی تلاش میں پولیس گھر گھر چھاپے مارتی تھی اور کارکن تازہ خانہ تلاشیوں کا ذمہ دار عبدالرحمٰن ریا کی غفلت کو قرار دیتے تھے۔آخر تنگ آ کر عبدالغفور آتش نے بخشی فقیر چند وید سے کہا کہ ورکرز لیگ کا دفتر بند کر دیتے ہیں۔فقیر چند نے جواب دیا کہ معاملہ پنڈی کانفرنس کے انعقاد تک ملتوی کر دینا چاہئے۔(۹۹۳)

پولیس نے حکام کو اطلاع دی کہ راولپنڈی سوشلسٹ کانفرنس ۲۵،۲۶ اور ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو ہوگی۔اس میں پنجاب اور سرحد کے سوشلسٹ شریک ہونگے۔اس کی صدارت لاہور کے برج نرائن کریں گے اور یہ کہ اس کانفرنس کے سیکرٹری راجپال سنگھ نے عبدالغفور آتش سے درخواست کی ہے کہ سرحد سے جو سوشلسٹ کانفرنس میں شرکت کے لئے آئیں گے ان کے ناموں کی فہرست بھجوا دیں۔(۱۰۱۷)

عبدالرحمٰن ریا پر بدستور تعزیرات ہند کی دفعہ A-۱۲۴ کے تحت بغاوت کا مقدمہ چل رہا تھا۔ انہوں نے کوئی راستہ نہ پا کر پریس کو لکھ بھیجا کہ انہوں نے فرنٹیر سوشلسٹ ورکرز لیگ سے استعفیٰ دے دیا ہے۔(۱۰۱۸)

پولیس کو خفیہ اطلاع ملی کہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو عبدالغفور آتش رام سرن نگینہ، عبدالرحمٰن ریا اور فقیر چند وید نے ایک خفیہ میٹنگ کی ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ راولپنڈی کانفرنس کے سلسلے میں ہم سے تاریخوں کے انتخاب کا مشورہ نہیں کیا گیا۔اس لئے ہم بھی وہاں اپنے آدمی نہیں بھیجیں گے۔انہوں نے طے کیا کہ اس کے علاوہ وہ کانفرنس کے منتظمین سے اس بے اعتنامی کی جواب دہی بھی طلب کریں گے۔ ۱۷ اکتوبر کو ایک اور اجلاس طلب کر کے یہی فیصلہ کیا گیا لیکن اگلے دن منشی رام جین نے لاہور سے آ کر معافی کا خط پیش کیا۔اس میں کہا گیا تھا کہ لاہور کے منشی احمد دین اور لائل پور کے سوشلسٹوں کی گرفتاری کی وجہ سے سوشلسٹ سرحد نہ آ سکے تھے۔اس لئے سرحد کے سوشلسٹوں سے مشورہ حاصل نہ کیا جا سکا۔ خط میں درخواست کی گئی تھی کہ جو ہوا سو ہوا آپ یہ رنجش بھلا کر بڑی تعداد میں پنڈی کانفرنس میں شرکت کریں۔سرحد کے سوشلسٹوں نے ایک اور اجلاس طلب کر کے پنجاب کے سوشلسٹوں کی معذرت قبول کر لی۔اس اجلاس میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ ذیل کے ارکان بطور مبصرین شریک ہونگے:

۱۔ محمد یونس قریشی

۲۔ امیر سنگھ

۳۔ رام سرن نگینہ

۴۔ میر عالم شاہ

۵۔ عبدالغفور آتش

رام جین ذیل کے افراد کے نام بھی دعوت نامے لائے تھے اور وہ عبدالغفور آتش کے حوالے کردئے تا کہ متعلقہ حضرات کو بھیج دیئے جائیں۔

۱۔ امین جان آف کوچیاں

۲۔ خالق داد آف شیوہ

۳۔ مولانا ارشد آف منیری

۴۔ عبدالواحد خان آف رشکئی

۵۔ عبدالقادر آف ملک پورہ

۶۔ احمد خان آف چارسدہ

۷۔ عبدالکریم ہیڈ ماسٹر آزاد سکول اتمان زئی

۸۔ طوطا رام آف ڈیرہ اسماعیل خان

۹۔ عمر فاروق آف ملک پورہ (۱۰۴۲)

۲۵ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو پشاور سے عبدالغفور آتش، امیر سنگھ، رام سرن نگینہ، محمد یونس قریشی اور عبدالرزاق راولپنڈی روانہ ہوگئے تا کہ سوشلسٹ کانفرنس میں شرکت کرسکیں۔ جو اگلے دن شروع ہونے والی تھی۔ کانفرنس میں استقبالیہ کمیٹی نے درخواست کی کہ کانفرنس میں سب سے پہلے پشاور کے محمد یونس قریشی پرچم لہرانے کی رسم اپنے ہاتھوں سے ادا کریں۔ محمد یونس قریشی نے اس درخواست پر پرچم کشائی کی۔ سرحد کے سوشلسٹوں نے کانفرنس میں ذیل کی قراردادیں پیش کرنے کا فیصلہ کیا:

۱۔ حکومت کی فارورڈ پالیسی کی مذمت

۲۔ سوشلسٹوں کو سرکاری ملازمتوں سے نہ روکا جائے۔

۳۔ سیلف گورننگ بورڈوں کے لئے مزدوروں کی نمائندگی۔

۴۔ سرحد میں عدالتی نظام میں اصلاحات کی جائیں اور آنریری مجسٹریٹ ختم کیئے جائیں۔

۵۔ سرحد کے سیاسی کارکنوں پر بھی پابندیاں ختم کی جائیں۔

۶۔ ریڈیو کو صرف سرکاری پروپیگنڈے کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔

(۱۰۶۰)

کانفرنس کے تینوں دن ۲۵، ۲۶ اور ۲۷ اکتوبر کو سرحد کے نمائندے حاضر رہے اور حکومت کی قبائل کے خلاف فارورڈ پالیسی کی مذمت کی قرارداد کانفرنس میں پیش کی گئی۔(۱۰۷۸)

۳۱ اکتوبر کو فرنٹیئر لیگ کے دفتر میں لیگ کا ایک اجلاس ہوا جس میں فقیر چند، امیر سنگھ، عبدالرحمٰن ریا، محمد یونس قریشی اور عبدالغفور آتش شریک تھے۔ محمد یونس نے تجویز پیش کی کہ پارٹی کے اجلاسوں میں ارکان کی حاضری باقاعدہ نہیں ہوتی اس لئے لیگ کو ختم کر دیں۔ عبدالرحمٰن ریا نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا کہ اگر لیگ بند ہوگئی تو ان کے مقدمے میں ان کی مدد کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ آخر تک فیصلہ نہ ہوسکا۔(۱۰۷۹)

ان دنوں عبدالغفور آتش پشاور شہر میں ''انقلاب نیرو'' نامی خلاف قانون سوشلسٹ پوسٹر تقسیم کرتے ہوئے پائے گئے۔(۱۱۰۳)

سرحد سوشلسٹ اور الیکشن:

۶ نومبر ۱۹۳۵ء کو پارٹی کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں محمد یونس قریشی، عبدالغفور آتش، فقیر چند وید اور امیر سنگھ وغیرہ شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ سوشلسٹوں کو راولپنڈی کانفرنس کی قراردادوں پر عمل کرنا چاہئے اور انہیں خود الیکشن میں حصہ نہیں لینا چاہئے۔

دریں اثنا برج نرائن نے فقیر چند کو اطلاع بھیجی کہ وہ ۱۷ نومبر ۱۹۳۵ء کو پشاور آئیں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ۱۹۲۹ء کی تصفیہ رپورٹ کی ایک کاپی انہیں ارسال کی جائے۔(۱۱۰۴)

موٹر وہیکل ٹیکسیشن بل مسترد:

۱۴ نومبر ۱۹۳۵ء کو محلّہ گنج میں بخشی فقیر چند کے مکان پر پارٹی کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں محمد یونس قریشی، امیر سنگھ، عبدالرحمٰن ریا اور عبدالغفور آتش شریک تھے۔ ذیل کی قراردادیں منظور کی گئیں:

۱) موٹر یونین کو موٹر ویکل ٹیکسیشن بل کے مسترد ہونے پر مبارکباد۔ موٹر یونین والوں کو اپنی

تنظیم مزید مستحکم کرنے کا مشورہ۔

۲) کامریڈ راغ بھیر سنگھ کو سوشلسٹ کانفرنس راولپنڈی کے سلسلے میں گرفتاری اور سزایابی پر مبارکباد۔ انہیں دفعہ ۱۸ پریس ایکٹ کے تحت ڈیڑھ ماہ سزا ہوئی۔

عبدالرحمٰن ریا نے ان دنوں بعض ہندو ساتھیوں کی تجویز پر ایک پوسٹر بعنوان ''عملی کام کی دعوت'' چھپوانے کے لئے دیا۔ اس میں محکمہ تعلیم کو فرقہ واریت کا ذریعہ بنانے والوں پر سخت نکتہ چینی کی گئی تھی۔

فقیر چند وید پرائے مقدمے میں گرفتار:

پشاور شہر کی پولیس نے ۱۹ نومبر ۱۹۳۵ء کو فتح محمد کی طرف سے تاج محمد پر چھری کے حملے میں بخشی فقیر چند کو ملوث کر کے گرفتار کر لیا۔(۱۱۵۰)

۲۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو فرنٹیئر ورکرز لیگ کا ایک اجلاس ہوا جس میں فقیر چند کی گرفتاری پر ان سے ہمدردی کے اظہار کی قرارداد منظور کی گئی۔ قرارداد میں کہا گیا تھا کہ ایک بدمعاش کی بے بنیاد شکایت پر بخشی صاحب کو گرفتار کیا گیا۔ قرارداد میں اس زیادتی پر پولیس کی مذمت کی گئی۔(۱۱۷۵)

۸ جنوری کو ۱۹۳۶ء کو بخشی فقیر چند کو پرائے مقدمے سے رہائی نصیب ہوئی۔(۱۹۳۶۔۳۶)

عبدالرحمٰن ریا کی رہائی:

۱۳ دسمبر ۱۹۳۵ء کو عبدالرحمٰن ریا کو رہا کر دیا گیا۔ ان پر تعزیرات ہند کی دفعہ A-۱۲۴ باغیانہ ایکٹ کے تحت مقدمہ چل رہا تھا۔ سیشن جج پشاور کی عدالت نے ان کی رہائی کا حکم دیا۔

کانگرس کی گولڈن جوبلی:

۱۶ دسمبر ۱۹۳۵ء کو فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں فیصلہ کیا گیا کہ کانگرس کی گولڈن جوبلی کی تقریبات میں شرکت نہ کی جائے۔ اس سے پہلے پنجاب کی سوشلسٹ پارٹی تقریبات میں حصہ نہ لینے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ اس اجلاس میں یہ بھی طے پایا کہ کسی بھی قیمت پر سوشلسٹوں کو الیکشن میں حصہ نہیں لینا چاہئے۔(۱۲۴۹)

سوشلسٹ تحریک کو اپنانے پر نہرو کا شکریہ

عبدالرحمٰن ریا کو ایسٹرن ٹائمز لاہور کا پشاور سے نمائندہ مقرر کیا گیا۔ ادھر ۱۹ جنوری ۱۹۳۶ء کو

عبدالرحمٰن ریا، عبدالغفور آتش، رام سرن نگینہ، فقیر چند ویداور بالمکند چوپڑہ وغیرہ چیلا رام کی دکان پر گئے۔ انہوں نے پنڈت جواہرلعل نہرو کی خدمات کی تعریف کی قرارداد منظور کی جس میں ان کا کانگرس میں سوشلسٹ تحریکوں کو اپنانے پر شکریہ ادا کیا گیا۔(۶۸)

فرنٹیئر لیبر پارٹی اور مفت سکول

فرنٹیئر ورکرز لیگ کے ارکان نے پارٹی اجلاس میں یہ تجویز پیش کی کہ ورکرز لیگ کی ایک ذیلی جماعت فرنٹیئر لیبر پارٹی بنائی جائے جو کہ مزدوروں اور کسانوں کی وقتاً فوقتاً پیدا ہونے والی شکایات کے ازالے کے لئے کام کرے۔ ۳۱ جنوری ۱۹۳۶ء کو پارٹی اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ گنج اور گاڑی خانہ کے مفت سکول بحال کر دیئے جائیں اور ایک نیا سکول تھانہ ''بی'' ڈویژن کے علاقے میں کھولا جائے۔ عبدالرحمٰن ریا نے تینوں مجوزہ سکولوں کی نگرانی کا ذمہ لیا۔(۱۲۵)

عبدالغفور آتش ملازمت سے برطرف

عبدالغفور آتش ان دنوں نیشنل تمبا کو ایجنسی میں پرائیویٹ ملازمت کر کے گزر بسر کر رہے تھے۔ پارٹی کی طرف سے انہیں میرٹھ کانفرنس میں شرکت کے لئے بھیجا گیا۔ اس کا پتہ جب ایجنسی کے مالکان کو چلا تو انہوں نے عبدالغفور آتش کو میرٹھ کانفرنس میں شریک ہونے پر نوکری سے نکال دیا۔ (۱۴۰)

کرایہ کی عدم ادائیگی پر پارٹی دفتر بند

کارکنوں کی بیروزگاری اور مالی مشکلات کے باعث پارٹی دفتر کا ۳۰ روپے بقایا بروقت ادا نہ ہوسکا جس پر دفتر بند کرنا پڑا۔ ۱۶ فروری کو پارٹی کے اراکین نے پنجاب سوشلسٹ پارٹی کے صدر کی ہدایت پر ایک میٹنگ کی۔ اس میں ہرہٹلر کے ہندوستان کے بارے میں تازہ بیان کی مذمت کی گئی اور جرمنی کے مال کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا گیا۔(۱۶۹)

ورکرز لیگ کے پمفلٹ

فرنٹیئر ورکرز لیگ کے ارکان نے پشاور شہر میں پمفلٹ بعنوان ''حق کی پکار'' اور ''مزدور سے دوکھری کھری باتیں''، تقسیم کئے۔ ان میں مزدوروں کی حالت بیان کی گئی تھی اور ان کو مشورہ دیا گیا تھا کہ وہ متحد ہو جائیں اور سرمایہ داری نظام کا خاتمہ کر دیں۔(۲۰۲)

گجرانوالہ سوشلسٹ کانفرنس

پنجاب سوشلسٹ کانفرنس گجرانوالہ کی استقبالیہ کمیٹی کے سیکرٹری جنرل بہاری لعل نے عبدالغفور آتش، موہن لعل، محمد یونس قریشی اور رام سرن نگینہ وغیرہ کو اطلاع بھیجی کہ پنجاب سوشلسٹ کانفرنس ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ مارچ ۱۹۳۶ء کو گجرانوالہ میں ہوگی۔ بہاری لعل نے کہا تھا کہ اسے سرحد کے مدعوئین کے نام اور تعداد سے مطلع کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ کراچی، بمبئی، مرکزی صوبہ جات، دہلی وغیرہ سے سوشلسٹوں کو اس میں مدعو کیا جارہا ہے۔ (۲۵۳)

اس کے جواب میں عبدالغفور آتش نے بہاری لعل کو اطلاع بھیجی کہ پشاور سے زیادہ مندوب گجرانوالہ کانفرنس کے لئے نہیں آسکیں گے کیونکہ سوشلسٹ ورکرز لیگ کی تنظیم ختم کرنے کے سوال پر یہاں اختلافات پیدا ہوگئے ہیں۔ تاہم انہوں نے بہاری لعل کو یقین دہانی کرائی کہ کانفرنس کے متعلق جو پوسٹر اور لیٹریچر وغیرہ موصول ہوئے ہیں وہ سب تقسیم کردیئے جائیں گے۔

۱۳ مارچ ۱۹۳۶ء کو فرنٹیئر ورکرز لیگ کا ایک اجلاس ہوا جس میں عبدالغفور آتش، رام سرن نگینہ، عمر فاروق خان ملک پوری، چیلا رام، عبدالودود سرحدی، ملک دلاور خان وغیرہ نے شرکت کی۔ اس میں طلباء میں سوشلزم کا پرچار کرنے کے طریقوں پر غور کیا گیا۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے عبدالرحمٰن ریا نے کہا کہ پولیس کی مسلسل نگرانی کی وجہ سے پارٹی دفتر جاری رکھنا دانش مندی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ سوشلسٹوں کو سکولوں میں طلباء سے رابطہ پیدا کرنا چاہئے اور انہیں ایسی جگہوں پر ملنا چاہئے جہاں پولیس کی نگرانی نہ ہو۔ اس اجلاس کے سب حاضرین نے غیر قانونی اشتہار ''لال ڈھنڈورہ'' کی تلاش میں پولیس چھاپوں پر تشویش کا اظہار کیا۔

عبدالرحمٰن ریا نے کہا کہ پنجاب کے سوشلسٹ سرحدی سوشلسٹوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس لئے یہ وقت ہے کہ انہیں کہا جائے کہ سرحد میں آکر ذرا خود دفاتر کھول کر دیکھ لیں۔

چیلا رام نے عبدالرحمٰن ریا سے کہا کہ جلد بازی نہ کریں کیونکہ سرحد کے سوشلسٹ منظم نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہندو نوجوان زیادہ آسانی سے سوشلسٹ لیگ کے قریب آتے ہیں۔ عبدالرحمٰن ریا نے اس بات کی تائید کی اور کہا کہ مسلمان نوجوانوں میں سوشلزم کے پرچار پر توجہ دینے کی زیادہ ضرورت ہے۔ فقیر چند دید کی درخواست پر اجلاس نے فیصلہ کیا کہ کم از کم پانچ مندوب گجرانوالہ کانفرنس

میں شرکت کے لئے بھیجے جائیں۔(۲۷۴)

مسز نہرو کا انتقال اور تعزیتی اجلاس

نوجوان بھارت سبھا کے تقریباً ۷۰ ارکان نے ۱۱ مارچ ۱۹۳۶ء کو ناتھ سا ہی مندر میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد کیا۔ حاضرین میں عبدالغفور خان، پیر بخش ایم ایل سی وکیل، قائم شاہ وکیل، عبدالحئی، عبدالرحمٰن ریا، بھائی جان، قاضی ضیاء الرحمٰن، فقیر چند وید، چیلا رام، اچرج رام، بہاری لعل اور ملاپ سنگھ آزاد شامل تھے۔ اس جلسہ کی صدارت عبدالقیوم نے کی۔ انہوں نے نہرو خاندان کی خدمات کا ذکر کیا اور انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ نہرو خاندان نے ہمیشہ ملک کی خدمت کو ذاتی مفاد پر ترجیح دی ہے اور اس کے لئے اپنا ذاتی آرام و آسائش قربان کیا ہے۔

پیر بخش وکیل نے کم حاضری پر افسوس کا اظہار کیا۔ انہوں نے مسز نہرو کی خدمات کو سراہا۔ انہوں نے ایک قرارداد پیش کی جو منظور کر لی گئی۔ اس میں مسز نہرو کی وفات پر رنج و غم اا اور پس ماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔(۲۷۵)

گجرانوالہ کانفرنس پر پھر اجلاس

۱۸ مارچ ۱۹۳۶ء کو پشاور کے سوشلسٹوں کا ایک اجلاس عبدالرحمٰن ریا کے مکان پر ہوا۔ اس میں گجرانوالہ سوشلسٹ کانفرنس کے لئے مندوبین بھیجنے کے سوال پر غور کیا گیا۔ جو ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ مارچ ۱۹۳۶ء کو ہونی تھی۔ اجلاس میں فقیر چند، چیلا رام اور عبدالرحمٰن ریا نے اپنی شرکت سے معذوری کا اظہار کیا اور تجویز پیش کی کہ عبدالغفور آتش اور رام سرن نگینہ سرحد کی نمائندگی کریں۔ عبدالغفور آتش نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ رام سرن نگینہ اور محمد یونس قریشی نے اسی ہفتے گجرانوالہ کانفرنس کے پوسٹر بھی وصول کئے۔(۲۹۵)

۲۴ مارچ کو عبدالرحمٰن ریا کے مکان پر ایک اور اجلاس منعقد ہوا اس میں فقیر چند، عبدالغفور آتش، رام سرن نگینہ سمیت سوشلسٹ شریک تھے۔ اجلاس میں سوشلسٹ کانفرنس گجرانوالہ میں شرکت کی منظوری کی باقاعدہ قرارداد منظور کی گئی۔ اجلاس میں نوجوان بھارت سبھا کے ارکان کے باہر جانے پر پابندی کے حکومتی اقدام کی مذمت کی گئی۔ دریں اثناء رام سرن نگینہ، محمد یونس قریشی اور عبدالرزاق ۲۶ مارچ کو پشاور سے روانہ ہو گئے۔ فقیر چند نے لاہور کے رام کشن کے خاندان کی امداد کے لئے اپنے

اراکین سے ۱۰روپے چندہ جمع کر کے بھیجا۔(۳۱۳)

۲۷ مارچ کو جب کانفرنس گجرانوالہ میں منعقد ہوئی تو اس میں محمد یونس قریشی رام سرن نگینہ اور عبدالرزاق سرحد کی طرف سے شریک تھے۔ ۲۸ مارچ کو راولپنڈی کے عبدالعزیز نے صوبہ سرحد میں حکومت کی فارورڈ پالیسی کی مذمت کی قرارداد پیش کی تو محمد یونس قریشی نے اس کی تائید کی اور ایک طویل تقریر کی جس میں سرحد حکومت کی قبائلوں سے بدسلوکی کی مذمت کی گئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ جس سرزمین پر یہ تباہی آئی ہوئی ہے وہ ہندوستان اور افغانستان کے درمیان واقع علاقہ آزاد ہے۔ اس کے دو حصے ہیں ایک بالائی اور ایک زیریں۔ اس کا اختیار ملک حضرات اور سفید ریش حضرات کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ بالائی حصہ دونوں حکومتوں کی مداخلتوں سے پاک ہے۔ زیریں حصہ برطانوی حکومت کی مداخلت کی زد میں رہتا ہے۔ برطانوی حکومت نے قبائل کو ایجنسیوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ ہندوستان کے باشندوں کے پاس تو آمدورفت کی سہولتیں موجود ہیں۔ ان کے تنازعات کے حل کے لئے مجسٹریٹ بھی ہیں۔ قبائل میں ہندوستانی حکومت کی طرف سے ہسپتال، سکول اور دیگر سہولتیں دے کر ان کے بدلے فی کس چار یا پانچ روپے مجب وصول کیا جاتا ہے۔ اس کے عوض یہ قبائل انگریزی حکومت کی دفاعی خدمات بھی انجام دیتے ہیں۔ ان کی مدد کے بہانے حکومت نے آہستہ آہستہ یہاں کے باغیوں کو زیر کرنے اور قبائل میں پیش قدمی کی پالیسی شروع کر رکھی ہے۔ حکومت نے قریباً ۱۰۰ افراد سے دستخط حاصل کر کے ایک سڑک کے لئے درخواست دائر کرائی اور قبائلی علاقے میں عمل دخل شروع کر دیا۔ حالانکہ ہزاروں افراد پر مشتمل قبائل کی غالب اکثریت یہ کہتی ہے کہ اسے سڑک کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہیں سکول، ہسپتال اور انگریزی تہذیب بھی نہیں چاہئیں۔ انہوں نے اس کا عملی مظاہرہ کرنے کے لئے چوراہ سکول کو جلا دیا ہے اور مظاہرے کیئے ہیں۔ حکومت نے اس اکثریت کی درخواست پریس میں آنے سے بھی رکوادی ہے۔

محمد یونس قریشی نے اس قرارداد کی بات بھی کی جو تیجا سنگھ نے پیش کی تھی کہ سرحدی کارکنوں پر بے جا پابندیاں ہٹائی جائیں۔

محمد یونس قریشی یکم اپریل ۱۹۳۶ء کی شام کو پشاور واپس پہنچ گئے۔ رام سرن نگینہ اور عبدالرزاق ان سے الگ ہوکر اگلی رات کو واپس پہنچے۔ ان حضرات نے گجرانوالہ اور لاہور میں سوشلسٹوں سے ملاقاتیں کیں۔ پنجاب کے سوشلسٹوں نے کہا کہ سرحد میں بھی ایک کانفرنس ہونی چاہئے

لیکن سرحد کے سوشلسٹوں نے جواب دیا کہ پبلک ٹرینکویلٹی ایکٹ کے تحت سرحد میں سوشلزم پر پابندی ہے، البتہ وقتاً فوقتاً خفیہ اجلاس منعقد کیئے جاسکتے ہیں۔(۳۴۰)

سرحدی سوشلسٹ اور کانگرس:

۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو فقیر چند وید، عبدالغفور آتش، بہاری لعل، چیلا رام، شمبھو ناتھ وغیرہ نے مسماۃ نکو دیوی سے اس کے گھر پر ملاقات کی۔ نکو دیوی نے ان سے کہا کہ کانگرس کی مخالفت نہ کریں کیونکہ پنڈت جواہر لعل نہرو کے ہاتھ میں کانگرس کی باگ دوڑ سے سوشلسٹوں کے مفادات محفوظ ہونگے۔ نکو دیوی نے انہیں مشورہ دیا کہ اپنے اعتراضات کی ایک فہرست لکھنو کانگرس کے صدر کو ارسال کریں تا کہ ان پر غور کیا جائے۔(۳۴۱)

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی حج سے واپسی:

پشاور کے سیاسی رہنما اور نوجوان بھارت سبھا کے صدر مولانا عبدالرحیم پوپلزئی جو دو سال پہلے مکہ گئے تھے بمبئی واپس پہنچ گئے۔ سی آئی ڈی نے رپورٹ دی کہ وہ جلد پشاور آنے والے ہیں۔ ۲۸ اپریل کو فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ کے اراکین کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ مولانا صاحب کی پشاور آمد پر ان کا شایان شان استقبال کیا جائے گا۔(۴۵۵)

ادھر پارٹی نے عبدالغفور آتش، محمد یونس قریشی اور رام سرن نگینہ سے بھی کہا کہ پنڈت جواہر لعل نہرو ۲۸ مئی کو لاہور آئیں گے اس لئے وہ پنڈٹ نہرو کے استقبال کے لئے ۲۸ مئی ۱۹۳۶ء کو لاہور پہنچیں۔(۵۲۳)

۱۵ جون ۱۹۳۶ء کو فرنٹیئر ورکرز لیگ کے ارکان نے آل انڈیا پرزنرز ڈے (قیدیوں کا دن) منایا۔ انہوں نے ایک قرارداد کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کیا کہ تمام سیاسی قیدیوں کو رہا کیا جائے۔ (۶۱۵)

لال ڈھنڈورا اشتہار:

پشاور شہر میں سوشلسٹ پارٹی کے کارکن "لال ڈھنڈورہ" نامی اخبار تقسیم کرتے تھے۔ یہ سائکلو سٹائل مشین پر چھاپا جاتا تھا۔ سی آئی ڈی والوں کا کہنا تھا کہ پنجاب کمیونسٹ پارٹی جو کہ آل انڈیا کمیونسٹ پارٹی کی شاخ ہے یہ اشتہارات شائع کرتی ہے۔ اس اشتہار میں جو ۲۹ جون ۱۹۳۶ء کی رات

پشاور شہر میں خفیہ طور پر ورکرز لیگ والوں نے تقسیم کیا امپیریلزم کی مذمت تھی۔اشتہار میں یہ تجویز بھی تھی کہ کارخانے کمیونسٹ خطوط پر قائم کئے جائیں۔ بعد میں ڈسٹرکٹ پولیس والوں نے یہ اشتہارات دیواروں سے ہٹائے۔(۶۶۳)

ادھر فرنٹئیر سوشلسٹ ورکرز لیگ والوں کوخود یہ اشتہار دیکھ کراوراس کے بارے میں سن کر حیرت ہوئی کیونکہ کوئی خفیہ اشتہار اس طرح تقسیم کرنا ان کے پارٹی نظم ونسق کے خلاف تھا۔اس طرح پولیس ان تک پہنچ سکتی تھی۔ پارٹی نے خود ان کی کھلے عام تقسیم یا اشاعت کی اجازت نہیں دی تھی۔ پھر یہ سب کیسے ہوگیا؟

آخر پتہ چلا کہ کسی پارٹی کارکن کی یہ ذاتی حرکت تھی اس نے پارٹی پالیسی کو بالائے طاق رکھ کرسنسنی پھیلانے کے شوق یا جذباتی مہم جوئی کے لئے یہ کام کیا تھا۔

فرنٹئیر سوشلسٹ ورکرز لیگ نے ایک اجلاس بلاکر اس کی تحقیق کی۔ارکان نے اپنے ایک ساتھی محمد یونس قریشی پر شبہ ظاہر کیا اوران کا محاسبہ کیا گیا۔(۶۸۷)

فرنٹئیر سوشلسٹ ورکرز لیگ کا انتخاب:

۱۴ جولائی ۱۹۳۶ء کی رات کو ورکرز لیگ کا ایک خفیہ اجلاس ہوا جس میں انتخاب کے بعد ذیل کے عہدیدار مقرر ہوئے۔

صدر	عبدالغفور آتش
جنرل سیکرٹری	محمد یونس قریشی
خزانچی	رام سرن دت

آخر میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کی مذمت کی گئی۔(۷۰۷)

۲۴ جولائی ۱۹۳۶ء کو اچرج رام گھمنڈی کے مکان پر ورکرز لیگ کا ایک اور اجلاس ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ محمد یونس قریشی اور عبدالغفور آتش راولپنڈی جا کر جواہر لعل نہرو سے ملاقات کریں۔ (۷۲۸)

ورکرز لیگ کے مزید پوسٹر:

۱۳ اگست ۱۹۳۶ء کو ورکرز لیگ والوں نے کمیونسٹ پارٹی کے آرگن ''رہنمائے انقلاب''

پشاور شہر میں چسپاں کئے۔ان میں کہا گیا تھا کہ سرحد کے آزاد نوجوان نے گہرے غور وحوض کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ موجودہ نظام بدل دیا جائے اور کمیونسٹ طرز حکومت قائم کیا جائے جس میں بیروزگاری کے خاتمہ اور مزدوروں کی بہبود پر زور دیا جاتا ہے۔خفیہ پولیس کی اطلاع کے مطابق یہ پوسٹر عبدالغفور آتش اور رام سرن نگینہ لاہور سے پشاور لائے تھے۔ پولیس کو شک تھا کہ یہ اشتہار دیواروں پر رام سرن نگینہ اور فقیر چند وید نے چسپاں کیئے تھے۔(۷۶۷)

۱۰ اگست ۱۹۳۶ء کی شام کو سی آئی ڈی نے دفعہ (۲) ۱۷ کے تحت خفیہ اشتہار بازی کا ایک مقدمہ درج کرلیا اور ۱۱ اگست ۱۹۳۶ء کو سوشلسٹوں کے گھروں کی تلاشیاں لی گئیں۔خفیہ والوں کے ساتھ ضلعی پولیس بھی تھی۔رام سرن نگینہ کے مکان کی تلاشی کے دوران ۴ اور ۵ اگست کی درمیانی رات کو پشاور میں دیواروں پر لگایا جانے والا پوسٹر، خطوط اور دیگر لٹریچر برآمد کر لیا گیا۔اسی طرح اچرج رام اور عبدالغفور آتش کے مکانوں کی خانہ تلاشی کے دوران وہاں سے بھی سوشلسٹ لٹریچر اور خطوط وغیرہ برآمد ہوئے۔

۱۰ اور ۱۱ اگست کی درمیانی رات کو ۱۰ عدد ''رہنمائے انقلاب'' پوسٹر پشاور شہر کی دیواروں پر چسپاں کر دیئے گئے۔ایک پوسٹر عین سی آئی ڈی انسپکٹر کے گھر پر لگایا گیا۔ان اشتہارات میں کمیونسٹ پارٹی کو خلاف قانون قرارداد دینے پر برطانوی سامراج کی مذمت کی گئی تھی۔

اس سلسلے میں دفعہ ۱۸ اور دفعہ (۲) ۱۷ ضابطہ فوجداری ترمیمی قانون کے تحت محمد یونس قریشی، اچرج رام گھمنڈی، عبدالغفور آتش، رام سرن نگینہ اور رام سرن نگینہ کے والد امیر چند کو گرفتار کرلیا گیا۔

۱۳ اگست کو ان حضرات کی وکالت کے لئے عبدالرحمٰن ریا اور فقیر چند نے پیر بخش وکیل سے ملاقات کی۔پہلے تو پیر بخش وکیل نے انکار کر دیا لیکن اس شرط پر رضامندی ظاہر کر دی کہ سوشلسٹ ورکرز لیگ والے آنے والے انتخابات میں ان کی حمایت کریں گے۔

۲۳ اور ۲۴ اگست ۱۹۳۶ء کی درمیانی رات کو کوچہ رسالدار میں ''فرنٹیئر کمیونسٹ پارٹی انقلاب کی رہنما'' نامی دو عدد پوسٹر چسپاں پائے گئے۔ان میں کہا گیا تھا کہ کمیونزم دولت کی مساویانہ تقسیم اور سامراج کو جڑ سے اکھاڑ دینے کا نام ہے۔اور کمیونزم ہی تمام مسائل کا حل ہے۔(۸۱۶)

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی پشاور میں:

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی جوفروری ۱۹۳۵ء میں حج کے لئے گئے تھے ۲۶ اگست ۱۹۳۶ء کی صبح پشاور واپس پہنچ گئے۔ اصل میں وہ تین ماہ پہلے ہی بمبئی میں پہنچ گئے تھے اوراجمر شریف لاہور، پنڈی اور کشمیر جاتے رہے۔ ان کو پشاور شہر کی حدود میں نظر بندی کا نوٹس دے دیا گیا ہے۔

۲۷ اگست کو بعض سرخپوش ان کی والدہ کی وفات کی تعزیت کے لئے مولانا کے پاس گئے۔ انہوں نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ جمعیت علماء اور مجلس احرار اسلام نے سرخپوشوں کی حمایت کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے کہا کہ ان کی عدم موجودگی میں ان کی وابستگی غازی امان اللہ خان، بالشویکوں اور دوسری تنظیموں سے ظاہر کرنے کا خوب چرچا کیا گیا ہے۔ حکومت نے اس پروپیگنڈے کے باعث اپنے شہر میں داخلے کے ساتھ ہی انہیں پابندیوں کا نوٹس جاری کر دیا ہے۔ ارباب عبدالغفور آف تہکال نے سرخپوشوں کی حمایت کرنے پر مولانا کا شکریہ ادا کیا۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے کہا کہ بیماری سے صحت یابی کے بعد میں اپنی الیکشن پالیسی کا اعلان کردوں گا۔ (۸۴۴)

مولانا پہلے سے موجود تپ دق اور پلورسی کے علاوہ اب دیگر عوارض میں بھی مبتلا ہو چکے تھے۔ حج سے واپسی کے بعد انہوں نے کلکتہ میں آپریشن بھی کرایا تھا۔

خان عبدالقیوم خان سے ملاقات:

۱۴ ستمبر ۱۹۳۶ء کو خان عبدالقیوم خان کے مکان پر ایک اجلاس ہوا جس میں چیلا رام، عبدالغفور آتش اور ارباب عبدالغفور وغیرہ شریک تھے۔ اس میں الیکشن کے معاملات زیر بحث آئے اور خان قیوم سے درخواست کی گئی کہ وہ ایک مدراسی سیاسی ورکر کا مفت مقدمہ لڑیں۔ انہوں نے رضامندی ظاہر کی۔ (فہرست اول سپیشل برانچ بنڈل نمبر۲، فائل نمبر ۳۰، صفحہ ۱۹)

فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ کی سرگرمیاں:

فقیر چند وید نے چیلا رام شوق، موہن لعل اور چند دیگر افراد نے رام سرن نگینہ کے دفاع کے لئے ایک کمیٹی قائم کر دی۔ رام سرن نگینہ انہی دنوں پوسٹر لگانے کے الزام میں گرفتار ہوئے تھے۔ سوشلسٹ ساتھیوں نے ان کے لئے ۱۰ روپے چندہ جمع کرلیا۔ (۸۶۸)

فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ کا دفتر:

مالی مشکلات کے باعث سوشلسٹ ورکرز لیگ کا دفتر پہلے بند تھا۔ کارکنوں نے ہرگوبند رام کے مکان میں اپنا پشاور شہر والا دفتر دوبارہ کھول دیا۔ اِس کا کرایہ ۸ روپے ماہوار تھا۔ ۱۳ستمبر کو عبدالغفور آتش، اچرج رام گھمنڈی، فقیر چند وید، محمد یونس قریشی، سوہن لعل والد گورکھ داس، فدا محمد، رام سرن دَت اور چند دیگر افراد نے دفتر میں ایک اِجلاس میں شرکت کی۔ اجلاس میں ذیل کی قراردادیں منظور کی گئیں:

۱۔ اچرج رام گھمنڈی، عبدالغفور آتش اور محمد یونس قریشی کو ان کی رہائی پر مبارکباد۔

۲۔ مدن لعل، عبدالرب نشتر اور پیر بخش وکیل کا مفت مقدمہ لڑنے پر شکریہ۔

۳۔ یہ مطالبہ کہ تمام سیاسی اسیر ایک ہی درجہ بندی کے تحت رہا کئے جائیں اور انہیں آزادانہ نقل و حرکت اور ملنے جلنے کی اجازت دی جائے۔(۸۹۱)

۳۱اگست کو سوشلسٹ پارٹی کے کانگریس سے الحاق پر اور اِس بارے میں ہونے والے آل انڈیا کانگریس بمبئی اجلاس کے سلسلے میں سوشلسٹ ورکرز لیگ کے ایک اجلاس میں غور کیا گیا۔ ارکان نے کہا کہ صوبہ سرحد کے مخصوص حالات کی وجہ سے معاملہ ملتوی کر دینا چاہئے۔

دریں اثناء بہاری لعل اور اچرج رام گھمنڈی ۱۱ستمبر کو میر احمد نمبردار گواہ کو نکودیوی کے گھر لے گئے۔ میر احمد سے کہا گیا کہ رام سرن نگینہ کے خلاف گواہی نہ دے۔ اس نے کوئی حتمی جواب نہیں دیا۔

منشی رام آف راولپنڈی ۱۳ستمبر کی شام کو پشاور پہنچے۔ وہ اچرج رام گھمنڈی کے مہمان تھے۔ ۱۹ستمبر کو فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ کے اِجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ اچرج رام گھمنڈی کو اِنتخابات میں اُمیدوار بنانے کے لئے کہا جائے۔(۹۱۷)

آل انڈیا کانگریس سوشلسٹ پارٹی سے الحاق کی تجویز:

۲۱ستمبر ۱۹۳۶ء کو ورکرز لیگ کے دفتر میں سوشلسٹوں کا ایک اجلاس ہوا جس میں فقیر چند وید عبدالغفور آتش، محمد یونس قریشی، اچرج رام گھمنڈی، مستری فدا محمد گاڑی خانہ اور راج شنکر مدراسی نے شرکت کی۔ اِجلاس میں فیصلہ ہوا کہ مہنگا رام جنرل سیکرٹری پنجاب سوشلسٹ پارٹی اور جواہر لعل نہرو سے درخواست کی جائے کہ وہ منشی احمد دین کی رہائی کے لئے اپنا اثر ورسوخ اِستعمال کریں۔

فقیر چند وید نے آل اِنڈیا کانگریس سوشلسٹ پارٹی کے جنرل سیکرٹری کو خط لکھا کہ فرنٹیئر

سوشلسٹ لیگ کے آل انڈیا کانگریس سوشلسٹ پارٹی سے الحاق پر غور کریں۔ کامریڈ واٹس آف لاہور نے فقیر چند کو لکھا کہ میں نے کامریڈ مسانی سے بات کی ہے۔ لیکن چونکہ کانگریس پر صوبہ سرحد میں پابندی ہے اِس لئے فی الحال یہ ممکن نہیں۔ مزید یہ کہ کانگریس سوشلسٹ پارٹی والوں کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ سب کانگریس کے رکن ہوں۔ تاہم سرحد کے سوشلسٹوں کو سرحد کے معاملات پر گہری نظر رکھنی چاہئے اور اس سلسلے میں اُنہیں مشورے دیئے جاسکتے ہیں۔ خط میں یہ بھی تحریر تھا کہ پنجاب میں حالات بہت مخدوش ہیں اس لئے فی الحال میں پشاور نہیں آسکتا۔ البتہ کامریڈ ساگر جلد ہی پشاور آئیں گے۔ وہ فی الحال ۲۶ ستمبر ۱۹۳۶ء کو چک نمبر ۵۸ لائل پور میں ہونے والی کانفرنس میں شرکت کے لئے جارہے ہیں۔ آخر میں فقیر چند سے کہا تھا کہ میری طرف سے عبدالغفور آتش کو کانفرنس کی دعوت دے دیں۔

فقیر چند نے جنرل سیکرٹری کانگرس سوشلسٹ پارٹی لاہور کو خط لکھا کہ اُنہیں پارٹی کے قواعد و ضوابط، منشور اور پریس نمائندوں اور موٹر زیونینوں سے متعلق قوانین ارسال کریں۔

فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ پشاور صدر میں:

۲۵ ستمبر ۱۹۳۶ء کو پشاور شہر میں واقع ورکرز لیگ کے دفتر میں منعقد ہونے والے ایک اِجلاس میں فقیر چند وید، سوہن لعل، اچرج رام گھمنڈی، مستری فدا محمد، لاج شیکر، غلام محمد عرف گلا اور رام سرن دَت شریک تھے۔ طویل بحث کے بعد راجندر ناتھ ولد کا میں سنگھ ضلع جہلم کو پشاور صدر میں لیگ کی شاخ کھولنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ پنالال ولد تاراسنگھ اور اللہ دِتہ ساکن جہلم نے بھی فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ میں شمولیت اِختیار کرلی۔ یہ دونوں امرتسر سے شائع ہونے والے اخبار ''کرتی'' کی کاپیاں تقسیم کرتے ہوئے پائے گئے۔

خفیہ والوں نے اِطلاع دی کہ سوشلسٹ ورکرز لیگ کے دفتر پر سرخ پرچم لہرا رہا ہے جس پر لکھا ہے کہ ''مصیبت زدہ فرنٹیئر سوشلسٹوں کی دِفاعی لیگ''۔ ایک اور سرخ پرچم بھی دفتر پر لہرایا گیا ہے جس پر درانتی ہتھوڑے کی تصویر ہے۔ (۹۳۹)

۳۰ ستمبر کو لیگ کے دفتر میں پارٹی کا ایک اِجلاس ہوا جس میں فقیر چند، مستری فدا محمد، سوہن لعل، عبدالغفور آتش، اچرج رام گھمنڈی، رام سرن دَت وغیرہ شریک تھے۔ اِجلاس میں منشی احمد دین کی ضمانت مسترد کرنے والے مجسٹریٹ کو لعنت ملامت کی گئی۔ منشی احمد دین پر دفعہ 124-A تعزیراتِ ہند کا

مقدمہ تھا۔ پارٹی نے فیصلہ کیا کہ یکم اکتوبر کو آل انڈیا سوشلسٹ پارٹی کے فیصلے کے مطابق ''ڈیفنس ڈے'' منایا جائے گا۔

اِس کے بعد رام سرن دَت کے لیگ سے اِستعفیٰ پرغور کیا گیا۔ رام سرن دَت نے کہا کہ میرا واحد مقصد سی آئی ڈی کی مسلسل نگرانی سے بچنا ہے لیکن میں لیگ کے خفیہ رکن کی حیثیت سے کام کرتا رہوں گا۔

اچرج رام کے توجہ دِلانے پر فقیر چند نے مدراسی سیاست دان راج شنکر کے ۳۰ ستمبر کو لاہور جانے کے خرچہ کے لئے ۱۰ روپے فراہم کرنے کا وعدہ کیا۔

سی آئی ڈی نے نادرن موٹرز کے ایک ملازم بم دیو کے قبضے سے ایک سائیکلوسٹائل مشین اور سوشلسٹ لٹریچر برآمد کرلیا۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی سے ملاقات:

عبدالغفور آتش، محمد یونس قریشی، فقیر چند وید اور ملک دِلاور خان نے ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی سے اُن کے گھر پر ملاقات کی اور اُنہیں بتایا کہ رام سرن نگینہ کے مقدمہ کی سماعت ۱۳ اکتوبر تک ملتوی ہوگئی ہے۔ اِس مقدمے میں رام سرن نگینہ کے وکیل خان عبدالقیوم خان اور سردار عبدالرب نشتر تھے۔ مولانا عبدالرحیم نے اُن سے کہا کہ خبردار گھروں میں سوشلسٹ مواد نہ رکھیں۔ سائیکلوسٹائل مشین کی ضبطی سے پتہ چلتا ہے کہ سی آئی ڈی بہت سرگرم ہوگئی ہے۔

مولانا صاحب نے کہا کہ میں نے اپنے بھائی مولانا عبدالقیوم پوپلزئی سے کہا ہے کہ وہ ایبٹ آباد کے اِجلاس میں سیاسی کارکنوں پر پابندی کے خلاف قرارداد منظور کرائیں۔

عبدالرحیم پوپلزئی نے اُن سے یہ بھی کہا کہ میں آپ کی مالی اِمداد وتعاوُن کرتا رہوں گا لیکن چونکہ مجھ پر سی آئی ڈی کا خصوصی پہرہ لگا ہوا ہے اِس لئے اجلاسوں میں فی الحال شریک نہیں ہوں گا۔ (۹۶۹)

۱۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو فرنٹیئر ورکرز لیگ کے ایک اِجلاس میں فقیر چند وید، اچرج رام گھمنڈی، عبدالغفور آتش اور چند دیگر افراد شریک ہوئے۔ اُنہوں نے ایک قرارداد منظور کی جس میں منشی احمد دین کو اے یا بی کلاس نہ دینے پر پنجاب حکومت کی مذمت کی گئی۔

دریں اثناء فقیر چند کو ''کرتی'' اخبار امرتسر کا پشاور سے نمائندہ مقرر کیا گیا۔(۱۰۰۰)

فقیر چند نے آل اِنڈیا کانگریس سوشلسٹ پارٹی کی طرف سے فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ کو تسلیم نہ کرنے پر اِحتجاج کیا۔

سی آئی ڈی نے خبر دی کہ ''رہنمائے اِنقلاب'' نامی پوسٹر محلّہ قاضی خیلاں میں ۱۶ اکتوبر کی رات کو چسپاں کیا گیا۔

رام سرن نگینہ کا مقدمہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۶ء تک ملتوی کر دیا گیا۔ خفیہ والوں نے اِطلاع دی کہ جگدیش رام (بھاریہ) پشوری لعل ولد گورداس مَل اور ماسٹر رام لعل (صدر بازار) پشاور نے فرنٹیئر سوشلسٹ پارٹی کی رکنیت اِختیار کر لی۔(۱۰۲۲)

۱۷ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو فرنٹیئر ورکرز لیگ کا ایک اجلاس ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ دوسہرہ کے تہوار کے موقع پر لیگ کے اغراض ومقاصد کی تشہیر کے لئے ایک اشتہار تقسیم کیا جائے۔ فقیر چند نے تجویز پیش کی کہ پورے صوبے میں ورکرز لیگ کی شاخیں قائم کی جانی چاہئیں۔ اور یہ کہ اپریل ۱۹۳۷ء میں ایک مزدور کانفرنس کا انعقاد کیا جائے۔

۲۱ اکتوبر کو رام سرن نگینہ امر چند کو دفعہ ۱۸ پریس ایکٹ کے تحت کمیونسٹ پوسٹر رکھنے پر ۶ ماہ قید بامشقت اور ۱۰۰ روپے جرمانہ کی سزا سنادی گئی۔ اس ساتھی اپیل دائر کرنے کی دور میں لگ گئے۔ (۱۰۵۳)

کانگرس سوشلسٹ پارٹی کا خط:

مسٹر مسانی نے فقیر چند کو اطلاع بھیجی کہ ایگزیکٹو کمیٹی کے اگلے اجلاس میں لیگ کے کانگرس سوشلسٹ پارٹی سے الحاق کا سوال زیرِ غور آئے گا۔

۲۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو فرنٹیئر ورکرز لیگ کے دفتر میں پارٹی کا ایک اجلاس ہوا اس میں عبدالغفور آتش، مستری فدا محمد، ملک دلاور خان، سوہن لعل اور راجہ رام شریک تھے۔ اجلاس میں عبدالغفور آتش اور رام سرن نگینہ کے دفاع پر عبدالغفور بار ایٹ لا کا شکریہ ادا کرنے کی قرارداد منظور کی گئی۔ کیمبل پور کے اتم سنگھ کی فرنٹیئر سوشلسٹ لیگ میں شمولیت کی درخواست منظور کر لی گئی۔

اجلاس میں کسی نے عبدالرحمٰن ریا کی مشکوک سرگرمیوں کے باعث اس پر یہ الزام لگا دیا کہ وہ

سی آئی ڈی کا منجر ہے۔

عبدالرحمٰن ریا نے ''سرحدی مزدور طبقات جرگہ'' کے نام سے ایک انجمن بنانے کا فیصلہ کرلیا۔
(۱۰۸۱)

ورکرز لیگ کے کارکنوں نے پشاور شہر میں لیگ کے اغراض ومقاصد کے اشتہارات تقسیم کئے اور ۲ نومبر ۱۹۳۶ء کو چیلا رام کی دکان پر عبدالغفور آتش، سوہن لعل، فقیر چند، مستری فدا محمد، محمد یونس قریشی اور چند دیگر افراد اکٹھے ہوئے۔ انہوں نے عبدالرحمٰن ریا کی مشکوک سرگرمیوں پر بحث کی۔ اس اجلاس میں یہ فیصلہ ہوا کہ ۲۰، ۲۱، ۲۲ نومبر کو راولپنڈی موٹر یونین کانفرنس میں شرکت کے لئے عبدالغفور آتش، محمد یونس قریشی اور راجہ رام جائیں گے۔ اس کانفرنس میں ڈاکٹر خان صاحب کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔

آل انڈیا کانگرس سوشلسٹ پارٹی کے سیکرٹری مسٹر مسانی نے فقیر چند کو اطلاع بھیجی کہ نومبر کے تیسرے ہفتے آل انڈیا کانگرس سوشلسٹ پارٹی کی ایگزیکٹو کمیٹی کے اجلاس میں فرنٹیئر سوشلسٹ پارٹی کے الحاق کا سوال زیرغور آئے گا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ کی سرگرمیوں کی مکمل تفصیل لکھ کر روانہ کریں۔

فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ کے رام سرن نگینہ کو ۷ نومبر ۱۹۳۶ء کو سیشن جج کی عدالت نے پوسٹر کیس سے بری کردیا۔ (۱۱۰۶)

۹ نومبر کو ورکرز لیگ کے دفتر میں ارکان کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں رام سرن نگینہ کو ان کی رہائی پر مبارکباد پیش کی گئی۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ پنڈت جواہر لعل نہرو کے اعلان کے مطابق ۱۱ نومبر کو بطور اینٹی وار ڈے (یوم مخالفت جنگ عظیم) منایا جائے۔

اینٹی وار ڈے:

۱۱ نومبر ۱۹۳۶ء کو اینٹی وار ڈے کے سلسلے میں ورکرز لیگ کا ایک اجلاس ہوا جس میں عبدالغفور آتش رام سرن نگینہ، محمد یونس قریشی، راجہ رام شریک تھے۔ عبدالغفور آتش نے کہا کہ میں نے اس سلسلے میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی سے بات کی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ جلسہ عام نہ کریں کیونکہ حکومت بہانہ بنا کر سیاسی کارکنوں کو دبانا چاہتی ہے۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے البتہ یہ کہا ہے کہ دیہات میں سوشلسٹ لٹریچر تقسیم کیا جائے۔ لیکن کوئی قابل اعتراض لٹریچر اپنے گھروں میں نہ رکھیں۔

۱۱ نومبر ۱۹۳۶ء کو سوشلسٹ ورکرز لیگ کے اجلاس میں جو لیگ کے دفتر میں منعقد ہوا اینٹی وار ڈے کے بارے میں بحث ہوتی رہی۔ اجلاس میں یہ قرارداد بھی منظور کی گئی کہ فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ کا نام اب کانگرس سوشلسٹ لیگ رکھ دیا جائے کیونکہ حکومت نے کانگرس اور سرخپوشوں پر پابندی ہٹا دی ہے۔ اجلاس میں یہ قرارداد بھی منظور کی گئی کہ گاؤں پخہ غلام میں لیگ کی شاخ قائم کی جائے۔ علاوہ ازیں لیگ کی طرف سے ہندوستانیوں سے کہا جائے کہ وہ آنے والی جنگ میں حصہ نہ لیں۔ اجلاس میں رام سرن نگینہ نے پریس کو بھیجا جانے والا ایک مضمون حاضرین کو دکھایا۔ اس میں قیدیوں پر پشاور سنٹرل جیل والوں کے مظالم بیان کئے گئے تھے۔ اجلاس میں ایک اور قرارداد بھی منظور کی گئی جس میں لاہور کے کمیونسٹوں کی طرف سے موٹر کار کو آگ لگانے کے اقدام کی مذمت کی گئی کیونکہ کمیونسٹوں کے اس طرح کے اقدام سے حکومت کو کارکنوں پر تشدد کرنے اور مظالم ڈھانے کا موقع ملتا ہے۔ (۱۱۳۰)

مولانا عبدالرحیم صاحب کی بنوں روانگی:

۱۵ نومبر ۱۹۳۶ء کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی مسجد قصابان بنوں میں مسجد شہید گنج اور اسلام بی بی کے مشہور تنازعے کے سلسلے میں گئے۔ مسجد میں اس روز ایک بہت بڑا جلسہ عام منعقد ہوا جس میں ۶۰۰۰ افراد شریک تھے۔ جلسہ عام کی صدارت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی سے کروائی گئی اور اس کے مقررین میں مولوی مہر گل اور حاجی حبیب الرحمٰن سوکڑی شامل تھے۔ (۱۱۳۴)

فرنٹیئر کانگرس سوشلسٹ پارٹی:

۱۵ نومبر ۱۹۳۶ء کو فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ کے دفتر میں ایک اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت عبدالغفور آتش نے کی۔ اجلاس میں ذیل کی قراردادیں منظور کی گئیں:

۱) فرنٹیئر سوشلسٹ ورکرز لیگ کا نام فرنٹیئر کانگرس سوشلسٹ پارٹی رکھا جائے اور پارٹی کے جنرل سیکرٹری انڈیا کانگرس سوشلسٹ کے کامریڈ مسانی سے خط و کتابت کے مجاز ہونگے۔

۲) کانگرس پر پابندی اٹھانے کے حکومتی اقدام کی تعریف کی گئی لیکن گزشتہ پانچ سالوں کے دوران سیاسی کارکنوں پر لگائی جانے والی پابندیاں نہ اٹھانے پر تشویش کا اظہار کیا گیا۔

۱۶ نومبر ۱۹۳۶ء کو پارٹی کا ایک اور اجلاس منعقد ہوا جس میں یہ قرارداد منظور کی گئی کہ رام کشن کو تپ دق ہے اس لئے پنجاب حکومت سے درخواست کی جاتی ہے کہ انہیں رہا کر دیا جائے۔

پارٹی کے ارکان نے تجویز پیش کی کہ پارٹی کی شکایات کے سلسلے میں ولبھ بھائی پٹیل اور بھولا بھائی ڈیسائی سے ملاقات کی جائے۔اس کے بعد ۲۰ نومبر ۱۹۳۶ء کو پارٹی کا ایک اور اجلاس منعقد کیا گیا جس میں عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا۔اس میں ذیل کے عہدیدار منتخب ہوئے۔

صدر	راجہ رام
جنرل سیکرٹری	عبدالغفور آتش
سیکرٹری	رام سرن نگینہ
پروپیگنڈہ سیکرٹری	محمد یونس قریشی

عبدالغفور آتش اور فقیر چند وید نے شرکاء اجلاس کو بتایا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی، روشن لعل اور مسماۃ نکو دیوی نے لیگ میں باقاعدہ شمولیت کا فیصلہ کر لیا ہے۔

اجلاس میں لیگ کا دفتر گنج منتقل کرنے کا فیصلہ بھی کیا گیا تاکہ سرگرمیاں کچھ خفیہ رکھی جاسکیں۔یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ مسٹر مسانی نے کانگرس سوشلسٹ پارٹی سے فرنٹیئر کانگرس سوشلسٹ پارٹی (ورکرز لیگ) کے الحاق کے فیصلے کا جو خط لکھا ہے اس پر پارٹی کے تمام اراکین سے رائے لی جائے۔ (۱۱۵۳)

۲۴ نومبر ۱۹۳۶ء کو جب لیگ (سوشلسٹ پارٹی) کا اجلاس ہوا تو یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ ارکان سے رائے لے لی گئی ہے اور اب مسٹر مسانی کو اطلاع بھیج دی جائے کہ وہ پارٹی کے الحاق کا معاملہ طے کر دیں۔شرکاء کو یہ بھی بتایا گیا کہ مولانا عبدالرحیم، مسماۃ نکو دیوی اور روشن لعل فی الحال لیگ کے خفیہ ارکان کے طور پر شامل رہیں گے۔(۱۱۸۵)

۳ دسمبر ۱۹۳۶ء کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے مکان پر پارٹی کے ارکان کا اجلاس ہوا۔مولانا صاحب نے کہا کہ پارٹی کی طرف سے منعقد ہونے والے اجلاسوں کی پوری تفصیل پریس کو جاری نہ کیا کریں۔اس پر عبدالغفور آتش نے انہیں بتایا کہ پریس کو صرف معمولی نوعیت کی تفصیل کی جاری کی جاتی ہے۔خاص باتیں صیغہ راز میں رکھی جاتی ہیں۔

آخر میں سرخپوشوں کے ساتھ حکومت کے سلوک کی مذمت کی گئی۔اجلاس میں پبلک ٹرینکوئیلٹی ایکٹ بھی زیرِ غور آیا جس کی سابقہ معیاد ۲۸ دسمبر کو ختم ہونے والی تھی۔شرکاء نے اس بات پر سر عبدالقیوم خان پر تنقید کی کہ وہ حکومت کو غلط مشورے دے رہے ہیں۔

یکم دسمبر ۱۹۳۶ء کو پارٹی کا جو انتخاب عمل میں آیا اس کے عہدیدار یہ تھے:

صدر مولانا عبدالرحیم پوپلزئی

سیکرٹری فقیر چند وید

نگران مسماۃ نکو دیوی

اس دوران سوشلسٹ ورکرز لیگ کا گھنٹہ گھر والا دفتر کریم پورہ میں بالا خانہ نمبر ۲۷۳۸ میں ۴ روپے ماہوار کرایہ پر منتقل کر دیا گیا۔

محلّہ گنج میں ۳ روپے ماہوار پر ایک اور بالا خانہ بھی حاصل کر لیا گیا جس میں باہر سے آنے والے سوشلسٹوں کو ٹھہرانے اور دیگر خفیہ معاملات طے کرنے کا فیصلہ ہوا۔(۱۲۱۲)

اسی طرح ایک اجلاس میں عبدالغفور آتش کو فیض پور کسان کانفرنس میں سرحد سے پارٹی کی نمائندگی کے لئے منتخب کر لیا گیا۔ یہ کانفرنس ۲۴، ۲۵ اور ۲۶ دسمبر ۱۹۳۶ء کو ہونے والی تھی۔

۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء کو بھی پارٹی کے دفتر میں ایک اجلاس ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ آنے والے جو صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں ڈاکٹر سی سی گھوش کی حمایت کی جائے گی۔(۱۲۳۹)

اسی روز سٹی کانگرس کمیٹی کے اجلاس میں عبدالغفور آتش نے گڑھوالی قیدیوں کی رہائی کے سلسلے میں قرارداد پیش کی۔

۱۶ دسمبر ۱۹۳۶ء کو عید کا دن تھا۔ نماز عید کے اجتماع کے موقع پر عبدالغفور آتش اور رام سرن نگینہ نے نماز کے بعد اردو پوسٹر تقسیم کئے۔ ان اشتہارات میں ''غیروں کے غلام ہندوستان کی حالت زار'' کے عنوان سے بیروزگاری اور دوسرے معاشی مسائل کا ذکر کیا گیا تھا۔ اشتہار میں عوام سے استدعا کی گئی تھی کہ ورکرز لیگ سے تعاون کریں اور اس کی رکنیت اختیار کریں۔

اسی روز عبدالغفور آتش مردان گئے اور غلہ ڈھیر میں بھگت رام اور ایشر داس سے ملاقات کی۔ (۱۲۶۷)

ورکرز لیگ نے سوشلسٹ پارٹی اور پھر کانگرس سوشلسٹ پارٹی کے نام سے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ بلاشبہ یہ نوجوان بھارت سبھا صوبہ سرحد کا تسلسل تھی جس نے صوبہ سرحد میں سیاست اور تحریک آزادی پر گہرے اثرات مرتب کئے۔

باب نمبر ۲۳ دہقانوں کی جدوجہد

دہقانوں کے انسانی حقوق کیلئے صوبہ سرحد میں سب سے پہلے غلہ ڈھیر نامی گاؤں میں ایک عظیم معرکہ آزادی لڑا گیا۔ غلہ ڈھیر مردان کے قریب واقع ہے۔ اس گاؤں پر نواب طورو کے قبضے کی کہانی اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ نواب طورو حمید اللہ خان کے دادا قادر خان اور اسکے بھائی بہادر خان نے دوسری جگہ سے آکر طورو میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ قادر خان اپنے زمانہ کے ایک تندرست وتوانا اور وجیہہ وشکیل نوجوان تھے۔ شخصیت کی ظاہری خوبیوں کے علاوہ عام باشندوں سے بھی ان کا رویہ نہایت شریفانہ تھا۔ اس نے اپنے اخلاق اور حکمت عملی سے بارسوخ آدمیوں کو ساتھ ملا کر اپنا حلقہ اثر پیدا کر لیا۔ ۱۸۴۹ء میں ضلع ہزارہ پر قابض ہونے کے بعد انگریز اس علاقے پر قابض ہوئے اور بااثر لوگوں کو مختلف طریقوں سے خریدنا شروع کر دیا۔ قادر خان نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر انگریزوں کی ہر ممکن مدد کی۔ جس کے صلے میں اسے علاقے کا ملک بنا دیا گیا۔ اور سرسری بندوبست میں قادر خان کو ملک تسلیم کیا گیا۔ اب ملک قادر خان نہ صرف خود انگریزوں کا معاون اور مددگار بن گیا۔ بلکہ مواضعات غلہ ڈھیر اور طورو کے باشندوں کو ہر جائز وناجائز طریقوں سے انگریزوں کی مدد کرنے پر مجبور کرنے لگا۔ حکومت نے ملک قادر خان کو اس کی خدمات کے صلے میں مالیہ میں ملک ہونے کی وجہ سے پنجوترہ دینا شروع کر دیا۔

ملک قادر خان کا بیٹا مہابت خان نہایت سمجھدار اور وقت شناس شخص تھا۔ اس نے نئے بندوبست میں متعلقہ افسروں سے ساز باز کر کے مواضعات غلہ ڈھیر وطورو کی اراضیات کا اندراج اپنے نام کرالیا۔ اس وقت غلہ ڈھیر کے چند کسانوں نے اس فیصلے پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے احتجاج کیا تو کئی کسانوں کو حوالات میں قید کر دیا گیا۔ حکومت کے انتہائی تشدد اور خان پرست زمینداروں کے ظالمانہ رویہ نے باشندگان غلہ ڈھیر کو اس پر مجبور کر دیا کہ وہ حکومت اور طبقہ خوانین کی ہر جائز وناجائز بات کو بلا چون وچرا تسلیم کر لیں۔ نواب مہابت خان نے غلہ ڈھیر پر قابض ہونے کے بعد اصل باشندوں پر کئی اقسام کے ٹیکس لگانے شروع کر دئے۔ جن کے ادا کرنے کیلئے مزارعین مجبور تھے۔ ان ٹیکسوں میں ملبہ۔ طورہ۔ ناظرانہ۔ پٹواریانہ۔ بابت۔ سرمنی اور ڈھیری وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر تھے۔ غریب مزارعین سے انتہائی تشدد کے ساتھ بیگار لی جاتی تھی۔ زرا سی بات پر بھاری جرمانے عائد کر دیے

جاتے۔ جرمانہ کی عدم ادائیگی کی صورت میں بے کس مزارعین کو کئی کئی دن تک تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں بند رہنا پڑتا تھا۔

۱۹۳۴ کے وسط میں نواب زادہ محمد اعظم خان نے ایک مزارعہ کو معمولی شکایت پر ۲۰ روپیہ جرمانہ کر دیا۔ جرمانہ ادا کرنے کے بعد اس مزارعہ نے غصہ کی حالت میں باغ کے کچھ پودے خراب کر دئے۔ جس پر نواب آف طورو نے تمام موضع پر ایک روپیہ فی گھر جرمانہ کر دیا اور زبردستی وصولی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ بیوہ عورتوں کو بھی جرمانہ ادا کرنا پڑا۔ کئی بیواؤں نے گندم پیسنے کی چکیاں تک فروخت کر دیں۔ پانچ عورتوں نے اپنے بسترے فروخت کر کے جرمانہ ادا کیا۔ اسی پر بس نہیں بلکہ نواب کے ملازمین گاؤں میں داخل ہو کر زبردستی لوگوں کے گھروں میں گھس آئے اور وصولی جرمانہ کے نام پر بیل، بھینس، گائے اور دیگر کئی ضروری اشیاء لے کر چلتے بنے۔ اس سلسلہ میں گاؤں کی مستورات کو بے عزت کیا گیا۔ اور کئی سفید ریش کسانوں کو زدوکوب کیا گیا۔ اس انتہائی تشدد اور اقتصادی بدحالی کے زمانہ میں بھی غریب مزارعین تمام اقسام کے ٹیکس ادا کرتے رہے۔ جب عام باشندگان غلہ ڈھیر کو آئے دن آبائی زمین سے بیدخل ہو کر چلے جانے کو کہا جانے لگا تو انہوں نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ان حالات سے آگاہ کیا۔ رشکئی کے وارث خان نے ایک تفصیلی خط حضرت علامہ پوپلزئی کو لکھا جس میں غلہ ڈھیر کے باشندوں پر نواب کے مظالم کا تفصیل سے ذکر تھا۔

۱۲ جولائی ۱۹۳۸ کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی خود غلہ ڈھیر تشریف لے گئے تو وہاں کے سرکردہ نمائندوں نے ان کے سامنے حالات کی تفصیل بیان کی اور تحریری ریکارڈ رجسٹر، روزنامچے اور خطوط ان کے سامنے رکھے۔ ان کا جائزہ لینے کے بعد مولانا عبدالرحیم نے مظلوموں کی عملی مدد کا فیصلہ کر لیا۔ اس اثناء میں ایک وار کونسل بھی تشکیل دی جا چکی تھی جس کے ارکان کے نام یہ تھے۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی۔ میاں اکبر شاہ وکیل۔ میاں مکرم شاہ۔ میاں محمد شاہ پبی۔ عبدالغفور آتش۔ فقیر چندوید۔ وارث خان رشکئی۔ اجون خان اکوڑہ۔ افضل بابا۔ غلام محمد خان۔ حضرت گل۔ لعل دین جرنیل اور صاحب شاہ میاں غلہ ڈھیر میں ایک طرف احتجاجی جلسے اور دوسری طرف بیدخلیاں اور پکڑ دھکڑ جاری تھی۔ ۱۷ جولائی ۱۹۳۸ کی صبح کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی دوبارہ غلہ ڈھیر تشریف لے گئے۔ اس شب کو موضع چوکی میں سرخپوش کسانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسے میں مولانا صاحب، میاں اکبر شاہ، میاں مکرم شاہ، وارث خان اور بھگت رام وغیرہ نے شرکت کی۔ جلسے کی ابتدا تلاوت

قرآن شریف سے کی گئی۔اس کے بعد امیر محمد خان ہوتی ممبر لیجسلیٹو اسمبلی نے تقریر کی اور احتجاج کرنے والوں کی مذمت کی۔آپ نے لوگوں سے کہا کہ جن لوگوں کے اکسانے پر آپ نے تحریک کا آغاز کیا ہے وہ آپ کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ جو لوگ آپ کو یوں بہکا رہے ہیں کہ نواب کی زمینوں پر زبردستی قبضہ جمالو اور نواب کے کسی حکم کی پابندی نہ کرو ان کے کچھ ذاتی اغراض ہیں۔ یہ سن کر سامعین نے بآواز بلند ان کی تردید کی۔امیر محمد خان نے کہا کہ موجودہ ایجی ٹیشن ان لوگوں نے کانگرس کی اجازت کے بغیر شروع کر رکھی ہے۔ ہزاروں خدائی خدمت گار کھڑے ہو کر جواباً بولنے لگے کہ آپ بیٹھ جائیں جس پر امیر محمد خان نے لوگوں کو خبردار کیا کہ تم سب خدائی خدمت گار ہو۔تم میرا حکم مانو نہ کہ کسی اور کا حکم مانو۔تم سب خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ۔ادھر سے حاضرین کہہ رہے تھے کہ آپ بیٹھ جائیں۔ان حالات میں صدر جلسہ نے امیر محمد خان کو بٹھا دیا۔

اس جلسے سے مفتی اعظم مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے بھی خطاب کیا۔انہوں نے پرزور الفاظ میں تردید کی کہ جو لوگ ہم پر یہ الزام تراشتے ہیں کہ ہماری طرف سے کسانوں کو نواب کی زمینوں پر قابض ہو جانے کی ترغیب دی رہی ہے وہ محض کسانوں کی ایجی ٹیشن کو کچلنے کی ناپاک سازش کرتے ہیں۔ میں پرزور الفاظ میں تردید کرتا ہوں کہ ہمارا نواب کی زمینوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ہم کسانوں کو زمینوں پر قابض ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔ ہماری ایجی ٹیشن کا مقصد بیدخلیوں کے سلسلے کو ختم کرنا اور جابرانہ ٹیکسوں کو منسوخ کرانا ہے۔ ہماری جدوجہد اپنے جائز حقوق کو نواب سے تسلیم کروانے کیلئے جاری ہے۔

مولانا صاحب کی تقریر نے کسانوں پر کافی اثر ڈالا۔جلسہ میں میاں اکبر شاہ نے فیڈریشن کے موضوع پر عالمانہ تقریر کی۔وارث خان آف رشکئی نے کسانوں کو متحد ہونے کی تلقین کرتے ہوئے کسان تنظیم کے فوائد سے آگاہ کیا۔جلسہ خوش اسلوبی سے رات ساڑھے بارہ بجے ختم ہوا۔یہاں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ امیر محمد خان ہوتی کی تقریر سے کسانوں میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی جس کی وجہ سے خان صاحب مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔نام نہاد کانگرسیوں اور خوانین کے غلط پروپیگنڈہ کا دندان شکن جواب دینے کی غرض سے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی، میاں اکبر شاہ وکیل آف بدرشی، بھگت رام اور اجون خان پر مشتمل ایک وفد دیہات کے دورہ پر روانہ ہوا۔

۳۱ جولائی ۱۹۳۸ء کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور فقیر محمد خان وکیل ۲۰ سرخپوشوں کے ساتھ

دیہات کے دورہ پر پھر روانہ ہوئے راستہ میں بہرام ڈھیری، سرخ ڈھیری اور محمد آباد کے کسانوں سے ملاقاتیں کیں۔اورانہیں اتحاد کا درس دیا۔اس کے بعد موضع کورغ وچمتار سے ہوتے ہوئے رات کو منگہ پہنچے جہاں ایک تاریخی اجتماع ہوا۔صدارت کے فرائض مولانا طاؤس خان نے انجام دیے۔تقریر کرتے ہوئے حضرت گل نے کہا کہ غلہ ڈھیر کی طرح کسانان منگہ کو اپنے مطالبات کے حصول کیلئے پرامن جدوجہد کرنی چاہیے۔میاں اکبر شاہ نے کسانوں کی تنظیم سازی پرزور دیا۔آپ نے کہا کہ موضع منگہ کے کسانوں کو قانون بے دخلی کی خلاف ورزی کرنی چاہیے۔اور غلہ ڈھیر تحریک کے جھنڈے تلے جمع ہوجانا چاہیے۔کیونکہ نواب طورو کی تقلید کرتے ہوئے منگہ کے خان نے ۱۵ مزارعین کو بے دخلیوں کے نوٹس دے رکھے تھے۔

موضع محمد آباد کے باشندگان نے وفد کے رہنماؤں کے سامنے اپنی شکایات پیش کیں جو حسب ذیل ٹیکسوں کے بارے میں تھیں:

شفتل نرخ ۲۰ روپیہ فی جریب، دمہ ۴/۱ یعنی ۵ روپیہ فی جریب، بابت فی کنال ۴ آنہ فی جریب اور فی جریب ایک روپیہ۔جنانہ ۴ روپیہ فی قلبہ، آبیانہ ۲ روپیہ فی جریب، فصل شفتل گندم ۲ روپیہ ۲ آنہ فی جریب گندم، بابت ۲ سیر فی من، دڑی برائے ملافی قلبہ دڑی برائے پٹواری زمیندار کی مرضی پر، چار دڑی بیگار جب خان کو ضرورت ہولے سکتا ہے۔محمد آباد کے لوگوں نے درخواست کی کہ اتنے ٹیکس ادا کرنا ممکن نہیں اسے لئے شفتل ۱۰ روپے فی جریب طورہ ۱۲ روپیہ نکی جوار ۱۰ روپے فی جریب آٹھ ۶ روپے فی جریب وصول کیا جائے تو ہم ادا کرسکیں گے۔

موضع خان گڑھی کے مزارعین نے رہنماؤں کے سامنے ان ٹیکسوں کی تفصیل رکھی جو ان سے وصول کئے جارہے تھے۔انہوں نے جو ٹیکس بتائے وہ یہ تھے۔

مزارعہ ۴/۱ حصہ ۲/۱ ۲ سیر فی من

بابت ۲/۱ ۷ سیر

جنانہ (مالیہ) چوکیدارہ ۲ دڑی فی قلبہ

پٹواری دھڑی ملاں طبیب فی دھڑی نظرانہ فی قلبہ ایک عدد مرغہ، فی قلبہ ایک پاؤ گھی، قلبہ ۶ آنہ، خوراکہ فی قلبہ، طورہ ۱۸ روپے مالیہ بذمہ کاشتکار ۲۰ روپیہ فی جریب کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے۔نکی جوار ۲۰ روپے فی جریب، باغ فروخت کرنے پر ایک روپیہ ناظر وصول کرتا ہے۔شادی شدہ اور

غیر شادی شدہ دونوں سے وصول کیا جاتا تھا۔موضع گڈھ کے کاشتکاروں نے بتایا کہ ان سے کرایہ مکان ۱۰روپیہ سال۔

بابت فی من ۳سیر طورہ ۲۰ روپیہ

جنانہ ۱۲ روپیہ

فصل آٹھ آنہ وصول کیا جاتا ہے

موضع عمزہ والوں نے بتایا کہ جنانہ ۱۲ روپیہ، طورہ ۱۹ روپیہ، ۶ سیر فی من بابت ۲ سیر فی من انڈرک فی روپیہ ایک آنہ فی قلبہ وصول کیا جاتا ہے۔اس طرح ضلع مردان کے طول وعرض میں مختلف دیہات میں تقریباً یہی شکایات بیان کی گئیں۔اس تحریک کے دوران آئے دن عوامی مظاہرے ہوتے اور گرفتاریاں ہوتی تھیں۔

۲۲ اگست ۱۹۳۸ء کو صبح آٹھ بجے کے قریب پولیس انسپکٹر دو سب انسپکٹر اور ۵۰ مسلح کانسٹیبل غلہ ڈھیر میں داخل ہوگئے۔پولیس کی اچانک آمد سے گاؤں میں کھلبلی مچ گئی۔آناً فاناً سینکڑوں سرخپوش باوردی دفتر کے نزدیک پہنچ گئے۔عورتوں کا ایک بڑا گروہ بھی گھروں سے نکل آیا۔اور اپنے آپ کو گرفتاری کیلئے پیش کیا۔اس وقت مولانا عبدالرحیم صاحب اور رام سرن نگینہ غلہ ڈھیر میں موجود تھے۔گاؤں کے نمبردار گوکل چند نے آکر مولانا صاحب سے کہا کہ آپ کو پولیس نے گڑھی میں بلایا ہے۔مولانا صاحب نے کہا مجھے کیوں بلایا جارہا ہے۔اگر ان کا میرے ساتھ کوئی کام ہے تو وہ یہاں آجائیں۔۵ منٹ کے بعد انسپکٹر پولیس وہاں آگیا۔پولیس نے اس دفتر کا محاصرہ کرلیا جہاں مولانا صاحب موجود تھے۔وارنٹ دکھا کر مولانا صاحب اور رام سرن نگینہ دونوں کو گرفتار کرلیا گیا۔گرفتاری کے وقت ہزاروں دہقان مرد وزن احتجاج کیلئے وہاں جمع ہو چکے تھے۔گرفتاری کے بعد مسلح پولیس کی حراست میں ان کو مردان پہنچایا گیا۔ان کے دیگر ساتھی بھی اسی اثناء میں یکے بعد دیگرے گرفتار ہو چکے تھے۔مردان میں ڈپٹی کمشنر کے بنگلہ کے باہر ایک کشادہ چمن میں مولانا صاحب اور رام سرن نگینہ کو زمین پر بٹھایا گیا۔ان کے اردگرد پولیس کا پہرہ تھا،تھوڑی دیر ہی میں میاں اکبر شاہ وکیل،افضل بابا اور غلام محمد سالار اعظم بھی گرفتار ہوکر وہاں آگئے۔ایک گھنٹہ بعد اچرج رام کپور،میاں محمد شاہ،خرم شاہ،اجون خان اور لال دین جرنیل بھی جیل پہنچا دیے گئے۔

اگلے دن ۲۳ اگست کو پولیس نے عبدالغفور آتش اور بخشی فقیر چند وید کے وارنٹ گرفتاری بھی

جاری کردیے تھے۔ فیصلہ کے تحت دونوں حضرات روپوش ہوگئے اورتحریک کا حال ملک کے دوسرے حصوں تک پہنچانے اور انصاف طلب کرنے کا کام سنبھال لیا۔۲۴ اگست کومردان میں ایک بہت بڑا احتجاجی جلوس نکالا گیااورنمک منڈی مردان میں جلسہ عام منعقد ہوااوراس وقت کی کانگرس وزارت کی عوام دشمن پالیسی کی سخت مذمت کی گئی۔۲۵ اگست سے مولانا صاحب اوران کے ساتھیوں کے مقدمات کی سماعت شروع ہوئی۔ روزانہ سماعت ہوتی اور ہزاروں کی تعداد میں مردان اور پشاور کے غریب دہقان اور سیاسی کارکن کاروائی سننے آتے رہے۔ تین دن تک کاروائی جاری رہی اورمولانا عبدالرحیم پوپلزئی، میاں اکبر شاہ وکیل اور رام سرن نگینہ کوسزا سنا کر پشاور جیل بھیج دیا گیا۔مردان سے پشاور جیل جاتے ہوئے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے کسانوں کے نام جو پیغام پریس نمائندگان کودیا وہ یہ تھا۔

مزدور کسان ساتھیو! آج جو جنگ لڑی جارہی ہے وہ ظالم اورمظلوم کے درمیان جنگ ہے۔ نواب آف طورو کی امداد کرکے کانگرس کے سرمایہ دار لیڈروں نے اپنے آپ کو بےنقاب کردیا ہے کہ وہ سرمایہ دارانہ نظام کو برقرار رکھنا اورمحنت کش عوام کی لوٹ کھسوٹ پر ہمیشہ کیلئے زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ لوگ باوجود انتہائی تشدد کے بھی اپنی پرامن جدوجہد کو جاری رکھیں گے۔آپ کی راہ میں مشکلات آئیں گی لیکن مجھے ان مشکلات میں ہی شعاع امید نظرآرہی ہے۔اپنی جدوجہد کو جاری رکھیں۔تمام دنیا تمہاری مظلومیت کی طرف دیکھ رہی ہے۔آخر فتح ہماری ہی ہوگی"۔ چنانچہ عوامی قوتوں نے جدوجہد جاری رکھی۔

۳۰ اگست ۱۹۳۸ کو پولیس کی کثیر تعداد نے غلہ ڈھیر کا محاصرہ کرلیا تمام علاقہ کے مختلف حصوں میں پولیس کے پکٹ تعینات کردیے گئے۔ پولیس کے علاوہ نواب طورو کے قریباً ایک ہزار آدمی لاٹھیوں، برچھیوں اورکلہاڑیوں سے مسلح ہوکر سرکاری حفاظت کی چھتری تلے غلہ ڈھیر پہنچ گئے اور زبردستی کسانوں کی اراضیات میں داخل ہونا چاہا۔تھوڑے وقت ہی میں ہزاروں کسان مرد اورعورتیں کھیتوں کے قریب جمع ہوگئیں اور پرامن احتجاج شروع کردیا۔ پولیس نے سادھوسنگھ، اننت رام، لیکھراج، امرناتھ، پرتھوی ناتھ وغیرہ کوحراست میں لے لیا۔ اسکے بعد اندھا دھند گرفتاریاں شروع ہوگئیں۔ گرفتار ہونے والوں میں گاؤں کے نابالغ بچے اوراسی برس کے بوڑھے بھی شامل تھے۔اس کے ساتھ ہی پولیس نے کئی بے گناہ مظلوموں کو بری طرح پیٹا۔

عورتوں نے بے گناہوں پرتشدد دیکھا تو ہاتھوں میں قرآن شریف لے کر پولیس افسران سے

دردمندانہ اپلییں کیں کہ خدارا ہمارے لہلہاتے کھیتوں کو تباہ نہ کرو۔ ہمارے معصوم بچے بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے۔ ہمارے پاس گندم کا ایک دانہ تک نہیں۔لیکن ان کی آہ وزاری اور منت سماجت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ پولیس کے درندہ صفت آدمیوں نے نہایت بیدردی سے عورتوں پر ڈنڈے برسائے۔قرآن شریف کی بے حرمتی کی،معصوم بچوں کو پیٹا اور بوڑھے کسانوں کو بے دریغ تشدد کا نشانہ بنایا۔فصلوں کو آن کی آن میں تباہ و برباد کر دیا گیا۔شام تک یہ ظلم وستم جاری رہا۔دوسو کے قریب مزارعین گرفتار کر لئے گئے۔۱۵عورتیں زخمی ہوئیں اور اگلے دن سے غلہ ڈھیر میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی۔

جیل میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور ان کے ساتھیوں کو سی کلاس میں رکھا گیا۔ حالانکہ کانگرسی حکومت سے پہلے انگریز بھی انہیں بی کلاس کا حقدار تسلیم کرتے تھے۔لیکن اپنی کانگرسی حکومت نے جیل میں انتہائی ناروا سلوک کر کے انگریزوں کے مظالم کو پیچھے چھوڑ دیا۔اس تحریک کے نتیجے میں ملکی اخبارات میں آئے دن غلہ ڈھیر کے مظلوموں کی داستان چھپتی اور ان سے ہمدردی کا اظہار کیا جاتا۔ یہاں تک کہ ریڈیو ماسکو سے بھی اس کی خبریں نشر ہونے لگیں۔صوبہ سرحد کی صوبائی اسمبلی میں کانگرس کی حکومت کے باوجود قومی کارکنوں اور رہنماؤں پر ظلم وستم کے خلاف احتجاج کی صدائیں بلند ہوئیں۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ساتھ کانگرس حکومت کے نازیبا سلوک پر سردار اورنگ زیب خان، حاجی فقیرا خان، سردار عبدالرب نشتر اور پیربخش وکیل وغیرہ نے ۵ نومبر کو اسمبلی میں حکومت کی شدید مذمت کی۔

تحریک غلہ ڈھیر سرحد اسمبلی میں!(۵نومبر ۱۹۳۸):۔

ہری پور جیل میں دفعہ ۱۴۵ آئی پی سی کے تحت ۱۹ستمبر ۱۹۳۸ء کو سزا پانے والے غلہ ڈھیر کے قیدی

دوسال قید بامشقت پانے والے حریت پسند:

۱۔ انت رام ولد گورداس ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸سال
۲۔ لیکھ راج ولد چرن جیت لعل ساکن ہوتی مردان عمر ۲۶سال
۳۔ پرتھمی ناتھ ولد بھولا ناتھ ساکن پشاور عمر ۱۸سال
۴۔ سادھو سنگھ ولد حکم سنگھ سکنہ پشاور عمر ۲۵سال
۵۔ امرناتھ ولد فقیر چند سکنہ پشاور عمر ۲۲سال

۶۔ صاحب شاہ ولد مرزا شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۰ سال

۷۔ گلاب شاہ ولد مہراب شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال

۸۔ دوارکا ناتھ ولد گنگا رام ساکن پشاور عمر ۲۰ سال

۹۔ خان زادہ ولد خان گل ساکن رشکئی عمر ۳۰ سال

۱۰۔ سمندر ولد افضل خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال

۱۱۔ پائندہ خان ولد افضل دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۲ سال

چھ ماہ قید با مشقت پانے والے حریت پسند:

۱۲۔ میر داد ولد رحیم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۴ سال

۱۳۔ شریف زادہ ولد سید محمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۸ سال

۱۴۔ زمان خان ولد دائیل خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال

۱۵۔ میر عباس ولد کریم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال

۱۶۔ عبدال خداد ولد زرداد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۱ سال

۱۷۔ محمد عالم ولد شاہ خیلے ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال

۱۸۔ لالی ولد فضل محمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال

۱۹۔ عدت شاہ ولد زرغن شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال

۲۰۔ علی اکبر ولد شیر حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال

۲۱۔ محمد افضل ولد فضل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال

۲۲۔ محبّ اللہ ولد رحیم اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸ سال

۲۳۔ عظیم خان ولد بہرام خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال

۲۴۔ زرستان ولد لیئس خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال

۲۵۔ شہزادہ ولد محبّ اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال

۲۶۔ گلاب ولد شیر خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال

۲۷۔ پذیر گل ولد عمر گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۲ سال

۲۸۔ غلام ولد فضل احمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۹ سال

۲۹۔ پوردل ولد طاوس ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال

۳۰۔ رخم الدین ولد علم دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۴ سال

۳۱۔ عمر شاہ ولد گلاب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال

۳۲۔ بہادر ولد قلندر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۲ سال

۳۳۔ گل خان ولد لعل خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال

۳۴۔ اول میر ولد لعل میر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال

۳۵۔ خائستہ میر ولد شاہ میر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال

۳۶۔ رخیم گل ولد سیدان شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال

۳۷۔ طوطی ولد میر سلام ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۲ سال

۳۸۔ گل رحیم ولد محمود ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال

۳۹۔ رحیم خان ولد جمعہ خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال

۴۰۔ حنیف خان ولد شیر حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال

۴۱۔ ابراہیم گل ولد امیر گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال

۴۲۔ عمر خطاب ولد اسلم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۹ سال

۴۳۔ صاحب زادہ ولد خرم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۷ سال

۴۴۔ حکم دین ولد موٹا دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۰ سال

۴۵۔ بصیر ولد نذیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال

۴۶۔ عجب خان ولد اسلم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال

۴۷۔ سیدان شاہ ولد جہاں شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال

۴۸۔ سید بر ولد عقرب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۸ سال

۴۹۔ فیروز ولد ظہور الدین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال

۵۰۔ محمد عمر ولد میر اسلم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال

۵۱۔ گل احمد ولد مبین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال

۵۲۔ نقاب شاہ ولد گل حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال

۵۳۔ عبدالمالک ولد محمد حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال
۵۴۔ پلیل ولد میر احمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۵۵۔ عمراز ولد گلراز ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۸ سال
۵۶۔ گل زادہ ولد گلاب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۲ سال
۵۷۔ رحیم اللہ ولد شریف اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۲ سال
۵۸۔ زرستان ولد گلاب دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۵۹۔ سید عمر ولد شاہ خیلے ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال
۶۰۔ سلطان ولد سید میر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۶۱۔ میر نواز ولد سید احمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۶۲۔ میر محمد ولد سید احمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال
۶۳۔ عبدالغنی ولد محمد ایاز ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۶۴۔ شمروز ولد امیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۶۵۔ رضا خان ولد ناصر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۶۶۔ دراز خان ولد وزیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۶۷۔ سرفراز ولد حیات میر شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۶۸۔ صنوبر ولد وزیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۴ سال
۶۹۔ سعد اللہ ولد ضمیر گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال
۷۰۔ میر عباس ولد خواص ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۹ سال
۷۱۔ مکمل ولد محمد شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۸ سال
۷۲۔ صاحب شاہ ولد رحیم شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۷۳۔ شیرین گل ولد مزادین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۴ سال
۷۴۔ انذر گل ولد لباب گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۷۵۔ میر بیگ ولد نیاز بیگ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۷ سال
۷۶۔ جمال خان ولد مسار خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۲ سال

۷۷۔ ثواب گل ولد حلیم گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۷۸۔ سید عمر ولد قابل شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال
۷۹۔ میر اسلم ولد میر حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال
۸۰۔ غلام محمد ولد معروف شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۰ سال
۸۱۔ عبدالکریم ولد ضمیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۸۲۔ شمروز ولد میر حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۸۳۔ خان زادہ ولد وزیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۸۴۔ زیر اللہ ولد سادات ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۸۵۔ عثمان غنی ولد باز گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۷ سال
۸۶۔ شہزادو ولد صفی اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۸۷۔ گلستان ولد محمد شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۸۸۔ مولا داد ولد سرباز ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۸۹۔ گل خان ولد خواص ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۹۰۔ شاہ میر ولد ضمیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۰ سال
۹۱۔ امیر خان ولد ظریف خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۰ سال
۹۲۔ رحمان گل ولد صمد گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال
۹۳۔ حمید اللہ ولد شفیع اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۹۴۔ عبدالخالق ولد محمد حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۲ سال
۹۵۔ میر اسلم ولد سرور ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال
۹۶۔ حبیب شاہ ولد حضرت شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال
۹۷۔ سفید شاہ ولد محمد شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال
۹۸۔ فیروز ولد گل حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال
۹۹۔ عین ولد رخیم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۰ سال
۱۰۰۔ اعظم دین ولد عبدالحکیم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال

۱۰۱۔ سکندر ولد عجب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال

۱۰۲۔ غفور ولد نظر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۷ سال

۱۰۳۔ شمروز ولد یوسف ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۲ سال

۱۰۴۔ نوروز ولد ناصر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال

۱۰۵۔ رحیم شاہ ولد سیدن شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۹ سال

۱۰۶۔ خانزادہ ولد وزیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۲ سال

۱۰۷۔ رحمان الدین ولد شرف دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال

۱۰۸۔ مہراب شاہ ولد حضرت شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال

۱۰۹۔ مشرف ولد رحمان گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال

۱۱۰۔ لعل میر ولد سید میر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۴ سال

۱۱۱۔ فقیر ولد محمود ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۲ سال

۱۱۲۔ زرداد ولد خوئیداد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال

۱۱۳۔ ثنا گل ولد رحمان گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال

۱۱۴۔ زرغن شاہ ولد غریب شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۰ سال

۱۱۵۔ گلاب ولد فقیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۰ سال

۱۱۶۔ حکیم ولد فردوس ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۲ سال

۱۱۷۔ عبدالکریم ولد گل حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال

۱۱۸۔ ثنا گل ولد غریب اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال

۱۱۹۔ ڈیرانے ولد ہاشم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۳ سال

۱۲۰۔ شاہ خیلے ولد نور عالم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال

۱۲۱۔ ماشکی ولد ڈیران شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال

۱۲۲۔ لوانگین ولد محمد میر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال

۱۲۳۔ محمد ولد عطا محمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۳ سال

۱۲۴۔ سید اکبر ولد خائستہ خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۸ سال

۱۲۵۔ صاحب زادہ ولد سید محمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۱۲۶۔ سید زمان ولد میر زمان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۲ سال
۱۲۷۔ وفادار ولد شاہ مدار ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۹ سال
۱۲۸۔ اول دین ولد سادات ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۲۹۔ شاہ داد ولد ہاشم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۸ سال
۱۳۰۔ عزت خان ولد سکندر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۱۳۱۔ خوشحال ولد ظریف خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۱۳۲۔ الف خان ولد میر اسلم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال
۱۳۳۔ حمید اللہ ولد شریف اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۱۳۴۔ پوردل ولد مجید ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۸ سال
۱۳۵۔ زرغن شاہ ولد کمال شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال
۱۳۶۔ جمعہ خان ولد فضل احمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۱۳۷۔ فیروز ولد باز گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۱۳۸۔ اول خان ولد خواص ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۱۳۹۔ نور دین ولد علم دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۱۴۰۔ ثمر گل ولد رحیم گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۴۱۔ رحمٰن گل ولد کمال شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۸ سال
۱۴۲۔ گل محمد ولد فضل احمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۴ سال
۱۴۳۔ جمداد ولد زرداد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۸ سال
۱۴۴۔ گل محمد ولد احمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال
۱۴۵۔ شاہ افضل ولد عبدالرحمٰن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۸ سال
۱۴۶۔ مہربان ولد مبارک شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۴۷۔ شمس القمر ولد فقیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۴۸۔ قادر ولد گلاب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال

۱۴۹۔ اسماعیل ولد زیارت خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال
۱۵۰۔ شاہ خیلے ولد افضل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال
۱۵۱۔ سامودین ولد غلام محی الدین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۷ سال
۱۵۲۔ سیدن شاہ ولد ولی شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال
۱۵۳۔ رحمان گل ولد گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۵۴۔ شیرین ولد زرین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال
۱۵۵۔ گل محمد ولد غلام ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۸ سال
۱۵۶۔ مشال ولد اجون ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۸ سال
۱۵۷۔ محمد ایاز ولد حیات میر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال
۱۵۸۔ شیر محمد ولد محمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال
۱۵۹۔ لعل بادشاہ ولد محمود ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۴ سال
۱۶۰۔ نجیم ولد عجب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۲ سال
۱۶۱۔ محمد یوسف ولد معروف شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۶۲۔ محمد گل ولد سربلند ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال
۱۶۳۔ خانان ولد ڈھیرو ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۱۶۴۔ سکندر ولد خلیل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۶۵۔ باز ولد معروف شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۶۶۔ طاؤس ولد زمان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۷ سال
۱۶۷۔ باز ولد سید محمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۶۸۔ تواب گل ولد گلاب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال
۱۶۹۔ چنار گل ولد شریف ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۴ سال
۱۷۰۔ حضرت گل ولد عباس ساکن چوکی عمر ۵۲ سال
۱۷۱۔ عبدالواحد ولد محمد یعقوب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۱۷۲۔ حبیب الرحمٰن ولد احمد جی ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال

دفعہ **562** کے تحت **300** روپے زرضمانت میں ایک سال کیلئے پابند سلاسل کئے جانے والے حریت پسند:

۱۷۳۔ محمد حسن ولد گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۵ سال

۱۷۴۔ جمعہ خان ولد قمر دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال

۱۷۵۔ ظریف ولد سرور ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۵ سال

۱۷۶۔ شہزاد میر ولد باز میر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال

۱۷۷۔ حسن ولد دوران ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال

۱۷۸۔ ظریف ولد شیرو ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال

۱۷۹۔ حسن دین ولد گلاب دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال

۱۸۰۔ فرید ولد فتح گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال

۱۸۱۔ عجب خان ولد گل حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۰ سال

۱۸۲۔ عجب گل ولد وہاب گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۵ سال

۱۸۳۔ غلام یوسف ولد محمد دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال

۱۸۴۔ علی اکبر ولد معتبر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۷ سال

۱۸۵۔ رحیم ولد خوئیداد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال

۱۸۶۔ عبداللہ ولد امیر خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال

۱۸۷۔ جعفر خان ولد گلاب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۷۰ سال

۱۸۸۔ بابر ولد محمد میر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۸ سال

۱۸۹۔ میر عباس ولد ہاشم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال

۱۹۰۔ اخترے ولد اسماعیل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۲ سال

۱۹۱۔ لعل دین ولد غلام دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۲ سال

۱۹۲۔ امیر خان ولد نیاز محمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال

۱۹۳۔ عبدالغفور ولد نور دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال

۱۹۴۔ حسن گل ولد لعل گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال

۱۹۵۔ بہرام ولد بادشاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۰ سال

۱۹۶۔ عبدالغفور ولد فیروز خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۲ سال

قیدی بچے، بوڑھے:۔

دفعہ **562** سی آر پی سی کے تحت تنبیہ پانے والے حریت پسند:

۱۹۷۔ معتبر ولد سکندر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۷ سال

۱۹۸۔ ثواب گل ولد فرید ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۵ سال

۱۹۹۔ عبداللہ ولد جان عالم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۲ سال

۲۰۰۔ شیرین ولد سیف اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۵ سال

۲۰۱۔ خان زادہ ولد شفیع اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸ سال

۲۰۲۔ فضل کریم ولد عبدالرحیم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۴ سال

۲۰۳۔ کامل شاہ ولد زرغن شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۵ سال

۲۰۴۔ نواب ولد عمر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸

۲۰۵۔ ہمیش گل ولد مشرف گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۲ سال

۲۰۶۔ طالب دین ولد رحمان الدین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸ سال

۲۰۷۔ عامر خان ولد میاں خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۴ سال

۲۰۸۔ مظفر شاہ ولد حبیب شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸ سال

۲۰۹۔ حیدر ولد زرغن شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸ سال

۲۱۰۔ عنایت خان ولد حکمت خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸ سال

۲۱۱۔ شیرین شاہ ولد سفید شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۴ سال

۲۱۲۔ منیر خان ولد اعظم دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸ سال

۲۱۳۔ قادر ولد گل سید ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال

۲۱۴۔ عبدالکریم ولد سید عالم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال

۲۱۵۔ شریف ولد محمد حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۸۰ سال

۲۱۶۔ وحیداللہ ولد محمد حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال

۲۱۷۔ اسماعیل ولد لطیف ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۵ سال

۲۱۸۔ احمد دین ولد سلیم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۸۵ سال

۲۱۹۔ بنارس ولد خائید یوف ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۹ سال

۲۲۰۔ گل داد ولد زرداد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸ سال

۲۲۱۔ فضل رحیم ولد عبدالکریم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۵ سال

سرحد اسمبلی میں گرما گرم بحث:

سردار محمد اورنگزیب خان: کیا آنریبل چیف منسٹر از راہ کرم بیان کریں گے کہ آیا قابل احترام حضرات مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور میاں اکبر شاہ کے ساتھ عام قیدیوں کا سا سلوک کیا گیا۔ اگر ایسا ہوا تو کیوں ہوا؟

ڈاکٹر خان صاحب: سب لوگوں کے ساتھ عام قیدیوں کا سا سلوک کیا جاتا ہے اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔

سردار محمد اورنگزیب خان: کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ آیا جیل میں علیحدہ کلاسیں موجود ہیں اور بعض اشخاص گرفتار ہونے کے باوجود بسا اوقات ہتھکڑیوں میں نہیں جکڑے جاتے۔ کیا آنریبل وزیر اعظم اس حقیقت سے باخبر ہیں۔

ڈاکٹر خان صاحب: میں آنریبل قائد حزب اختلاف کا مطلب نہیں سمجھا۔

سپیکر صاحب: کیا سوال مبہم ہے۔ اگر ہے تو فاضل رکن دوبارہ سوال کریں گے۔

سردار محمد اورنگزیب: کیا آنریبل وزیر اعظم اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ ہندوستان میں حالیہ سیاسی تحریک کے دوران ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ بعض شخصیات کو ہتھکڑی نہیں لگائی گئی؟

ڈاکٹر خان صاحب: ہاں

سردار محمد اورنگزیب: آنریبل وزیر اعظم نے یہ رعایت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور نوشہرہ کے سید اکبر شاہ وکیل کو کیوں نہیں دی؟

ڈاکٹر خان صاحب: یہ ایک نیا سوال ہے اور میں نوٹس ملنے کے بغیر اس کا جواب نہیں دے سکتا۔

سپیکر صاحب: سوال واضح ہے۔ آنریبل وزیر اعظم اور آنریبل قائد حزب اختلاف ایک نکتے پر مختلف الرائے ہیں۔ آنریبل وزیر اعظم اسے اب تازہ سوال قرار دیتے ہیں جب کہ آنریبل قائد حزب اختلاف

اسے ایسا نہیں سمجھتے۔

سردار محمد اورنگزیب: کیا آنریبل چیف منسٹر ازراہ کرم بیان کریں گے اور آیا ان حضرات (مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور میاں اکبر شاہ وکیل) کے ساتھ جیل میں اے کلاس قیدیوں کا سلوک کیا گیا؟

ڈاکٹر خان صاحب: میں تحقیقات کروں گا۔

سردار محمد اورنگزیب: کیا میں ان (ڈاکٹر خان صاحب) کی اطلاع کیلئے یہ بھی کہہ دوں کہ ان (مولانا صاحب اور وکیل صاحب) کے ساتھ سی کلاس کے قیدیوں کا سلوک کیا جارہا ہے؟

سپیکر صاحب: یہ آنریبل قائد حزب اختلاف کی طرف سے اطلاع کا انکشاف ہے۔ انہیں معلومات حاصل کرنی چاہیے۔

سردار محمد اورنگزیب: کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آنریبل وزیراعظم جیل میں اپنے مخالفین کو وہ سہولتیں دینے کیلئے تیار ہیں جو خود انہیں سابقہ شیطانی حکومت نے دی تھیں۔

ڈاکٹر خان صاحب: یہ ایک نیا سوال ہے۔

خان فقیر خان: کیا آنریبل وزیراعظم مولانا عبدالرحیم کو ذاتی طور پر جانتے ہیں؟

ڈاکٹر خان صاحب: ہاں

خان فقیر خان: کیا انہیں معلوم ہے کہ مسلمان انہیں "مفتی سرحد" کہہ کر پکارتے ہیں۔

ڈاکٹر خان صاحب: نہیں

خان فقیر خان: کیا میں انہیں مطلع کرسکتا ہوں کہ مسلمان انہیں یہی پکارتے ہیں اور میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ آیا حکومت ان کے ساتھ بہتر سلوک کیلئے تیار ہے؟

ڈاکٹر خان صاحب: مجھے معلوم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا برا سلوک ہورہا ہے۔

رائے بہادر مہر چند کھنہ: کیا میں جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ سلوک کے بارے میں اس حکومت کی پالیسی معلوم کرسکتا ہوں؟

ڈاکٹر خان صاحب: اس سوال پر رائے کا اختلاف موجود ہے وہ جو اس حکومت کے مخالف ہیں انہیں سیاسی قیدی نہیں بھی کہا جاسکتا۔

سردار اورنگزیب خان: آنریبل وزیراعظم کی سیاسی قیدیوں سے کیا مراد ہے؟

سردار عبدالرب نشتر: کن وجوہات کی بنا پر بعض حضرات کو ناپسندیدہ سمجھا گیا اور انہیں تنہائی کی کوٹھڑیوں

میں قید رکھا گیا؟

ڈاکٹر خان صاحب: انہیں دوسرے قیدیوں کو گمراہ کرنے والے اور اس طرح جیلوں میں گڑبڑ پیدا کرنے والے سمجھا گیا۔

لالہ جمناداس: کیا یہ حقیقت ہے کہ 172 قیدیوں میں سے 159 قیدی رہا کردیئے گئے؟

ڈاکٹر خان صاحب: ہاں

لالہ جمناداس: کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ تقریباً سب ایک ہی دفعہ کے تحت گرفتار کئے گئے تھے؟

ڈاکٹر خان صاحب: مجھے نوٹس چاہیے۔

رائے بہادر مہر چند کھنہ: کیا میں اس کی وجوہات معلوم کرسکتا ہوں کہ کیوں 159 قیدی رہا کئے گئے اور باقی نہیں کئے گئے جبکہ وہ سب ایک ہی تحریک میں ایک ہی دفعہ کے تحت سزایاب ہوئے تھے؟

ڈاکٹر خان صاحب: حکومت نے انہیں رہائی کیلئے موزوں سمجھا۔

سردار اورنگزیب خان: اپنے آنریبل دوست خان فقیر خان کے ضمنی سوال کے حوالے سے کیا میں معلوم کرسکتا ہوں کہ کیا آنریبل وزیراعظم اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ جب خان عبدالغفار خان اس صوبے میں آئے تو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی ان حضرات میں سے تھے جو ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھنے کیلئے منتخب کئے گئے تھے؟

سپیکر صاحب: اس کا سوال یہاں پیدا نہیں ہوتا۔ اصل سوال کے ساتھ اس کا مطلقاً کوئی تعلق نہیں۔

رائے بہادر مہر چند کھنہ: کیا میں معلوم کرسکتا ہوں کہ آیا یہ آنریبل چیف منسٹر کے علم میں ہے کہ جب ایک دفعہ پہلے مولانا عبدالرحیم کو گرفتار کرکے سزا دی گئی تھی تو اس وقت کی حکومت نے انہیں بی کلاس دی تھی؟

ڈاکٹر خان صاحب: یہ ایک تازہ سوال ہے اور مجھے نوٹس چاہیے۔

رائے بہادر مہر چند کھنہ: کیا وہ اس معاملے میں تحقیقات کریں گے؟

ڈاکٹر خان صاحب: ہاں

رائے بہادر مہر چند کھنہ: اگر انہیں اطمینان ہوجائے کہ انہیں (مولانا صاحب کو) اس وقت کی حکومت کے احکام کے تحت بی کلاس دی گئی تھی تو کیا وہ (ڈاکٹر خان صاحب) آج اپنے حکم پر نظر ثانی کرنے پر تیار ہوں گے؟

ڈاکٹر خان صاحب: اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سپیکر صاحب: سوال پیدا ہوتا ہے۔ آنریبل وزیراعظم شاید اس کیلئے نوٹس چاہیں۔
ڈاکٹر خان صاحب: حکومت ہمیشہ اس قسم کے معاملات پر غور کرتی ہے۔
مسٹر پیر بخش خان: کیا حکومت قیدیوں کی اے بی سی کی گروہ بندی جاری رکھنے کا ارادہ رکھتی ہے؟
سپیکر صاحب: یہ پالیسی کا سوال ہے۔ اسے ایک نئے سوال کے طور پر تیار کیا جانا چاہیے۔
مسٹر پیر بخش: جناب یہ اس سوال کی تمہید ہے جو میں اس کے بعد کرنے والا تھا۔
ڈاکٹر خان صاحب: یہ ایک تازہ سوال ہے اور مجھے اس کیلئے نوٹس کی ضرورت ہے۔
سردار محمد اورنگزیب خان: کیا میں معلوم کرسکتا ہوں کہ مولانا عبدالرحیم اور سید اکبر شاہ اس حکومت کی نظر میں سیاسی قیدی ہیں؟
سپیکر صاحب: اس سوال کا پہلے ہی جواب دیا جاچکا ہے۔ (مجھے) یہ اچھی طرح یاد ہے۔
مسٹر پیر بخش: کیا میں اس معیار کی وجوہات معلوم کرسکتا ہوں جس پر بعض قیدی جیل سے رہا کئے گئے؟
ڈاکٹر خان صاحب: جناب میں ایک پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھتا ہوں۔ تمام سوالوں کا مقصد معلومات حاصل کرنا ہے نہ کہ بحث مباحثہ کرنا۔ آنریبل اراکین کو شاید اس نکتے پر پوری صورت حال کے بارے میں غلط فہمی ہے۔
سپیکر صاحب: موجودہ سوال بحث مباحثے کے قطعاً مترادف نہیں ہے۔ یہ معلومات حاصل کرنے کا ہے۔
مسٹر پیر بخش: آنریبل وزیراعظم نے ابھی بیان کیا کہ بعض قیدی موزونیت کے سبب رہا کئے گئے۔ میرا سوال یہ ہے کہ ان قیدیوں کو رہا کرنے کے اسباب اور موزونیت کا معیار کیا ہے؟
ڈاکٹر خان صاحب: میں نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ وہ دوسرے قیدیوں کو گمراہ کرکے گڑبڑ پیدا کررہے تھے۔
مسٹر پیر بخش خان: یہ کہنے سے آنریبل وزیراعظم کی کیا مراد ہے کہ وہ دوسرے قیدیوں کو گمراہ کررہے تھے۔
سپیکر صاحب: میرا خیال ہے کہ گمراہ ہونے کے نتائج صاف ظاہر ہیں۔ اس کی مزید وضاحت کی کوئی ضرورت نہیں۔
رائے بہادر ایشر داس: کیا مولانا صاحب کی طرف سے اے کلاس میں رکھے جانے کی کوئی درخواست موصول ہوئی؟

ڈاکٹر خان صاحب: نہیں
رائے بہادر ایشر داس: کیا یہ حکومت کے حوالے کے بغیر عدالتوں کا کام نہیں ہوتا کہ وہ خود اے بی سی کلاس عطا کریں۔
ڈاکٹر خان صاحب: یہ عدالتوں کی ذمہ داری ہے۔
رائے بہادر ایشر داس: اس معاملے میں عدالت نے کیا سفارش کی؟
ڈاکٹر خان صاحب: میرے پاس اس سلسلے میں کچھ اطلاع نہیں آئی۔
مسٹر پیر بخش: کیا میں معلوم کرسکتا ہوں کہ اگر آنریبل چیف منسٹر کو درخواست پیش کی جائے کہ وہ مولانا کو اے کلاس میں رکھیں تو وہ اب ایسا کرنے پر تیار ہیں؟
ڈاکٹر خان صاحب: میں اس پر غور کروں گا۔
لالہ جمنا داس: کیا آنریبل چیف منسٹر یہ بتانا پسند کریں گے کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ نواب آف طورو کے احکامات کے مطابق اس کے آدمی ۳۰ اگست ۱۹۳۸ اور اسکے بعد مسلسل چار پانچ دن پولیس افسروں کی موجودگی میں غلہ ڈھیر گاؤں کی مکئی کی فصل کاٹتے رہے؟
ڈاکٹر خان صاحب: نواب کے آدمیوں نے ۳۰ اگست ۱۹۳۸ کو ان کی زمین پر کھڑی فصلیں کاٹیں۔
لالہ جمنا داس: اگر ایسا ہوا تو نواب کے آدمیوں نے کتنے کنال مکئی فصل کاٹی اور برباد کی؟
ڈاکٹر خان صاحب: گرداوری کے اختتام تک اعداد و شمار نہیں دیے جاسکتے۔
لالہ جمنا داس: کیا یہ حقیقت ہے کہ نواب کے آدمیوں نے ان کسانوں کی فصلیں بھی کاٹ ڈالیں جنہیں کسی مالی یا دیوانی عدالت نے بے دخل نہیں کیا تھا اور جن سے زمین کا قبضہ نواب کو منتقل نہیں کرایا گیا تھا؟
ڈاکٹر خان صاحب: غلطی سے ۹۴ کنال فالتو زمین کی فصلیں کاٹ دی گئیں۔
لالہ جمنا داس: اگر ایسا ہے تو حکومت ایسے مزارعین کی فصلوں کے نقصان کی تلافی کیلئے کیا اقدامات تجویز کرتی ہے؟
ڈاکٹر خان صاحب: نواب نے پوری تلافی کی پیشکش کی ہے لیکن جب تک فصل پک نہیں جاتی اس نقصان کی صحیح قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔
لالہ جمنا داس تلواڑ: کیا یہ حقیقت ہے کہ آنریبل وزیراعظم نے خود ۲ ستمبر ۱۹۳۸ء کو کھیتوں کا معائنہ کیا اور تسلی کر لینے کے بعد پولیس کو حکم دیا کہ وہ نواب کے آدمیوں کو ان افراد کی فصلیں نہ کاٹنے دیں جنہیں ۱۵

جون ۱۹۳۸ء یا اس کے بعد بے دخل یا قبضہ سے محروم نہیں کیا گیا؟

ڈاکٹر خان صاحب: میں نے ۲ ستمبر ۱۹۳۸ء کو کھیتوں کا معائنہ کیا اور احکام جاری کئے کہ قانون کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔

جمنا داس تلواڑ: کیا آنریبل وزیر اعظم یہ بیان کرنا پسند کریں گے کہ 38-1937 میں غلہ ڈھیر کے کتنے مزارعین اپنے گھروں سے نکالے گئے۔؟

ڈاکٹر خان صاحب: پانچ

لالہ جمنا داس: کیا حکومت ان مزارعین کی فہرست میز پر رکھنے کیلئے تیار ہے جنہیں ستمبر ۱۹۳۸ء کے پہلے ہفتے میں گھروں سے نکالا گیا اور ان کا سامان پھینکا گیا؟

ڈاکٹر خان صاحب: ہاں

لالہ جمنا داس: کیا یہ حقیقت ہے کہ نواب کے آدمیوں نے غلہ ڈھیر کے مزارعین کو اپنا سامان ہٹانے کا موقع دیے بغیر، ان کے گھروں کی چھتیں گرا دیں جس کے نتیجے میں ان کا سامان مٹی اور ملبے وغیرہ سے ضائع ہو گیا؟

ڈاکٹر خان صاحب: حکومت کو اس کے بارے میں کوئی علم نہیں۔

لالہ جمنا داس: کیا یہ حقیقت ہے کہ ایک گھر میں رکھا ہوا ایک من پیاز برباد ہو گیا۔ کیونکہ نواب کے ملازموں نے چھت گراتے وقت اس کے مالک کو اس کے ہٹانے کا موقع نہ دیا؟

ڈاکٹر خان صاحب: حکومت کو اس کے بارے میں کوئی معلومات نہیں۔

رائے بہادر مہر چند کھنہ: کیا میں معلوم کرسکتا ہوں کہ کیا آنریبل وزیر اعظم نے اچاریہ نریندرا دیو اور مسٹر ایم آر مسانی کو ان کے پشاور کے پچھلے دورے کے موقع پر یقین دہائی کرائی تھی کہ غلہ ڈھیر تحریک کے سلسلے میں گرفتار اور سزایاب ہونے والے تمام افراد کو تقریباً دو ہفتے میں غیر مشروط طور پر رہا کر دیا جائے گا؟

ڈاکٹر خان صاحب: نہیں۔

سردار عبدالرب نشتر: کیا یہ حقیقت ہے کہ ستمبر کے آخری ہفتے میں ہونے والی پچھلی پولیٹیکل کانفرنس میں آنریبل چیف منسٹر نے اعلان کیا تھا کہ مولانا عبدالرحیم صاحب کی رہائی کے احکامات جاری ہونے والے ہیں؟

ڈاکٹر خان صاحب: نہیں۔

سردار عبدالرب نشتر: کیا یہ حقیقت ہے کہ یہ اطلاع اخبارات میں چھپی تھی اور حکومت نے کبھی اس کی تردید نہیں کی؟

ڈاکٹر خان صاحب: حکومت کے پاس اس قسم کی ہر خبر کی تردید کا وقت نہیں ہے۔

رائے بہادر مہر چند کھنہ: اس صوبے میں پبلسٹی افسر کا کیا کام ہوتا ہے؟

سپیکر صاحب: یہ ایک نیا سوال ہے؟

لالہ جمنا داس تلواڑ: کیا آنریبل چیف منسٹر یہ بیان کرنا پسند کریں گے کہ غلہ ڈھیر تحریک میں سی پی سی کی دفعہ 107/151 کے تحت جن لوگوں کو سزا ہوئی تھی۔ انہیں قید محض کے احکامات جاری ہوئے تھے؟

ڈاکٹر خان صاحب: ہاں۔

لالہ جمنا داس تلواڑ: کیا یہ حقیقت ہے کہ پشاور سنٹرل جیل کے سپرنٹنڈنٹ نے گیارہ قیدیوں کی سزا تبدیل کر کے قید بامشقت کر دی جنہیں عدالت نے محض قید کے احکامات جاری کیے تھے۔

ڈاکٹر خان صاحب: نہیں۔

لالہ جمنا داس: کیا یہ حقیقت ہے کہ ان افراد نے جیل سپرنٹنڈنٹ سے کئی بار درخواستیں کیں کہ ان کے ساتھ مجسٹریٹ کے حکم کے مطابق سلوک کیا جائے لیکن ان کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

ڈاکٹر خان صاحب: سوال پیدا نہیں ہوتا۔

لالہ جمنا داس: جیل سپرنٹنڈنٹ کے اختیار کردہ طریقے کی وجوہات کیا ہیں؟

ڈاکٹر خان صاحب: سوال پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان سب کے ساتھ عام قیدیوں کا سلوک ہوتا رہا۔ کوئی مشقت نہیں تھی۔

لالہ جمنا داس: اگر جیل سپرنٹنڈنٹ کے اس عمل کی کوئی وجوہات بتائی نہیں جا سکتیں تو حکومت قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی کے ازالے اور آئندہ ایسے واقعات کی روک تھام کیلئے کیا اقدامات تجویز کرتی ہے؟

ڈاکٹر خان صاحب: سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(۵ نومبر ۱۹۳۸ء کی سرحد اسمبلی کی بحثیں)

غلہ ڈھیر تحریک کا نتیجہ تھا کہ جلد ہی تحریک خود چارسدہ میں بھی زور پکڑ گئی اور قدرت کی شان دیکھئے کہ خود ڈاکٹر خان صاحب کے فرزند خان عبیداللہ خان اس تحریک میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہوئے

اپنے والد کی حکومت میں گرفتار کر لئے گئے۔ اس طرح دنیا سرحد کے مظلوم دہقانوں اور غریبوں کی حالت زار سے باخبر ہوئی اور نوابوں اور خوانین کے مظالم اور ٹیکسوں میں بہت حد تک کمی واقع ہوگئی۔ مردان کے دہقانوں کے مسائل و مشکلات کے امتحان سے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی بمشکل ہی فارغ ہوئے تھے کہ ہزارہ سے نوابوں اور خوانین کے مظالم کی داستانیں ان تک پہنچنے لگیں۔ یہاں پر گجروں اور بکروانوں پر خوانین نے عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ مولانا کے نام پر ہزارہ کے گجروں کسانوں اور بکروانوں کے متعدد دردناک مراسلے لکھے گئے اور ان کے دینی فریضے کے حوالے سے انہیں مخاطب کر کے ظلم سے نجات دلانے کی درخواستیں کی گئیں۔ یہ درخواستیں کتاب "ہزارہ کے مظلوم عوام" میں موجود ہیں۔

ہزارہ میں قانون رواج نے عوام کا جینا دوبھر کر رکھا تھا۔ انگریز حکمرانوں کے وفادار جاگیرداروں اور خوانین نے ہزارہ کے غریب عوام کو رواجی قوانین کے ایسے شکنجوں میں جکڑ رکھا تھا جن کا ذکر سنتے ہوئے بھی ہول آتا ہے۔ قدم قدم پر مزارعین اور گجر اپنے مالک اراضی کے عائد کردہ نت نئے ٹیکسوں کے پابند بنادئے گئے تھے۔ خوانین نے عام آبادی کو بیگار کا پابند کر رکھا تھا۔ ان لوگوں کو اکثر وحشیانہ سزاؤں اور مار پیٹ کا نشانہ بنایا جاتا۔ لیکن سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ تھی کہ اس قانون کی رو سے بےاولاد مزارع کا وارث مالک اراضی ہوتا تھا۔ اگر مزارع خان کی اجازت کے بغیر اپنی زمین کو بذریعہ رہن، بیع، ہبہ یا تملیک منتقل کرتا تو مالک کو رقم ادا کئے بغیر تنسیخ کا رواجی حق حاصل تھا۔ اور مالک کی تحریری رضامندی کروا کر عدالت مال سے بھی اس کا فیصلہ حاصل کر لینا ان بےچارے مزارعین کے بس سے اکثر باہر ہوتا۔ اس طرح خاندان کے سربراہ کا سایہ اٹھتے ہی قانون رواج اس کی وراثت چھین کر مالک اراضی کو دے دیتا تھا۔ اور بے سہارا رہ جانے والی بچیاں اور زیادہ بے سہارا کر دی جاتیں۔ اس طرح ایک مزارع اور چرواہے کی موت کا مطلب گویا اس کے پورے خاندان کی موت ہوتا تھا۔ اسی طرح ان کیلئے مرنا اور جینا دونوں مشکل بنادیئے گئے تھے۔ ان کو لڑکے یا لڑکی کی شادی کروانے کیلئے بھی مالک اراضی کو ٹیکس ادا کرنے ہوتے تھے۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اور ان کے ساتھیوں نے ان بے سہارا لوگوں کو عزت سے جینے کا حق دلانے کیلئے تحریک شروع کی۔ اور اس کیلئے اس بار کانگرس والوں کو بھی اعتماد میں لیا۔ سرخپوش بھی ان کی قیادت میں پھر میدان میں نکل آئے۔ ایبٹ آباد میں کانگرس کی صوبائی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں ان کے ساتھی ملک امیر عالم اعوان نے مزارعین کے مطالبات پر مبنی تحریک

پیش کی جو متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔اس کے بعد علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اور ان کے ساتھیوں نے سیاسی اور آئینی محاذ پر مزارعین کے حقوق کیلئے بھرپور جدوجہد کی۔اور اس مطالبہ کی تحریک اسمبلی میں پیش کی گئی کہ ۱۹۳۵ میں شریعت ایکٹ کے نفاذ میں صرف مالکان اراضی پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے اور موروثی مزارعین پر یہ ایکٹ لاگو نہیں کیا گیا۔لہٰذا شریعت کا قانون وراثت موروثی مزارع پر بھی لاگو کیا جائے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ آئینی ترمیمی بل کا مسودہ حرف بحرف خود مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے لکھا تھا جو اب بھی محفوظ ہے اور سردار عبدالرب نشتر نے اسی بل کو چھپوا کر اسمبلی میں پیش کیا۔اس مقصد کیلئے جو مثالی جدوجہد کی گئی اس کے نتیجے میں قانون کی مطلوبہ ترمیم منظور ہوگئی اور اسی سال ۱۹۳۹ء کے آخر میں اس کا سرکاری گزٹ نوٹیفیکشن بھی جاری کر دیا گیا۔اس تحریک کے دوران مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور ان کے ساتھیوں کو جن آزمائشوں اور خطرات سے گزرنا پڑا ان کا اندازہ ان کے ساتھی عمر فاروق خان ہزاروی کی مولانا پر تحریر کردہ کتاب سے بخوبی ہوجاتا ہے عمر فاروق خان آف ملک پور اس کتاب میں لکھتے ہیں: "مولانا کی قیادت میں مزارعین پر ان مظالم کے خلاف جدوجہد شروع ہوئی۔ سردار عبدالرب نشتر نے جو ایک وقت میں پاکستان کے وزیر صنعت رہے اور پھر مغربی پاکستان کے گورنر بنے،ایک ترمیمی ایکٹ مزارعان،ان تمام امور کیلئے اسمبلی میں پیش کیا اور ہم نے اسے منظور کرانے کیلئے عوامی پلیٹ فارم سے جدوجہد شروع کر دی۔حضرت مولانا نے شرعی حیثیت سے اس کی تائید میں فتویٰ دیا۔اور ایکٹ منظور ہوگیا۔خوانین نے سخت مقابلہ کیا اور مزارعین کی شرعی حیثیت کو چیلنج کیا۔ دارالعلوم دیوبند کی طرف استفتا بھیجے گئے۔ہم نے بھی دورے شروع کئے۔علاقہ میں بیداری کے آثار پیدا ہو چکے تھے۔لیکن مولانا نے ہنگاموں کی بجائے تنظیم پر زور دیا۔ہم دور دراز علاقوں میں پہنچ کر کسان کمیٹیوں کی تنظیم کرتے،اور راتوں کو کسانوں میں بیٹھ کر انہیں کسان کمیٹی کے اغراض ومقاصد سمجھاتے۔

ان علاقوں میں جہاں سواری کا فقدان تھا،راستے بے حد خطرناک تھے۔خود اس تحریک کے سوا ہمارے کوئی مددگار نہیں تھے۔بالاکوٹ کے خوانین نے ہم پر حملے کرنے کی کوشش کی۔خوش قسمتی سے اس علاقہ میں میری رشتہ داری ہمیں قتل ہونے بچا گئی۔ورنہ خوانین تو قتل کا پختہ ارادہ کر کے آئے تھے۔ اور اس کی ہمیں اطلاع بھی ہوگئی تھی۔پنجول علاقہ کونش درہ بھوگرمنگ میں ہمارے دورے نے طوفان برپا کر دیا۔یہ ایک مقام تھا جو خوانین کا مضبوط گڑھ تھا۔مزارعین کی بستیاں منتشر تھیں۔میں اس دورہ میں اپنے آپ کو خطرے میں محسوس کرتا تھا،اس لئے کہ یہاں میری کوئی رشتہ داری نہ تھی۔قبائلی علاقہ میں

رشتہ داری بڑی چیز ہوتی ہے۔ پھر یہاں کے خوانین سب سے بڑھ کر ظالم اور بے رحم تھے۔ اور ان کے مزارعین بالکل غلاموں کا درجہ رکھتے تھے۔ خان کے خلاف زبان کھولنا تو درکنار، مزارع خان کے سامنے بیٹھ کر روٹی نہیں کھا سکتا تھا۔ ضلع ہزارہ کے اس علاقے میں مجھے یوپی اور بہار کے بعض علاقوں کا نقشہ نظر آ رہا تھا۔ ہمارے کچھ رفیق جو رضا کاروں کے طور پر ہمارے ساتھ تھے، جبوڑی سے جو کونش کے درہ کا سب سے پہلا گاؤں ہے، ڈرادھمکا کر واپس کر دیے گئے تھے۔ اور حضرت مولانا، میں، مولوی فضل الٰہی، مولوی فضل ربی کے چھوٹے بھائی اور میرے ایک رشتہ دار مسکین خان ساکن ترنگڑی بالا آگے نکل کر پہاڑیوں میں چلے گئے تھے۔ خوانین نے پیچھے سے ہمارا راستہ بند کر دیا تھا اور وہ چاروں طرف سے ہمیں گھیرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ پنجول کے مقام سے ہی گزر کر ہم دریا کے دوسرے کنارے تک جا سکتے اور مزارعین کے علاقے میں پہنچ کر کام کر سکتے تھے۔

میری اطلاعات کے مطابق خوانین نے ہمیں قتل کرنے کیلئے اپنے نوکروں کو تیار کیا تھا۔ اور اس سلسلے میں روپیہ وغیرہ مقدمات لڑنے کیلئے بھی جمع کر لیا تھا۔ میں نے مولانا مرحوم کو مطلع کیا۔ لیکن وہ بغیر خوف کے کام جاری رکھے ہوئے تھے۔ علاقہ میں ہمارے قتل ہو جانے کا پروپیگنڈہ ہو چکا تھا، اور شاید پولیس تھانہ میں بھی اطلاعات پہنچ گئیں۔ ہمارے پنجول پہنچنے کا جو وقت تھا اس کے مطابق ہمارے ساتھیوں نے توکل علی اللہ مولانا کے حکم سے دریا کے پل کو اسی مقام سے پار کیا۔ چنانچہ عین پنجول کے سامنے ہم پر حملہ ہوا۔ خوانین نے ہماری اطلاعات کے مطابق اپنے نوکروں کو بھیجا جو بدمعاش اور جرائم پیشہ تھے۔ لیکن خود وہ نہیں آئے۔

ہم پر پتھر پھینکے گئے۔ اور ہمیں لاٹھیوں سے مارا گیا۔ لیکن قبل اس کے کہ ہمیں شدید زخم آتے، لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ خوانین کے نوکر ہمیں گالیاں دیتے ہوئے واپس چلے گئے۔ ہم کچھ زخمی ہوئے لیکن مولانا کو کوئی زخم نہیں آیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ میرا ایک سکول کا ساتھی پولیس سب انسپکٹر عبدالقدوس خان اتفاق سے موقع پر پہنچ گیا تھا۔ غالباً اس کی موقع پر موجودگی کا اثر تھا کہ ہم قتل ہونے سے بچ گئے۔ یہاں سے آگے چل کر ہم نے بٹل کے خوانین کے علاقہ میں داخل ہونا تھا۔ گو محمد عطائی خان ایم-ایل-اے مرحوم کے خاندان سے ہماری رشتہ داریاں تھیں۔ لیکن طبقاتی مفادات نے یہ سب اوجھل کر دی تھیں۔ مجھے وکر کے ذریعے پیغام بھیجا گیا کہ ہمارے علاقہ میں داخل نہ ہونا۔ اگر اس کے باوجود تم داخل ہوئے تو تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں لیں گے۔ میں نے جواب دیا کہ آپ بالکل بے فکر

رہیں، اور اپنے طبقہ کے خوانین کی مدد کریں۔ لیکن اب ہم دریا کے مغربی کنارے پر تھے جہاں ایک مضبوط کسان کمیٹی تھی۔ بایاں نامی گاؤں کے کسانوں سے پہلے ہی خوانین مقابلہ میں ہار چکے تھے۔ رات کو ہم بایاں پہنچ گئے۔ صبح کو خوانین درہ کے راہ گزر کو گھیر کر بیٹھ گئے تھے۔

پچھلے حملے کا مجھ پر کافی اثر تھا لیکن مولانا معمول کے مطابق کام کر رہے تھے۔ مجھے دکھ بھی تھا اور غصہ بھی اور کچھ اپنی بے تدبیری پر بھی ندامت تھی۔ کیونکہ میں اس دورے میں اسلحہ ساتھ لا سکتا تھا اور ہم تینوں ساتھی مسلح ہو سکتے تھے۔ مقابلہ کی ضرورت کی صورت میں ظاہر ہے کہ ہمارا کام آسان ہوتا۔ مولانا نے جب مجھے پریشان پایا تو فرمانے لگے دیکھو عمر فاروق: قرآن حکیم نبی کریمؐ کو کیا اچھی بات کہتا ہے اور رب العالمین اپنے پیارے حبیبؐ کو کیسے مخاطب کرتا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ اگر تم کو نیک کام سرانجام دینے میں دکھ پہنچتا ہے تو تمہارے مخالف فریق کو بھی تو مقابلہ میں دکھ پہنچتا ہے۔ لیکن تم اللہ تعالیٰ سے نیکی کی امید رکھتے ہو۔ لیکن تمہارا فریق مخالف ایسی کوئی امید نہیں رکھتا۔ اس کے بعد فرمانے لگے کہ خیر کے کام میں دکھ تو پہنچتا ہے۔ لیکن نیکی کے بدلہ کی امید تو ہوتی ہے۔ مگر دکھ پہنچانے والے کو کوئی بدلہ کی امید نہیں ہوتی۔

اس وقت حضرت مولانا کے اس ارشاد گرامی نے ہم پر ایک مہمیز کا اثر کیا۔ اور ہم تیزی سے منزل مقصود کی طرف چل پڑے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ گویا کوئی واقعہ پیش ہی نہیں آیا۔ شام کو بیس پچیس میل کا سفر طے کر کے ہم کسانوں کے مرکز پر پہنچے۔ ہم میں سے ہر ایک تھکا ہوا تھا۔ اور آرام چاہتا تھا۔ لیکن مولانا جاتے ہی کسانوں کو مخاطب کرنے لگے، جو بڑی بے قراری سے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ نماز ادا کرنے کے بعد مولانا ہمیں تسلی دیتے رہے اور صحابہ کرامؓ اور حضورؐ کے اسوہ حسنہ سے متعدد مثالیں بیان کر کے ہمیں مطمئن کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ آپ نے فرمایا یہ انقلاب کی ابتدائی منزل ہے کہ لوگ آپ کا پیغام جو دراصل ان کے مفاد اور بہبود کا پیغام ہے، سننے کے واسطے تیار ہو جائیں۔ عمل کا درجہ بعد میں ہے۔ صبح کو ہم نے بٹل کے خوانین کے راستہ کو چھوڑ کر ایک دشوار گزار پہاڑی راستہ سے کسانوں تک پہنچنے کی کوشش کی۔ اور اس طرح خوانین اپنی تدابیر میں ناکام رہے۔ اور ہم صحیح و سلامت شنکیاری پہنچ گئے۔ ہمارے ان دوروں کے بعد جب مانسہرہ میں کانفرنس ہوئی تو تقریباً ایک لاکھ کسانوں کا اجتماع ہوا"۔

راقم کو اس تحریک کی بارآوری کا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کا موقع نصیب ہوا ہے۔

یکم مئی ۲۰۰۱ء کو ہزارہ کے اس حلقے کے عوامی نمائندوں نے سردار محمد یوسف کی قیادت میں مزدوروں اور محنت کشوں کے دن کی مناسبت سے ایک بہت بڑی ریلی کا اہتمام کیا تھا۔ جلسہ عام مانسہرہ کے ظفر پارک میں منعقد ہوا تھا۔ اس تاریخی پروگرام کیلئے سردار یوسف صاحب نے دعوت نامے چھپوائے تھے۔ دعوت نامہ میں جسٹس نسیم حسن شاہ، ڈاکٹر اسرار احمد اور احقر راقم الحروف کے نام بطور مہمانان خصوصی درج تھے۔ سردار محمد یوسف کا یہ حلقہ پاکستان کے قومی اسمبلی کے حلقوں میں سے تقریباً سب سے بڑا حلقہ ہے اور سردار صاحب اپنی عاجزی اور خدمت خلق کے سبب ہمیشہ یہاں سے کامیاب ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ اس حلقے کے سابق ایم پی اے صاحبان بھی اس کام میں ہمہ تن مصروف نظر آئے۔ ان صاحبان میں اخلاق اور خدمت کے اوصاف رکھنے والے معززین کی ایک فوج تھی، جو بات زیادہ حیران کن تھی وہ یہ تھی کہ ان معززین میں ایسے خوانین بھی تھے جن کے آباؤ اجداد نے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی پر قاتلانہ حملے کروائے تھے اور جن کے مظالم کے خلاف علامہ صاحب نے تحریک شروع کی تھی۔ لیکن ان کی اولاد اب عوامی فلاح و بہبود کے اس مشن میں پیش پیش تھی جو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے شروع کیا تھا۔

سردار صاحب اور ان کے دیگر ساتھی سچی خدمت کے جذبے سے سرشار تھے اور انہوں نے محنت کشوں کے لئے بڑھ چڑھ کر دامے درمے قدمے سخنے خدمات پیش کی تھیں۔ ہر طرف امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اور ان کے انقلابی ساتھیوں کے ناموں کے بینر آویزاں تھے۔ جگہ جگہ ان بزرگوں کے ناموں سے مزین پوسٹر بھی لگے ہوئے تھے۔ جلسہ گاہ میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی پر لکھی گئی کتابوں کے سٹال لگائے گئے تھے۔ ہزاروں افراد کا اجتماع تھا اور ہر طرف سے موٹریں اور گاڑیاں جلسے میں شرکت کیلئے آ رہی تھیں۔ کئی لوگ درختوں اور چھتوں پر چڑھ کر تقریریں سن رہے تھے۔

ہر مکتبہ فکر کے رہنما اس جلسہ میں بلائے گئے تھے۔ ڈاکٹر اسرار احمد اور مولانا فدالرحمٰن درخواستی نے بھی تقریریں کیں۔ سردار یوسف صاحب کے ساتھیوں میں نواب زادہ وجیہ الزمان خان آف اگرور سابق وزیر صحت، جناب طارق سواتی، جناب پیر طریقت، ولی الرحمٰن صاحب، سابق ایم پی اے پیش پیش تھے۔ نواب زادہ وجیہ الزمان خان نے راقم کی بہت عزت افزائی کی اور خود آرام کرسی اٹھا کر راقم کیلئے سردار یوسف صاحب کے برابر میں بچھا دی۔ راقم کی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ ہزاروں محنت کشوں نے راقم کی آمد کے ساتھ حوصلہ افزائی کیلئے نشستوں سے اٹھ کھڑے ہو کر استقبال کیا اور راقم کی تقریر ہمہ تن گوش ہو کر سنی جو دراصل علامہ عبدالرحیم صاحب کے ساتھ ان کی محبت کا زندہ ثبوت تھا اور

یہ بعد از وصال علامہ صاحب کی کرامت بھی تھی۔

نوجوان بھارت سبھا کے اراکین غلہ ڈھیر تحریک میں قید کے بعد جیل سے رہائی کے وقت۔
درمیانی قطار کے درمیان میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی، ان کے دائیں طرف بخشی فقیر چند ویدا و بائیں
جانب بھگت رام (برادری ہری کشن) ان کے ساتھ بائیں طرف آخر میں رام سرن نگینہ بیٹھے ہیں۔

باب نمبر ۲۴ اچھوتوں اور خاکروبوں کی جدوجہد

خاکروبوں کی روز افزوں بے چارگی اور بڑھتے ہوئے مسائل کے پیش نظر ان کے مطالبات مفتی اسلام علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے سامنے پیش کئے گئے۔ اور ان سے استدعاء کی گئی کہ وہ جہاں انسانیت کے دوسرے مجبور و مظلوم طبقوں کے حقوق کیلئے جدوجہد کرتے ہیں، وہاں وہ اس بے زبان مخلوق کیلئے بھی آواز اٹھائیں۔ سترہ مطالبات تیار کئے گئے تھے۔ حضرت مفتی اعظم صوبہ سرحد علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے ان کے مطالبات سننے کے بعد ان کی باتوں سے اتفاق کیا۔ اور اس سلسلے میں تاخیر کئے بغیر ان کے انسانی حقوق کی جدوجہد شروع کرنے کا وعدہ کیا۔ مفتی صاحب نے اس سلسلے میں ایک خاکروب کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ (سرکاری رپورٹوں کے مطابق بعد میں ۲۱ دسمبر ۱۹۳۸ء کو اس سلسلے میں ایک اجلاس ہوا۔ جس میں استقبالیہ کمیٹی بھی تشکیل دی گئی اور اسی روز مفتی اسلام ۲ بجے دوپہر ہزارہ کی عوامی تحریک کی تنظیم کے سلسلے میں ہزارہ روانہ ہو گئے تھے۔) ابتدا میں پروگرام کے مطابق ۱۳ مئی ۱۹۳۸ء کو خاکروبوں کے مطالبات کے حق میں شہر بھر میں ایک جلوس نکالا گیا تھا اور اسی رات کو ریشم گراں میں علامہ عبدالرحیم کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ انہوں نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا کہ خاکروب دنیا کی مظلوم ترین اور بے سہارا مخلوق ہے۔ اس لئے وہ ہماری ہمدردی کے مستحق ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خاکروبوں کی حالیہ بے چارگی اور بڑھتی ہوئی تکلیفوں کے سبب میری ان سے ہمدردی اور بھی بڑھ گئی ہے۔ ان کی حق تلفی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔

میں نے ان کے ان مطالبات پر غور کیا ہے جو مجھے پیش کیے گئے تھے۔ اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ بالکل حق بجانب ہیں۔ تاہم میں یہ چاہوں گا کہ آپ اس کیلئے آئینی جدوجہد جاری رکھیں اور اس معاملے میں ہماری ہمدردیاں اور تعاون آپ کے ساتھ رہے گا۔ آپ یقیناً کامیاب ہوں گے، اگر آپ نے حق اور سچائی کی بنیاد پر اپنے مطالبات پیش کئے۔ اگر آپ اپنی قوت اور طاقت کو بڑھانا چاہتے ہیں تو پنجابی یا ہندوستانی کے سوال سے بالاتر ہو کر اتحاد کے اصول کو اپنائیں۔ متحد ہو جائیں اور اپنی منزل کی طرف قدم سے قدم ملا کر آگے بڑھیں۔ علامہ عبدالرحیم صاحب نے اتحاد اور ثابت قدمی کے موضوع پر کافی تفصیل سے روشنی ڈالی۔ علامہ صاحب کے بعد ان کے خاص سیاسی رفیق محمد یونس قریشی نے تقریر کی۔ قریشی صاحب نے کہا کہ صوبے کی تاریخ میں آج کا جلسہ اپنی نوعیت کا پہلا جلسہ

ہے کیونکہ خاکروب اپنے مطالبات لے کر ہمارے پاس آئے ہیں۔

اس کے بعد وہ دن انسانیت کی تاریخ میں ایک سنہرے باب کا اضافہ کر گیا جب صوبہ سرحد کے خاکروبوں، اچھوتوں اور بالمیکیوں کے جلوس کی قیادت اس صوبے کے مسلمانوں کے مفتی اعظم نے کی۔ ہر دیکھنے والی آنکھ حیرت سے ٹھٹک کر رہ گئی جب اس نے یہ ناقابل یقین منظر دیکھا کہ مفتی سرحد علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اپنے قریبی رفقاء عبدالغفور آتش اور محمد یونس قریشی سمیت ان خاکروبوں کے ساتھ جلوس میں شہر اور صدر کے بازاروں کا گشت کر رہے تھے۔ مفتی اعظم اپنے ساتھ انسانوں کی دھتکاری ہوئی مخلوق کو لے کر چھاؤنی کی طرف مڑ گئے اور پشاور کے لوگ اپنے دینی اور سیاسی رہنما کو انسانوں کے سب سے نچلے طبقے کے افراد کے ہمراہ جاتا دیکھ کر مہینوں اور سالوں تک اس واقعے کا ذکر ایک دوسرے سے کرتے رہے۔ ان تماش بین حضرات میں سے ایک شخصیت اردو، فارسی اور ہندکو کے نامور شاعر و ادیب جناب رضا ہمدانی بھی تھے۔ جنہوں نے اس وقت قصہ خوانی کے اس چوک میں جو ایک طرف کابلی گیٹ کی طرف اور دوسری طرف مولانا محمد جوہر روڈ کی طرف مڑ جاتا ہے، یہ ناقابل فراموش منظر دیکھا کہ صفائی کا کام کرنے والے میلے کچیلے انسانوں کا ایک ہجوم چلا آ رہا ہے اور ان کے ساتھ برصغیر جنوبی ایشاء کی یہ مایہ ناز ہستی حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی ایسے چل رہے ہیں جیسے ہر قدم کے ساتھ ان کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی کرتے چلے جا رہے ہوں۔

یہ صوبہ سرحد کی تاریخ میں پہلی بار صوبائی سویپرز کانفرنس کا جلوس تھا جو پشاور چھاؤنی میں پولو گراؤنڈ پر جا کر ختم ہوا۔ جہاں اس عظیم الشان سویپرز کانفرنس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس کا خطبہ استقبالیہ بھی حضرت امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے بنفس نفیس ارشاد فرمایا تھا۔ اور اس یادگار خاکروب اجتماع کے بعد خاکروبوں کے درمیان اتفاق و اتحاد کے ایسے مظاہرے دیکھنے میں آئے کہ انگریزی حکومت کی انتظامیہ اس سے بے بس ہو کر رہ گئی۔

اس کہانی کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے کہ کسانوں، مزدوروں، گاڑی بانوں، گلکاروں اور چرواہوں وغیرہ کی شیرازہ بندی کرتے ہوئے امام حریت نے محسوس کیا کہ مظلوم طبقات میں خاکروب طبقہ سب سے زیادہ ہمدردی کا حق دار ہے۔ انہوں نے خاکروبوں کے حالات تفصیل سے معلوم کیے۔ اور پورے صوبے میں ان کی اپنی تنظیم شروع کرنے کا پروگرام بنایا۔ کوہاٹ، بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان میں کام شروع کیا گیا۔ امام حریت نے اپنے قریبی ساتھیوں میں سے مجاہد آزادی محمد یونس قریشی کو ان

علاقوں میں خاکروبوں کی تحریک منظّم کرنے کیلئے بھیجا۔ انہوں نے بڑی تندہی سے یہ کام سرانجام دیا اور وقتاً فوقتاً وہاں پہنچ کر خاکروبوں کے اجلاس اور سیاسی اجتماعات کرواتے رہے۔ یہاں تک کہ خاکروبوں کے مطالبات پر حکومت کی سرد مہری کے نتیجے میں ہڑتال ہوگئی۔ اور تین خاکروب گرفتار کر لئے گئے۔ جس سے خاکروب تحریک میں تیزی آ گئی۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے صوبہ سرحد میں سب سے زیادہ گہری پستی میں پڑے ہوئے یہ انسان دوسرے انسانوں کی طرح اپنے حقوق کی بات کرتے نظر آئے۔ یہاں تک کہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ووٹ کا حق جو باقی انسانوں کا ہی حق سمجھا جاتا تھا، اچھوتوں اور بالمیکیوں کو بھی حاصل ہوگیا اور بلدیاتی اداروں سے لے کر اسمبلیوں تک میں اچھوت اور بالمیکیوں کے نمائندے پہنچ گئے۔ اس سے بھی زیادہ اہم تاریخی انکشاف یہ ہے کہ صوبہ سرحد کے ان خاکروبوں کی جدوجہد کا تحریک آزادی سے گہرا تعلق رہا ہے۔ اور عوام کے دوسرے پسماندہ طبقات کی طرح خاکروبوں نے بھی آزادی کے حصول کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ لیکن رفتہ رفتہ آزادی کے ثمرات مراعات یافتہ طبقے کی جھولی میں گرنے کے بعد دوسرے پسماندہ عوام کی طرح خاکروبوں کی جدوجہد کو بھی فراموش کر دیا گیا۔ اور اب تحریک آزادی میں خاکروبوں کا کردار ایک ناقابل یقین انکشاف نظر آتا ہے۔ کیونکہ بعض کوتاہ اندیش سوانح نگاروں نے آزادی کی تحریک کو اس طرح بیان کیا کہ وہ عوامی جدوجہد کی بجائے، خواص کا ایک منصوبہ نظر آنے لگی۔ اس طرح کی زیادتی کے مرتکب مؤرخین یہ بھول گئے کہ تاریخی عمل کے ارتقاء کے نتیجے میں ایک نہ ایک دن دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔ اور ان کی کتابوں میں بیان کردہ بعض حقائق بھی شک و شبے کی نظر سے دیکھے جانے لگتے ہیں۔ اس طرح ان کی محنت اکارت ہو جاتی ہے۔

زیر نظر کتاب میں خاکروبوں کی اس تحریک کے ابتدائی زمانے میں کی جانے والی تقریروں کے ذکر کا بھی یہ مقصد ہے کہ خاکروب تحریک کا تحریک آزادی سے رشتہ معلوم ہو سکے۔ اس ضمن میں پہلی صوبائی خاکروب کانفرنس سے بھی پہلے ۴ فروری ۱۹۳۹ء کو پشاور صدر کے چوک (فوارہ) بازار کے ایک جلسہ عام میں صدر جلسہ امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے جو تقریر کی تھی، اس کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔ حضرت نے خاکروبوں، اچھوتوں اور بالمیکیوں کے اس اجتماع میں صاف الفاظ میں اعلان کیا تھا کہ صرف خاکروب ہی نہیں بلکہ پوری قوم ملک کی آزادی چاہتی ہے۔ جب تک ملک کی پسماندہ اقوام منظّم نہیں ہو جاتیں، اس وقت تک ملک کی آزادی ناممکن ہے۔

اسی طرح خاکروبوں کے جلسوں، جلوسوں میں دوسرے مقررین بھی آزادی وطن کی تحریک میں خاکروب تنظیم کے فعال کردار کا ذکر کرتے اور خاکروبوں کے مسائل کے علاوہ قومی آزادی کے حق میں نعرے لگائے جاتے۔ اس طرح صوبہ سرحد میں پہلی مرتبہ شروع ہونے والی اس بھنگی، بالمیکی تحریک کا قومی آزادی کی جدوجہد سے رشتہ زیادہ سے زیادہ مضبوط ہوتا گیا۔ تاہم صوبہ سرحد میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اوران کے ساتھیوں کے علاوہ کوئی ذمہ دار سیاسی رہنما اس تحریک کی رہنمائی کیلئے اپنی انا کی قربانی نہ دے سکا۔ اور اس تحریک کیلئے مقرر کردہ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے ساتھی محمد یونس قریشی نے قومی تحریک اور ترنگے جھنڈے کا ذکر کرکے کانگرسی لیڈروں کو بہت غیرت دلائی، لیکن انسانی حقوق کے تحفظ کا دعویٰ رکھنے والی دوسری جماعتوں کی طرح یہاں کانگرس کے رہنما بھی ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اور کانگرسیوں کی عوامی سیاست بھی کھدر کے لباس سے آگے نہ بڑھ سکی۔ اور بڑھتی بھی کیسے، چرخہ کاتنے اور دیسی مال خریدنے کی تبلیغ کرنے والے کانگریسی لیڈروں کا مقصد سچ مچ عوامی انقلاب لانا تو تھا نہیں بلکہ دیسی مصنوعات کی فروخت کا پرچار کرکے کانگرس کے ہندو پارسی سرمایہ دار دراصل مسلم لیگ کے جاگیرداروں سے اقتدار کی جنگ جیت کر انگریزوں کی جانشینی حاصل کرنا چاہتے تھے۔

اور اسی لئے وہ بھنگیوں اور مہتروں کے ساتھ بیٹھ کر اپنا سیاسی درجہ کم نہیں کرسکتے تھے۔ کیونکہ ان دنوں وہ لیڈر اتنا ہی بڑا کانگرسی گنا جاتا تھا جو مہاتما گاندھی، نہرو اور پٹیل کے ساتھ بیٹھ کر سیاست کی باتیں کرے، نہ کہ ان بھوکے ننگے مزدوروں، دہقانوں اور بھنگیوں کے مسائل حل کرنے کیلئے ان کے گلی کوچوں کی خاک چھانتا پھرے، جن کی جھونپڑیوں میں کئی کئی دن تک چولہا بھی نہیں جلتا تھا۔ کانگرس کے علاوہ بعض دیگر جماعتوں کے رہنما بھی ایسے پھکڑ اور محتاج مظلوموں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے گریز کرتے تھے۔ اس سلسلے میں پشاور کے ایک نیک دل اور متمول ٹمبر مرچنٹ مفتی احمد جان کا واقعہ بڑا حسب حال ہے جو وہ اپنی نجی محفلوں میں سنایا کرتے تھے۔ ۱۹۲۷ء میں ایک مرتبہ مسلمانوں نے ایک بہت بڑے ملی جلسے کا اہتمام کیا تھا۔ اس میں کئی رہنماؤں کو بلایا گیا تھا۔ مفتی احمد جان صاحب کے ہاں دعوت طعام کے اختتام پر مفتی احمد جان صاحب رہنماؤں کو رخصت کرنے لگے تو برصغیر کے ایک مشہور رہنما ان کے ساتھ ساتھ تھے۔ اتنے میں پاک و ہند کے ایک اور نامور سیاسی رہنما پچھلی قطاروں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور مفتی احمد جان سے کہا کہ شکرانہ دیتے وقت تم نے اگر مذکورہ رہنما کے مقابلے میں مجھے میرا پورا حق نہ دیا تو روز محشر میرا ہاتھ ہوگا اور تمہارا گریبان۔

یہ دونوں رہنما بلاشبہ چوٹی کے سیاسی لیڈر تھے اور جدوجہد آزادی میں ان کا کردار بھی ناقابل فراموش ہے۔لیکن اتنے سیاسی قد وکاٹھ اور انگریز کے پکے دشمن ہونے کے باوجود ایسے اجتماعات کو ترجیح دیتے تھے جن میں ان کی خدمات کا کچھ عملی اعتراف ہو سکے۔ انکے مقابلے میں ایسے مسلمان رہنما بھی تھے جو صف اول کے قائدین ہونے کے باوجود مفلوک الحال انسانوں، کسانوں اور خاکروبوں کے پاس جانے اور ان کی مدد اور رہنمائی کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے اور اس کے بدلے میں کوئی دنیاوی صلہ نہیں چاہتے تھے۔علماء کرام کی یہ شان امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری میں بھی پائی جاتی تھی۔ چنانچہ آپ خاکروبوں کے ہاتھ دھلوا کر اپنے ساتھ کھانے پر بٹھانے کو انسانیت کا شرف سمجھتے تھے۔اور آپ کے اس عمل سے متاثر ہو کر ایک جاروب کش کا پورا خاندان مذہب انسانیت پر ایمان لا کر مسلمان ہو گیا۔ حضرت امیر شریعت جب کشمیر کے شہر میر پور میں خاکروبوں کے گھروں میں خود تشریف لے گئے اور انہیں کپڑوں کے تحفے دیے تو خاکروب لوگ اس انسانی سلوک سے متاثر ہو کر اسلام کے دامن رحمت میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔

حضرت امام حریت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسی بزرگ شخصیتوں کا خاکروبوں کے ساتھ اس حد تک شفقت کا سلوک ان سفید پوش لیڈروں کیلئے ایک لمحہ فکریہ تھا جو کسی خاکروب کے ہاتھ سے پانی کا گلاس پینا، ان کے ساتھ ہاتھ ملانا بلکہ ان کے ساتھ تمیز سے بات کرنا بھی اپنی توہین سمجھتے تھے۔اور اس طرح انسانیت کی تذلیل اور رسوائی کر کے اپنی عزت میں اضافہ کرنا چاہتے تھے۔ایسے بے شمار سفید پوش گزرے ہیں جنہوں نے خاکروبوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور پھر بھی تاریخ نے ان کو قابل ذکر نہیں سمجھا۔لیکن خاکروبوں کی جھگیوں میں عظمت انسانیت کا شرف حاصل کرنے والے چند ہی بزرگ گزرے ہیں۔اور اب تاریخ میں ان کا نام احترام آدمیت کی علامت کے طور پر آتا ہے۔

پختونخواہ قومی پارٹی کے رہنما بابو فضل خالق روزنامہ جدت پشاور کی ۲۱، ۲۲ اور ۲۳ نومبر ۱۹۹۰ء کی اشاعتوں میں اپنے مضمون "جنگ آزادی کا ہیرو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی" میں لکھتے ہیں۔ حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی صحیح معنوں میں ایک دردمند انسان اور محنت کش عوام کے خیر خواہ تھے۔ حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے کبھی اس چیز کی پرواہ نہیں کی کہ کسی درست عمل کے کرنے سے اس معاشرے میں کن کن حالات سے گزرنا پڑے گا۔حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی آزادی، امن اور

خوشحالی کا پروگرام رکھتے تھے۔اوراس پروگرام کوعملی جامہ پہنانے کیلئے وہ دستیاب تمام ذرائع بروئے کار لانا چاہتے تھے۔حضرت کو اسلامی عربی مدرسوں، مساجد، حجروں، بازاروں، غیر مسلموں کی عبادت گاہوں، خانقاہوں،غرض جہاں بھی موقع ملتا،فرنگی استبداداور معاشی جبر کے خلاف کلمہ حق بلند کرتے۔ اسی زمانے میں حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے معاشرے کے سب سے نچلے طبقے، خاکروبوں کی خستہ حالی اورمحرومیت، نیز عام لوگوں کا ان خاکروب محنت کشوں سے نفرت کا رویہ دیکھا تو مولانا تڑپ اٹھے اورانہوں نے ۲۶ مارچ ۱۹۳۹ءکوصوبے کی تاریخ میں پہلی بار پہلی فرنٹیئر پرونشل سویپرز کانفرنس پشاورمنعقد کی۔جس میں پشاوراورصوبے بھر سے ہزاروں سویپرز نے شرکت کی۔حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے خاکروبوں کی اس سویپرز کانفرنس کے استقبالیہ کی صدارت کی۔اس کانفرنس کی پوری روئیداد کوامپیریل الیکٹرک پریس پشاور نے ۱۹۳۹ء میں کتابی شکل میں چھپوادیا۔

اس کتاب کے صفحہ نمبر۴ پر حضرت امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی خطبہ صدارت میں فرماتے ہیں۔اس قسم کی کانفرنسیں دراصل اس آنے والے انقلاب کا الارم دیتی ہیں جو چندلمحوں کے اندراندر دنیائے انسان کا نقشہ الٹ کرر کھ دے گا۔ایک نئی دنیا کی داغ بیل پڑے گی۔یورپ، ایشیاء، افریقہ،امریکہ کی جگہ کسی اوروضع وہیت کی دنیا بسے گی۔جس طرح رات کی تاریکیوں کے بعدصبح کا اجالا لازمی ہے،اسی طرح مدتوں کی تباہی کے بعداب وقت آ گیا ہے کہ امید کی کرنیں افق مشرق پر چمکیں اور مغرب اپنے گھٹاٹوپ پردوں کو لپیٹ لپیٹ کراصلی رنگ وروپ کے ساتھ دنیا کے سامنے آئے۔

حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی آ گے فرماتے ہیں، میرے پسماندہ رفیقو آزادی مانگنے سے نہیں ملتی۔ہاں یہ تمہارا ایک ہاتھ کا کھیل ہے۔لیکن تمہارے ہاتھوں کوموجودہ سامراج نے شل اور بے حس بنادیا ہے۔سامراج کی زندگی اس میں ہے کہ عوام کی طاقت کواپنے قابو میں لاکراپنے مفاد کیلئے استعمال کرے۔یہ طاقت گولا بارود سے نہیں آتی اس کیلئے اسلحہ کی ضرورت نہیں۔یہ طاقت اسی دن پیدا ہوگی جس دن ہندوستان کے آٹھ کروڑ اچھوت جاتی کوخوداپنی حالت بدلنے کا احساس پیدا ہوگا،جس دن ہمارے عوام مزدور،کسان ایک صف میں کھڑے ہوکرانگریز سامراج کوآزادی کا الٹی میٹم دیں گے۔ وہی ہماری آزادی کی تاریخ میں انگریزی سامراج کا آخری دن ہوگا۔اسی دن ہمارے ہاں سرمایہ دارانہ نظام کی طاقتیں دم توڑنے لگیں گی۔مجلسی نظام کروٹ بدلے گا اورانصاف وانسانیت کا دوردورہ ہوگا۔ حضرت عالی مرتبت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اس کتاب کے صفحہ نمبر۲۰ پرفرماتے ہیں۔

سچ کہا ہے ٹالسٹائی نے کہ گورنمنٹ کی طاقت کا انحصار رعایا کی جہالت پر ہے۔ اور میں بھی سچائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر دنیا انگریزوں کی تہذیب، انگریزوں کے قانون کی زندہ مثال دیکھنا چاہے تو وہ یہاں کے آٹھ کروڑ نچلے طبقات کو آ کر دیکھے جو حیوانوں کی طرح غلیظ ڈربوں میں بھوک وافلاس کے باعث دم توڑ رہے ہیں۔ اسی کتاب میں آگے صفحہ نمبر ۲۲ پر حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی فرماتے ہیں۔ صوبہ سرحد کے خاکروب بھی ملک کے دوسرے مزدوروں کی طرح روزی کی تلاش میں دربدر دھکے کھاتے رہتے ہیں۔ بیکاری ان لوگوں میں نازک صورت پکڑ گئی ہے۔ عام طور پر یہ لوگ فاقہ کشی سے تباہ ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ بھوک کی وجہ سے سسک سسک کر جان توڑ رہے ہیں۔ کیا حکومت کا یہ فرض نہیں کہ وہ ان کے روزگار کا بندوبست کرے۔

میں یہ بات زور دے کر کہوں گا کہ یہ بھی دیگر لوگوں کی طرح انسان ہیں اور انسانی ناطے سے تمام حقوق کے حقدار ہیں۔ ان کو دوسرے طبقے کے لوگوں کی طرح بغیر کسی امتیاز کے حقوق شہریت دیے جائیں، بھنگیوں کو دیگر سرحدی باشندوں کی طرح پورے کے پورے حقوق دیے جائیں۔ کیونکہ یہ لوگ تو اب عرصہ دراز سے یہاں بودوباش اختیار کر چکے ہیں۔ انہیں ملازمت سرانجام دینے میں ہر قسم کی سہولت دی جائے۔ قوانین کی رو سے ان کی ملازمتیں پختہ اور معقول حیثیت سے تسلیم کی جائیں۔ اس موقع پر حضرت مولانا خاکروب برادری کو نصیحت کرتے ہوئے کتاب کے صفحہ نمبر ۲۷ پر یوں فرماتے ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ تم لوگ آپس میں مل جاؤ۔ چھوٹے چھوٹے معمولی اختلافات کو چھوڑ دو۔ تمہارے اتفاق میں تمہاری مشکلوں کا حل ہے۔ اگر دنیا میں باوقار رہنا چاہتے ہو، انسانی جماعت میں عمر گزارنا چاہتے ہو۔ اگر شہر میں رہ کر شہری حقوق حاصل کرنا چاہتے ہو تو آؤ آپس میں ایک دوسرے کے گلے مل جائیں۔ تم سب کا دکھ سکھ ایک ہے۔ مگر خود غرض لوگ تم کو دھوکہ دے دے کر بگاڑ رہے ہیں۔ حضرت نے خاکروبوں کے علاوہ تمام نچلے طبقات سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔

اٹھو جاگو، دوڑو، لپکو اور اپنی ایک ٹھوکر سے پرانے نظام کا تختہ الٹ کر نئے نظام کا ڈھانچہ کھڑا کر دو۔ آج دنیا کی نظریں تمہاری طرف اٹھ رہی ہیں۔ آج انقلاب تیرے انتظار میں ہے۔ آزادی تیری راہ دیکھ رہی ہے۔ اور کامیابی تیری تاک میں ہے۔ تو جاگ اور دنیا کو جگا۔ اور بے انصافی کو صفحہ ہستی سے مٹا۔ دیکھیں جناب اس عظیم انسان، آزادی کے علم بردار، قومی ہیرو، محنت کش طبقات کے سچے رہبر، کچلے ہوئے انسانوں کے رہنما، ترقی پسند عالم دین امام حریت حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کا وہ عظیم کردار

جس کے متعلق ہم کبھی سوچتے بھی نہیں۔ان کچلے ہوئے انسانوں کی بھوک اور افلاس اوران کے بچوں کی خوشحالی کا کتنا غم تھا اس ہمدرد انسان کے دل میں۔

میں نے بہت سے لوگوں کو جن میں کچھ تعلیم یافتہ حضرات اور کچھ اور مولانا صاحبان بھی دیکھے ہیں کہ اپنے سے کم علم یا پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے کسی غریب انسان یا پسینہ سے شرابور کپڑے پہنے مزدور یا کھردرے بدن کے کسان سے ملنا، ہاتھ ملانا یا بات چیت کرنا تو درکنار بلکہ اس کے قریب نہیں پھٹکتے، تو ہمارے معاشرے کے سب سے محروم اور نچلے طبقے یعنی خاکروبوں سے بات چیت کرنا، ہاتھ ملانا یا ان کی زندگی کی خوشحالی کے متعلق سوچنا تو ایسے کچھ لوگوں کے خیال میں کفر کے قریب تر حرکت ہوگی۔

حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے خاکروبوں کی یہ کانفرنس ایسے حالات میں اور ایسے وقتوں میں منعقد کرائی جبکہ راقم کو اچھی طرح یاد ہے کہ کوئی خاکروب پانی پینے کی خاطر کسی نلکے کے پاس آنے والے کسی مسلمان کا انتظار کرتا تھا کہ وہ آکر پانی کا نلکہ کھول دے تاکہ وہ اپنی پیاس بجھا سکے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے پینے کیلئے پانی کا نلکہ اپنے ہاتھ سے چھو نہیں سکتا تھا۔ یہ ماضی قریب کی بات ہے۔ تو اندازا لگائیں کہ اس سے قبل ان بیچاروں پر کیا کچھ نہ گزر رہی ہوگی۔ بلکہ آج بھی میونسپل کارپوریشنوں یا کینٹونمنٹ بورڈوں میں ان کے ساتھ ہونے والے سلوک سے اچھی طرح اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس زمانے میں یعنی آج سے ساٹھ برس قبل کیا حالت ہوگی ان لوگوں کی۔لیکن حضرت امام حریت نے اپنی مجاہدانہ جدوجہد کے حوالے سے اس طبقے کو آزادی کی تحریک میں شامل کرایا اوران کی زندگی میں خوشحالی لانے کیلئے اپنا فرض پورا کیا تھا۔ اور وہ کانفرنس صوبہ سرحد کی تاریخ میں اولین کانفرنس تھی جس نے خاکروبوں کو بولنے کی جرات عطا کی۔مگر افسوس کہ آج ہم نے کیا کیا۔ہم نے وہ کچھ کیا جو اگلے جاہلانہ وقتوں میں ختم کرنے کیلئے ہمارے اکابرین نے ان کچلے ہوئے انسانوں کو متحد کرنے کیلئے کوششیں کیں۔ مگر آج ہم نے جداگانہ انتخابات کے نام پر انہیں پوری طرح دوسرے تیسرے درجہ کے انسانوں کی صف میں کھڑا کردیا۔ یعنی ہم نے ان کو ووٹ بھی اپنے ووٹوں کے ساتھ ایک جگہ استعمال کرنے کی اجازت نہ دی۔جیسے گورے لوگوں نے افریقہ کے سیاہ فام انسانوں سے کیا"۔(روزنامہ جدت)

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے خاکروبوں کی حمایت و امداد کیلئے جو تحریک شروع کی تھی وہ ۱۹۳۵ سے شروع ہوکر ۱۹۴۱ تک جاری رہی اور اس کے بعد بھی خاکروبوں اور اچھوتوں میں پیدا کیا

جانے والا اتفاق واتحاد ان کے بتدریج انسانی حقوق کے حصول کیلئے کامیابی کی ضمانت بنا رہا۔ اس دوران میں تحریک شروع کرنے کے بعد مولانا عبدالرحیم صاحب کو پہلے غلہ ڈھیر کے مظلوم کسانوں کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جیل جانا پڑا۔ اور پھر بنوں کے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے اعلان جہاد کرنے کی پاداش میں ۱۹۴۰ میں جیل گئے تو مرض الموت لے کر ہی جیل سے باہر آئے۔

خاکروبوں کی تحریک کے دنوں میں ہی حضرت امام حریت نے غلہ ڈھیر کے مظلوموں کی تحریک کی قیادت کے علاوہ ہزارہ کے کسانوں اور چرواہوں کی تحریک بھی شروع کر رکھی تھی اس طرح بیک وقت مختلف محاذوں پر انہیں برسر پیکار رہنا پڑتا تھا۔ اور اسی لئے خاکروبوں کی تحریک کی رہنمائی کیلئے انہوں نے اپنے سیاسی رفیق اور عقیدت مند محمد یونس قریشی کو مقرر کر رکھا تھا۔ جنہوں نے بڑی محنت اور خوش اسلوبی سے اس عوامی خدمت کو اس وقت بھی جاری رکھا جب علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اپنی زندگی کی آخری قید کاٹنے جیل چلے گئے تھے۔

اچھوتوں اور خاکروبوں کی اس تاریخی جدوجہد سے پہلے انہیں معاشرے میں بہت ہی حقارت آمیز سلوک کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ قانونی طور پر بھی اس مخلوق کو اپنے لئے زمین تک خریدنے کی اجازت نہ تھی۔ پوری زندگی سرکاری ملازمت کرنے کے باوجود سرکاری پنشن کا حق حاصل نہیں ہوتا تھا۔ اس زمانے میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے والے خوش نصیب مرد خاکروب کو تنخواہ دس روپے ماہوار اور عورت خاکروب کو نو روپے تنخواہ ملتی تھی۔ ان کے بچے بیمار ہو جاتے تو دوا کیلئے پیسے نہ ہونے کے سبب بلک بلک کر مر جاتے تھے۔ اور انہیں قرضہ تک لینے کا حق حاصل نہ تھا۔

خاکروب اکثر ہندو بالمیک مذہب اور عیسائی مذہب کے لوگ ہوتے تھے۔ ہندو خاکروب اچھوت یا شودر ذات سے تعلق رکھتے تھے۔ جنہیں دیگر مذاہب کے لوگ تو درکنار خود اونچی ذات کے ہندو بھی ناپاک (ملیچھ) سمجھتے تھے۔ حضرت امام حریت نے جب اتنی معاشرتی پستیوں میں گری ہوئی مخلوق کو اٹھا کر ان کی حوصلہ افزائی فرمائی تو ہر طرف ان اچھوتوں میں بھی یہ احساس پیدا ہوا کہ وہ بھی دوسرے انسانوں کی طرح عزت سے جینے کا حق رکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف وہ عیسائی بھی پہلی بار ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں کے ساتھ جنگ آزادی میں شریک ہو گئے جنہیں اس غلط فہمی میں رکھا گیا تھا کہ یورپ کے عیسائیوں کی ہندوستان پر حکومت ہونے کی وجہ سے شاید انگریز کالے ہندوستانی عیسائیوں پر بھی لطف و کرم کی بارش شروع کر دے لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!

وہ جاروب کش عیسائی جاروب کش ہی رہے۔ اور یورپ کے انگریز عیسائی دوسرے ہندوستانیوں کی طرح ان کالے عیسائیوں کا بھی خون نچوڑتے ہی رہے۔ کیونکہ ان کا سرمایہ دارانہ نظام تو اخلاقی یا مذہبی اقدار کا پابند ہی نہ تھا کہ لوٹ کھسوٹ میں غلاموں کے مذہب کی ہی پرواہ رکھتا۔ اس طرح مفتی اعظم حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ نہ صرف مسلمانوں کے مذہبی رہنما تھے بلکہ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کے بھی لیڈر تھے۔ اور اس حیثیت میں وہ سب کی نظر میں قابل احترام سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ ان کی سیاسی زندگی میں بہت کم ایسا ہوا ہوگا کہ وطن کی آزادی اور خدا کی غریب مخلوق کی خوشحالی کی تحریک میں عام ہندوؤں یا سکھوں نے اپنی قوم سے غداری کی ہو۔

حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی صاحب کی یہ تاریخی جدوجہد نہ صرف اپنی نوعیت کی پہلی صوبائی خاکروب تحریک تھی بلکہ یہ شاید حضرت کی وفات کے بعد سے اب تک صوبہ سرحد کی آخری تحریک بھی ثابت ہوئی جس میں مسلمانوں کے مفتی اعظم نے کسی صوبے کے خاکروبوں اور بالمیکیوں وغیرہ کی قیادت کر کے تاریخ انسانیت میں ایک عظیم الشان مثال قائم کی۔ اور اسلامی تعلیمات کی روح کو زندہ رکھنے کیلئے محض دوسروں کو رواداری، انسانی مساوات اور ایثار و قربانی کی نصیحتیں کرنے کی بجائے خود اس کا عملی نمونہ پیش کیا۔ امام حریت نے خاکروب جیسی ستم زدہ مخلوق کے درد کو محسوس کیا۔ اور آپ نے جب اس بے زبان اور حقیر سمجھی جانے والی مخلوق خدا کو جمع کر کے ان کی صوبائی ریلی منعقد کی تو ان کی حالت زار پر آسمان بھی رو رہا تھا۔ پولو گراؤنڈ (خان قیوم سٹیڈیم) بارش میں بھیگ چکا تھا۔

باب نمبر ۲۵ انقلابی رہنما مولانا عبدالرحیم پوپلزئی

امام حریت مفتی اعظم علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کا نام سنتے ہی رمضان المبارک اور عید کے اعلان سے لیکر جہاد اور انقلاب کی سرگرمیوں تک تمام اجتماعی وانفرادی امور کا نقشہ ذہن میں گھوم جاتا ہے اور چشم تصور قصہ خوانی کا معرکہ حریت غلیہ ڈھیر کے کسانوں کی جدوجہد، ہزارہ اور آزاد قبائل کے تاریخی واقعات اور وادی کشمیر کی مسافتوں کے علاوہ یہاں کی تاریخ میں پہلی خاکروب کانفرنس جیسی تحریک آزادی کی یادداشتیں دیکھنے لگتی ہے اور ان تمام تاریخی واقعات کے ہیرو اور مستضعفین کے امام حریت کی اس بے مثال جدوجہد کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ جس کے بارے میں مجلس احرار اسلام صوبہ سرحد کے صدر حکیم عبدالسلام ہزاروی نے لکھا ہے کہ ''مولانا بہت بڑے ذہنی انقلابی تھے انہوں نے ناموافق حالات میں جو کچھ کیا میری دیانت دارانہ رائے ہے کہ اتنا کام کسی اور کو کرنے کی توفیق آج تک نصیب نہیں ہوسکی۔ اور لوگوں نے کام تھوڑا کیا لیکن قیمت زیادہ وصول کی۔ مولانا نے جو ایثار اور قربانی کے مجسمہ تھے بہت زیادہ کام کر کے بھی نمائش کی دنیا سے اپنے آپ کو ہمیشہ الگ رکھا''۔ لیکن ان تمام واقعات سے قطع نظر آج دنیا کے مختلف نظام ہائے سیاست ومعیشت جس طرح زیروزبر ہوئے ہیں ان سے متعلق آج سے نصف صدی پیشتر امام حریت نے پیشن گوئی کر دی تھی جواب درست ثابت ہوچکی ہے اور حضرت علامہ کی دور بینی اور بصیرت کی ان شہادتوں کو آج کے دور میں پہلے سے کہیں زیادہ اہمیت حاصل ہوچکی ہے۔ آج سے قریباً نصف صدی پیشتر کے بعض ملفوضات کو پڑھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے ان لغزشوں کی شاہ ولی اللہ کے فکر کی روشنی میں آج سے کتنا عرصہ قبل ہی نشاندہی کر دی تھی اور اس کا حل بھی تجویز کر دیا تھا۔ مولانا کے بارے میں پہلی باقاعدہ کتاب عمر فاروق خان ہزاروی آف ملک پور نے لکھی تھی جو مولانا کے سیاسی اور روحانی شاگرد تھے۔ انہوں نے ۱۹۴۵ء میں شائع شدہ اپنے ایک مضمون میں جو رائے عامہ پوپلزئی نمبر میں ۸ جون ۱۹۴۵ء کو چھپا، لکھ دیا تھا کہ ''ابتدائی مسودہ مولانا کی نظر سے میں نے گزار دیا تھا اب وہ صاف کر کے شائع کرونگا'' اس کے بعد ان کی کتاب جنوری ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی اس وقت دنیا میں اشترا کی نظام اپنے عروج پر سمجھا جاتا تھا اس کتاب میں لکھا ہے ''پارٹی کی تنظیم میں باہمی مشاورت کو مولانا بہت اہمیت دیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ: ''آج کل کی اکثر کمیونسٹ پارٹیاں ایک مخصوص گروہ کی آمریت بن جاتی ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان مشین

کے طور پر استعمال ہوتا ہے اگر چہ دعویٰ جمہوریت کا ہی رہتا ہے''۔(مولانا عبدالرحیم پوپلزئی از عمر فاروق خان،صفحہ۵۴)''سرمایہ دار جماعتوں کے اندر انتشار کا اسیب یہی ہے کہ وہ ماسوائے حصول اقتدار کے اپنے سامنے کوئی فلاسفی نہیں رکھتیں۔ چنانچہ حصول اقتدار کے بعد ان میں شکست و ریخت شروع ہو جاتی ہے۔لیکن اس کے ساتھ ہی اشترا کی جماعتوں کے بارے میں وہ فرماتے تھے کہ وہ ایک پروگرام پر عامل ہونے کے باوجود آمرانہ گروہ میں بدل جاتی ہیں۔اور پارٹی آمریت شخصی آمریت کا شکار ہو جاتی ہے۔اس کا اصلی سبب ان پارٹیوں میں اخلاقی اقدار (مذہب) کے دوام کا فقدان ہے۔ مولانا فرماتے تھے کہ جماعت جب اس قسم کے رجحان کا شکار ہو جاتی ہے تو وہ اپنے ان دوستوں کو بھی معاف نہیں کرتی جو ایک منزل تک ساتھی رہ چکے ہوتے ہیں''۔''مولانا کا ارشاد تھا کہ اشترا کیت اپنے اسی وطیرے سے اپنے لئے تباہی کا سامان کریگی''۔(مولانا عبدالرحیم پوپلزئی از عمر فاروق خان،صفحہ ۵۷)۔''مولانا شاہ ولی اللہ اوران کے پیروکاروں کی فلاسفی کو مانتے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ وہ بنیادی دعوت دے کر چلے گئے۔اب ہمارا کام ہے کہ دعوت کی تجدید حالات اور مقتضیات وقت کے مطابق کریں''۔(مولانا عبدالرحیم پوپلزئی از عمر فاروق خان،صفحہ۵۷)۔امام حریت مفتی اعظم مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی ولادت ۱۸۹۰ء میں پشاور میں ہوئی پوپلزئی خاندان کی نسبت پوپل خان سے ہے جو اس خاندان کے ایک بزرگ تھے احمد شاہ ابدالی کا شجرہ نسب بھی انہی سے مل جاتا ہے۔پشاور کے والی امیر محمد عظیم خان کے عہد حکومت میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے دادا مولانا محمد امین کے والد مولانا عبدالرحیم خان (جو اپنے پڑپوتے ہم نام تھے) قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز تھے۔پشاور پر سکھوں کے قبضہ کے بعد انہوں نے پشاور میں سکونت اختیار کر لی۔ان کے بعد پوپلزئی خاندان کا اقتدار تو ختم ہو گیا لیکن مسلمانوں کی دینی اور ملی رہنمائی کا اعزاز ہمیشہ اس خاندان کو حاصل رہا اور آج تک برقرار ہے۔امام حریت کے والد ماجد مفتی عبدالحکیم پوپلزئی مرحوم مفتی سرحد کے منصب پر فائز تھے وہ اجمیر شریف کے دارالعلوم معینیہ میں بھی مدرس اعلیٰ رہ چکے تھے اور صوبہ سرحد کی تحریک خلافت کے تاحیات صدر بھی تھے۔۱۹۲۷ء میں وہ صوبہ سرحد کی جمعیت العلماء ہند کے صدر منتخب ہوئے تھے۔ان کا مزار رحمان بابا کے مزار کے بالکل ساتھ واقع ہے۔مرزا رحمان بابا کی مسجد کے احاطے میں صرف یہی دو بزرگ دفن ہیں۔رحمان بابا کے کمپلیکس کی تعمیر کے بعد مفتی سرحد مولانا عبدالحکیم پوپلزئی کا مرقد انور بھی خوبصورت سنگ سفید کا بنایا گیا ہے۔اس طرح مفتی سرحد مولانا عبدالحکیم پوپلزئی کو بھی اپنے دونوں

بیٹوں مفتی عبدالرحیم پوپلزئی اور مفتی عبدالقیوم پوپلزئی کی طرح (جو مسجد قاسم علی خان میں دفن ہیں) مسجد ہی کے احاطے میں جگہ نصیب ہوئی۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے ابتدا میں اپنے والد ہی سے دینی کتب پڑھیں۔ بعد میں تکمیل علوم کیلئے رام پور، دہلی، مینڈ و اور دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ آپ شیخ الہند مولانا محمود حسن کے خاص شاگردوں میں شامل تھے۔ سند حدیث آپ نے حضرت شیخ الہند ہی سے حاصل کی۔ حضرت امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی کی طرح دین کی انقلابی دعوت اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے فکر کی جیسے فلسفے کا بنیادی درس آپ نے بھی حضرت شیخ الہند ہی سے حاصل کیا تھا۔ ۱۹۱۲ء میں حصول علم کے بعد پشاور تشریف لائے اور قصہ خوانی "میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ الصمدیہ" کے نام سے ایک درسگاہ قائم کر کے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس دوران آپ ولی اللہ تحریک اور حزب اللہ سے وابستہ رہے۔ اس دور میں حاجی ترنگ زئی اور مولانا ابوالکلام آزاد بھی حزب اللہ تحریک کے وابستگان میں سے تھے۔ (حضرت علامہ نے دینی تعلیم عام کرنے کے ساتھ عوام کی سیاسی بیداری کیلئے بھی کام شروع کر دیا تا کہ قوم کو غیر ملکی استبداد سے آزاد کروایا جاسکے) چنانچہ ۱۹۱۴ء میں انگریزوں کے خلاف ترکی کی امداد کیلئے مہم چلائی۔ پھر تحریک خلافت اور تحریک ہجرت میں شامل رہے۔ ۱۹۲۰ء میں آپ قومی قائدین کی صفوں میں پیش پیش تھے۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۴ء میں جب حریت پسندوں پر کان پور سازش کیس کے نام سے مقدمہ چلایا گیا تو آپ کو بھی گرفتار کر لیا گیا کیونکہ حکومت کو اس بات کا شبہ ہو چکا تھا کہ آپ کی سرگرمیاں صوبہ سرحد کے علاوہ پورے ہندوستان اور ماورائے ہندوستان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اور آپ کا تعلق غازی امان اللہ خان شاہ افغانستان اور مصطفیٰ کمال اتاترک تک سے ہے۔ تاہم پولیس آپ کے خلاف کوئی ثبوت مہیا نہ کر سکی۔ اس لئے آپ اس کیس میں جلد رہا ہو گئے۔ اس دوران آپ نے یکہ توت محلّہ جٹاں میں ایک دارالعلوم اسلامیہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے درس وتدریس کا کام بھی کیا۔ جب انگریزی حکومت نے رولٹ بل کے نام سے ایک ظالمانہ مسودہ قانون پیش کیا تو آپ نے اس کے خلاف تحریک میں حصہ لیا۔

بعدازاں پشاور میں جب کانگریس کمیٹی قائم کی گئی تو اس کے قیام میں آپ کی کوششوں کا بڑا دخل تھا۔ آپ برطانوی سامراج کے خلاف نہ صرف ایک قومی محاذ منظّم کرنے کی تگ ودو میں رہے بلکہ بین الاقوامی طور پر بھی سامراج کے خلاف کی جانے والی کوششوں سے متعلق رہے چنانچہ آپ نے قوم کو امان اللہ خان کے خلاف کی جانے والی اس بین الاقوامی سازش سے آگاہ کیا جس کے تحت اس سامراج

دشمن مسلمان حکمران کو افغانستان کے منظر سے ہٹا کر انگریز افغانستان میں بیرونی مداخلت کے ذریعے اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے اس سلسلے میں حاجی صاحب ترنگزئی سے بھی تبادلہ خیال کیا اور آزاد قبائل اور مشرقی افغانستان کا دورہ کیا۔ اس دورے میں آپ کے ساتھ کئی دوسرے علماء کرام بھی تھے۔ آپ کے مشن کا جب حکومت کو علم ہوا تو آپ کو افغانستان میں داخل ہونے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا گیا۔ لیکن آپ نے ان احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے یہ سفر اختیار کیا۔ راستے میں حاجی ترنگ زئی اور ان کے صاحبزادے بادشاہ گل نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ خان عبدالغفار خان جوان دنوں خدائی خدمتگار سیاسی تحریک کے رہنما کی حیثیت سے سامنے نہیں آئے تھے علامہ عبدالرحیم کے استقبال کیلئے موجود تھے۔ اس طرح دوسرے خان اور ملک حضرات بھی ان کے استقبال کیلئے راستے میں اپنے اپنے علاقوں میں موجود تھے۔ اس موقع پر خان عبدالغفار خان نے ایک تقریر بھی کی اس سلسلے میں علامہ عبدالرحیم نے ایک تاریخی روداد لکھ کر شائع کی تھی جن میں ان کے اس سفر کے واقعات درج ہیں۔ یہ افغانستان میں بیرونی مداخلت کی پہلی سازش کے بارے میں ایک تاریخی حیثیت کی حامل روداد تھی۔ جس کے شروع میں صفحہ اول پر ہی علامہ عبدالرحیم پوپلزئی بدنصیب ایشیاء کے عنوان سے افغانستان میں بیرونی مداخلت کے کامیاب ہونے کی صورت میں افغانستان میں ایک آنے والی ہولناک تباہی کی پیشن گوئی کرتے ہیں اور یہ پیشن گوئی پوری ہوئی۔ امیر امان اللہ خان کو معزول کرنے کے بعد بچہ سقہ کو تخت پر بٹھایا گیا۔ اور بچہ سقہ خود بھی اس تباہی کے انجام سے نہ بچ سکا۔ پھر عدم استحکام اس طرح افغانستان کا مقدر بن گیا کہ اب تک کئی لاکھ افغانوں کے خون سے افغانستان لالہ زار بن چکا ہے۔ اس زمانے میں آپ کی سرپرستی میں پشاور سے ایک اخبار ''ہفت روزہ سرفروش'' نکالا گیا جس نے عوام میں بیداری کی ایک لہر دوڑا دی۔ اس اخبار کی پیشانی پر اکثر فرضی ایڈیٹروں کے نام ہوتے تھے تاکہ حکومت اس کے اصل منبع کا پتہ نہ چلا سکے۔ بسا اوقات اخبار پر اللہ بخش برقی یا عبداللہ خنجر یا محمد یونس وغیرہ کے نام ہوتے تھے۔ اسی طرح اس دور میں ایک دوسرا اخبار ''نوجوان سرحد'' بھی نکالا جاتا تھا۔ اس سلسلے میں عبدالغفور آتش کو جیل بھی جانا پڑا لیکن انہوں نے اس کو ثابت قدمی سے صیغہ راز میں رکھا۔ ۱۹۲۸ء میں آپ کانگرس کے باقاعدہ رکن بن گئے۔ اسی سال آپ کے زیر ہدایت یہاں ''جمعیت نوجوانان سرحد'' کے نام سے ایک سیاسی جماعت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ۱۹۲۹ء میں جب میرٹھ سازش کیس کے نام سے حریت پسندوں پر مقدمہ چلایا گیا تو حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی حریت پسندوں کی

دفاعی کمیٹی کے صدر تھے۔ان دنوں یہاں نوجوان بھارت سبھا کا قیام عمل میں آیا۔اس جماعت میں جسے انجمن نوجوانان وطن بھی کہا جاتا تھا، ہر مذہب وملت کے سرفروش سیاسی کارکن انقلابی عمل سے غیر ملکی حکومت کا خاتمہ کر کے اقتدار ملک کے غریب عوام کے حوالے کرنے کیلئے جمع ہو گئے۔امام حریت کو اس جماعت کا صدر چنا گیا اور مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں اور سکھوں نے آپ کی قیادت میں مشترکہ دشمن سے لڑنے کا فیصلہ کیا۔تاکہ آزادی حاصل ہو جانے کی صورت میں مسلمانوں پر نواب، سَر اور خان بہادر صاحبان اور ہندوستان پر ہندو پارسی سرمایہ دار انگریز کی جانشینی کے حق دار بنا کر مسلط نہ کر دیئے جائیں اور اس طرح جنگ آزادی کا اصل مقصد جو عوام کی اقتصادی آزادی وخوشحالی ہے کہیں ادھورا نہ رہ جائے۔ اس جماعت کے کارکنوں نے تشدد اور عدم تشدد دونوں راستے حسب موقع پا کر قربانیوں کی ایک منفرد تاریخ رقم کی۔مولانا ہی کی قیادت کے زمانے میں ۱۹۳۰ء میں انگریزی حکومت کے خلاف سول نافرمانی کیلئے ایک وار کونسل بنائی گئی۔۲۱ اپریل کو سانحہ سے پہلے شاہی باغ میں ایک تاریخی جلسہ عام منعقد ہوا جس میں علامہ عبدالرحیم ہی نے ایک احتجاجی قرارداد پیش کی جو اس جلسے کا مرکزی نکتہ بن گئی۔اس قرارداد میں انہوں نے انگریزی حکومت کے اس عمل کی مذمت کی تھی جس میں قومی رہنماؤں کو سرحد میں رائج جابرانہ قوانین کی تحقیق کرنے کیلئے سرحد میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔اس پر گرما گرم تقریریں ہوئیں اور جلسے کے ہر مقرر نے مولانا کی اس قرارداد کا حوالہ دیتے ہوئے احتجاج کا اعلان کیا۔۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء کو قصہ خوانی کا خونیں سانحہ پیش آیا اور سینکڑوں حریت پسندوں نے جان کا نذرانہ پیش کیا۔ یہ معرکہ آزادی، جنگ آزادی کی تاریخ کا ایک اہم سنگ میل ہے، جس کے ردعمل میں سرحد اور آزاد قبائل کے طول وعرض میں وسیع ہنگامے اور تصادم ہوئے۔امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔حریت پسند رہنماؤں میں سے سب سے زیادہ سزا ۱۹ سال قید بامشقت سنائی گئی۔ پہلے آپ کو قلعہ بالا حصار میں قید رکھا گیا اور سرسری سماعت کے بعد سزا سنا کر گجرات جیل بھیج دیا گیا۔ گجرات جیل میں قید کے دوران مجلس احرار اسلام کے رہنما شیخ حسام الدین نے آپ سے مسٹر ایڈورڈ ٹامسن کی کتاب "تصویر کا دوسرا رخ" کے ترجمے پر ایک مفصل مقدمہ لکھوایا تھا۔آپ بعد میں گاندھی ارون سمجھوتہ کے تحت رہا ہوئے۔ جب گجرات جیل کے سب قیدیوں کو رہا کیا جا چکا تھا تو آپ اس جیل میں خفیہ سرکاری رپورٹوں کے مطابق آخری قیدی تھے۔معرکہ قصہ خوانی سے متعلق جاری کئے جانے والے سرکاری کمیونیک میں بھی کانگریس کمیٹی کے ذکر کے علاوہ اصل ذمہ داری آپ کی ''نوجوان تحریک'' یا نوجوان

سبھا پر ڈالی گئی ہے۔ اوراس زمانے میں آپ اس جماعت کے صدر تھے اور وارکونسل کے بھی رہنما تھے۔ آپ کے علاوہ اس کیس میں کانگریس کمیٹی کے صوبائی رہنما اور وارکونسل کے ایک اہم لیڈر آغا سید لعل بادشاہ بخاری بھی گرفتار کر لئے گئے تھے اور ان کو تین سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی تھی۔ خان عبدالغفار خان کو بھی تین سال قید کی سزا سنائی گئی تھی اور انہیں بھی گجرات جیل ہی میں رکھا گیا تھا۔ ان دنوں کے جیل کے واقعات مولانا ظفر علی خان نے جو خود بھی گجرات سپیشل جیل میں تھے، اپنے انٹرویو میں بیان کئے ہیں جو ''قید فرنگ'' کے نام سے آغا شورش کاشمیری مرحوم نے کتابی صورت میں چھاپ دیا تھا۔ ۱۹۳۱ء میں رہائی کے چند ماہ کے اندر اندر آپ کو ہری کشن کی پھانسی پر دفعہ ۱۴۴ کی پابندیاں توڑ کر شاہی باغ میں جلسہ منعقد کرنے پر بغاوت کے مقدمہ میں ملوث کر کے ایک سال قید بامشقت کی سزا سنا دی گئی اور عملاً آپ کو تین سال قید رکھا گیا۔ اسی سال خان عبدالغفار خان بھی گرفتار کر کے جیل بھیج دیئے گئے۔

حضرت امام حریت ۱۹۳۳ء تک ہری پور جیل میں قید رکھے گئے۔ ایک دن گورنر سر جارج **کننگھم** جیل کے دورے پر آیا۔ قیدیوں میں سے وہ جس کے پاس جاتا وہ جیل احکامات کے مطابق احترام سے کھڑا ہونے پر مجبور ہوتا۔ جب وہ امام حریت کے قریب آیا تو آپ اپنی جگہ سے نہ اٹھے اور سب لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ لیکن وہ انہیں کچھ نہ کہہ سکا۔ اس واقعے کے عینی شاہد عبدالرحمان غالب تھے۔ اسی قید کے دوران مولانا کی جدائی میں آپ کے والد کی حالت تشویشناک ہوگئی اور ایک دن جیل میں امام حریت کو ان کے والد کی وفات کی خبر سنا دی گئی۔ اس سال رہائی کے ساتھ ہی آپ نے مزدوروں، کسانوں، خاکروبوں، ریڑھی بانوں، تانگہ بانوں، گلکاروں، موٹر ڈرائیوروں اور بکر وانوں وغیرہ کی یونین سازی کیلئے کام تیز کر دیا اور قوم کی سیاسی تربیت کیلئے تربیتی کلاسیں شروع کیں۔ (چنانچہ اسی سال پھر آپ کی نظر بندی کا حکم نامہ آ گیا)۔ آپ فروری ۱۹۳۵ء میں بڑی تگ و دو کے بعد حج بیت اللہ کی سعادت کیلئے تشریف لے گئے۔ اس دوران آپ کی ملاقاتیں مولانا عبیداللہ سندھی، مصطفیٰ کمال اتاترک، غازی امان اللہ خان اور دیگر لیڈروں سے ہوئیں۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی عوامی جدوجہد سے ہی مولانا عبیداللہ سندھی امام انقلاب کے ولی الٰہی فلسفے کا اجتہادی رہنماؤں کے ذریعے قابل عمل ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ حجاز کے شاہ ابن سعود کی طرف سے آپ کی کافی خاطر مدارت ہوئی اور آپ کو شاہی مہمان بنایا گیا۔ آپ نے دو ہفتے بعد شاہ عبدالعزیز ابن سعود کو معذرت پیش کی کیونکہ وہاں کوئی عہدہ قبول کرنے یا شاہی مہمان رہنے سے زیادہ ضروری کام آپ کی نظر میں جہاد حریت تھا۔ اگلے سال

دوسرے حج تک حجاز میں اپنے طور پر رہے۔

اپریل ۱۹۳۶ء میں وطن واپس تشریف لائے اور کشمیر کا دورہ کیا۔اس سال کانگریس میں قومی جمہوری انقلاب کیلئے بائیں بازو کی تنظیم کا کام کیا۔آپ کشمیر میں تھے کہ والدہ محترمہ کی وفات کی خبر ملی۔ اپنے صوبہ میں واپس پہنچنے پر گورنر کی طرف سے دوبارہ نظر بندی کا حکم نامہ بھیج دیا گیا۔۱۹۳۸ء میں صوبہ سرحد میں پہلی کسان تحریک غلہ ڈھیر مردان کے مقام پر چلائی گئی۔آپ کا کسانوں کے معاملے میں اپنی کانگریس وزارت سے اختلاف پیدا ہوا کیونکہ کانگریسی وزارت اور انگریز گورنر کی حکومت نے جاگیرداروں کی طرف سے کسانوں پر مظالم کی حمایت شروع کردی تھی اوراس حمایت کی وجہ سے انہوں نے مظلوم کسانوں کی تحریک کی قیادت کرنے پرامام حریت کوجیل میں ڈال کر پہلی بارسی کلاس کی اذیتیں دیں۔آپ کے ساتھ سینکڑوں کسان، بچے، بوڑھے، جوان گرفتار کر لئے گئے۔سرحد اسمبلی کی ۵ نومبر ۱۹۳۸ء کی کاروائی کے مطابق ۱۰ سال کے بچوں سے لیکر ۸۵ سال کے بوڑھے تک جیل بھیج دیئے گئے تھے۔ یہ صوبہ سرحد کی تاریخ میں کسانوں کا پہلا باقاعدہ معرکہ آزادی تھا۔آپ کے ساتھ اپنی کانگریسی وزارت کے اس سلوک سے پورے ملک میں احتجاج شروع ہوگیا۔ اور صوبائی اسمبلی میں اس پر زبردست احتجاج اور گرما گرم بحثیں ہوئیں۔ملکی اخبارات بلکہ غیر ملکی ذرائع ابلاغ نے بھی اس تاریخی تحریک کے بارے میں تبصرے کئے۔اس تاریخی کسان تحریک پراس زمانے میں رام سرن نگینہ نے ایک کتاب ''سرخپوش کسان یاتحریک غلہ ڈھیر''لکھی تھی۔

۱۹۳۸ء کے آخر میں رہائی کے بعد مولانا ہزارہ کے مظلومین کی آہ و بکاہ سن کر ہزارہ پہنچے اور وہاں کے دہقانوں اور چرواہوں کی تنظیم کا کام شروع کیا۔اس کے بعد ۲۵اور ۲۶ فروری ۱۹۳۹ءکو مانسہرہ میں پڑاؤ کے مقام پر پہلی ہزارہ کسان کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے فرمائی۔ دسمبر ۱۹۳۹ء کی ۲۰ اور ۲۱ تاریخ کو دوسری ہزارہ کانفرنس سرائے صالح کے مقام پر منعقد کی اور اس میں بھی صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا۔(یادرہے کہ مانسہرہ کانفرنس میں ۲۵ فروری ۱۹۳۹ء کومولانا نے عنقریب ایک اور عالمی جنگ شروع ہونے کی پیشن گوئی کی اوراسی سال ستمبر ۱۹۳۹ءکودوسری عالمی جنگ چھڑگئی)۔اس تحریک کے فوراً بعد ان کے مطالبات کسی حد تک منظور کر لئے گئے اور دسمبر ۱۹۳۹ء میں ہزارہ کی دوسری کسان کانفرنس کے بعد آپ کا یہ مطالبہ کہ شریعت کے قانون وراثت کو مالک کے ساتھ ساتھ مزارعین پر بھی لاگوکیاجائے ،منظور کرکے گزٹ نوٹیفکیشن جاری کردیا گیا۔آپ کے ساتھ عمر فاروق

خان، ملک میر عالم اعوان، حاجی فقیرا خان، حکیم عبدالسلام ہزاروی کے علاوہ سردار عبدالرب نشتر، پیر بخش، خان وکیل وغیرہ نے بہت دوڑ دھوپ کی۔ اس کی پوری تفصیل میری کتاب ''ہزارہ کے مظلوم عوام اور علامہ عبدالرحیم پوپلزئی'' میں موجود ہے۔

۱۹۴۰ء میں کوہاٹ اور بنوں کے دورے کئے اور جگہ جگہ انقلاب آفریں تقاریر کر کے بنوں اور وزیرستان میں آزادی کی ایک نئی لہر دوڑا دی۔ چنانچہ اس سلسلے میں ۱۲اپریل ۱۹۴۰ء کو کی جانے والی تقریر کو بہانہ بنا کر آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور بغاوت کے مقدمے کے تحت پانچ سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ قید کے دوران آپ کی ۱۵ سالہ بیٹی بہت زیادہ بیمار ہوگئی وہ آپ کو یاد کرتی رہی اور آپ سے ملنے کے لئے بیتاب رہی۔ آخر کار ایک دن اس نے آپ کی جدائی میں تڑپ تڑپ کر جان دیدی۔ جیل میں جب امام حریت کو ان کی بیٹی کی المناک موت کی دلخراش خبر سنائی گئی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ لیکن آپ نے فوراً آنسو پونچھ کر فرمایا کہ ''خداوند کریم کی یہی رضا ہوگی''۔ اس دوران آپ کے چھوٹے بھائی مفتی عبدالقیوم پوپلزئی بھی گرفتار ہو کر حریت کے معرکے سر کرتے ہوئے ڈیرہ اسماعیل خان جیل بھیج دیئے گئے۔ اسی قید کے دوران امام حریت مزید بیمار ہو گئے اور آخر آپ کی حالت اتنی نازک ہوگئی کہ رہائی کے بعد بہت جلد جہاد اور انقلاب کے معرکے سر کرتے ہوئے ۳۱مئی ۱۹۴۴ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی وفات پر صوبے بھر میں ہڑتال ہوگئی۔ سکول وغیرہ بند کر دیئے گئے اور دنیا میں کئی جگہوں پر سوگ کی حالت ہوگئی۔ سرکاری رپورٹوں کے مطابق چوک یادگار میں خود ڈاکٹر خان نے ۳۱مئی کو تقریر کرتے ہوئے آپ کو قوم کا بہادر مجاہد قرار دیا اور آپ کے جنازے میں جو اگلے دن تھا، شرکت کی عام اپیل کی۔ آپ کے جنازے میں لاکھوں لوگوں نے شرکت کی۔ آپ کو مسجد قاسم علی خان کے احاطے میں دفن کیا گیا۔ یہ وہی مسجد ہے جو آپ کی طویل علمی اور عملی جدوجہد کی تاریخی یادگار ہے۔ آپ کو ہر مکتب فکر کے مشاہیر نے زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ قائداعظم محمد علی جناح کے دست راست اور پنجاب کے گورنر سردار عبدالرب نشتر لکھتے ہیں:

''مجھے مولانا مرحوم سے نیاز مندی کا شرف حاصل رہا۔ اس لئے مجھے ان کی زندگی کو قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ مولانا مرحوم ایک جید عالم ایک متوکل انسان اور ایک سمجھ دار سیاسی رہنما تھے۔ اگرچہ عمر میں وہ کئی دیگر علماء سرحد سے کم تھے لیکن اس کے باوجود ان کی حیثیت علمی حلقوں میں اتنی بلند تھی کہ انہیں بلا چون و چرا مفتی اعظم تسلیم کیا جاتا تھا''۔

امامِ حریت مفتی اعظم علامہ عبدالرحیم پوپلزئیؒ